اکابر کا رمضان

جدید اضافہ شدہ

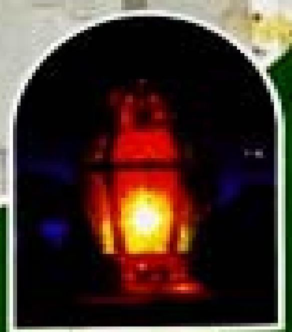
مصنفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتحشیہ

مفتی محمد عرفان زمزم قاسمی





کتب خانہ نعیمیہ دیوبند



اکابر کا رمضان

جدید اضافہ شدہ

مصنف:

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ

ترتیب جدید:

مفتی محمد عرفان زمزم قاسمی

ناشر:

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

تفصیلات

کتاب : اکابر کا رمضان

ترتیب : مفتی محمد عرفان زمزم قاسمی

ناشر : کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

کمپوزنگ وسیٹنگ : محمد جہانگیر دیوبند 09045293126

سن اشاعت : ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۷ء

صفحات : 208

قیمت : ......

ناشر:

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

فون ;01336-223294-224703

فیکس 0091-1336-222491

E-mail: naimiabookdepot@yahoo.com
kutubkhananaimia@gmail.com

Composed By: M.J. Computer's DBD +91-9045293126

فہرست عناوین

اکابر کا رمضان

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر
❖ حضرت کا محراب سنانے کا معمول	۴۴
❖ رکوع کرتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ	۴۵
❖ ظہر کے بعد حضرت قدس سرہ کا معمول	۴۵
❖ مغرب کے بعد کا معمول	۴۶
❖ بذل کے ختم ہونے کے بعد معمول	۴۷
❖ دماغ چاہے رہے یا جاوے مگر کلام مجید نہیں چھوٹتا	//
❖ عمر شریف کے آخری رمضان کے معمولات	//
❖ دوران سفر اور غایت تعب کے باوجود تراویح کا اہتمام	۴۹
❖ حضرت کے ضعف کی وجہ سے عذر کیا، لیکن ندامت اب تک بھی ہے	//
(۲) معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات	
(قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ)	
❖ حضرت کے یہاں شب وروز کے معمولات	۵۰
❖ نہیں جی یہ کم ہمتی کی بات ہے	۵۱
❖ نصف ختم قرآن مجید آپؒ کا یومیہ معمول	//
❖ ماہِ مبارک کے معمولات	//
❖ تراویح کی امامت کا عجیب قصہ	۵۲
❖ دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن ختم فرمالیتے	۵۳
❖ تین دن میں باطمینان ختم قرآن فرمادیا	//
❖ حضرت والد صاحبؒ دو، تین شب میں قرآن ختم فرماتے تھے	۵۴
❖ سولہ رکعات میں سولہ پارے ختم کردیئے	//

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

(۶) معمولات رمضان ونظام الاوقات
(شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ)

عنوان	صفحہ نمبر

عنـــوان	صفحہ نمبر

(۷) معمولات رمضان ونظام الاوقات

(حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ)

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

(۹) معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات
(حضرت اقدس مولانا یحییٰ صاحب کاندھلویؒ)

عنوان	صفحہ نمبر

(۱۰) معمولات رمضان ونظام الاوقات

(بانی تحریک تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ)

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر
❖ حضرتؒ کے رمضان کی تفصیلات	۱۴۶
❖ روزہ وتراویح کے معمولات	۱۴۷
❖ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے نام مکتوب	//
❖ عشاء کے بعد معمولات	۱۴۸
❖ ایک گھنٹہ نماز میں قرآن کی تلاوت	//
❖ بعد فجر کے معمولات	//
❖ نماز مغرب کے بعد کے معمولات	//
❖ رمضان سے متعلق ایک تاریخی مکتوب	۱۴۹
❖ تبلیغ کا مقصد	//
❖ مقصدِ تبلیغ اعمال کو جلا دیتا ہے	۱۵۰
❖ مقصد تبلیغ کے اتمام کیلئے رمضان کا مہینہ موزوں ہے	//
❖ یہ رمضان دہریت کی ہواؤں کو مذہب کی ہواؤں سے بدل دیگا	//
❖ رمضان کا کام بقیہ گیارہ مہینوں کے کام سے زائد ہے	۱۵۱
❖ امت میں انقلاب چاہتے ہو تو رمضان میں اس مبارک عمل کیلئے نکلو	//
❖ تمام اکابر ومشائخ کے نام مکتوب	۱۵۲
❖ آخری رمضان المبارک کے معمولات	۱۵۳
❖ آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے والوں کا ہجوم	۱۵۳
❖ نماز فجر کے بعد طویل بیان فرماتے تھے	//
❖ بیان کے بعد کے معمولات	//
❖ پانچوں نمازوں کی امامت خود فرماتے	۱۵۴

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر
معتکفین کیلئے تعلیمی مجلسوں اور حلقوں کا انتظام	۱۷۵
❖ ماہ مبارک کے اہتمام میں حضرت کا شوق وجذبہ	۱۷۶
❖ اعتکاف کے دنوں کا ماحول نیز فیضانات اور انعامات	//
❖ حضرتؒ کا ماہِ مبارک میں کیف وسرور	//
❖ رمضان واعتکاف کا عجیب مشاہدہ	۱۷۷
❖ عجیب وغریب قصہ	//
❖ بخاری میں اس طرح کی روایت موجود ہے	۱۷۸
❖ اس مشاہدہ کے بعد رمضان کی آخری صبح کا بیان	//
❖ آئندہ مت آیئے گا اور میں ہی نہ ملوں گا	۱۷۹
❖ باتفاق اسی سال حضرت کی وفات کا حادثہ	//
❖ ۲۷ رویں شب کی مناسبت سے خطاب اور ہدایت	۱۸۰
❖ قرآن کریم سے شغف	//
❖ بالخصوص سفر میں تلاوتِ قرآن کا معمول	۱۸۱
❖ حضرتؒ نہ تلاوت سے تھکتے نہ تراویح سنانے سے تھکتے	//
❖ ۱۳۵۴ھ سے لیکر ۱۴۱۷ھ تک بغیر ناغہ کے ہر رمضان میں قرآن سنایا	//
❖ چار پانچ دن میں قرآن سنایا	۱۸۲
❖ عشرہ ہفتہ باندہ ضلع کے اطراف گھوم کر قرآن مجید سناتے	۱۸۳
❖ باندہ کی نہ جانے کتنی بستیوں میں ایک، دو، تین رات میں قرآن سنایا	//
❖ حضرت کا قرآن پڑھنے کا انداز	۱۸۴
❖ رمضان میں قرآن سنانے کے لئے حضرتؒ کی تیاری کا نظام	//

عنوان	صفحہ نمبر

❖

❖ ...... ❖ ...... ❖

Composed By: M.J.Computer's DBD 9045293126

جنیدِ وقت

حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندویؒ

ماہِ صیام

مبارک ہو مسلمانو! کہ پھر ماہِ صیام آیا ﴿﴾ خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا اژدحام آیا

خدا کا شکر ہے فصلِ بہار جانفزا آئی ﴿﴾ خوشا قسمت کہ پھر سے موسم صوم وقیام آیا

زمانہ آیا کہ لطف باری عام اب ہوگا ﴿﴾ نصیب اپنے کہ پھر سے زندگی میں یہ مقام آیا

قیامت میں یہ روزہ ڈھال ہوگا روزہ داروں کی ﴿﴾ یہ سرمایہ بھی اپنا کیسے آڑے وقت کام آیا

ہدایت کے صحیفے سب کے سب اس ماہ میں اترے ﴿﴾ اسی ماہِ مبارک میں وہ کلموں کا امام آیا

اسی میں رات اک آئی ہزاروں رات سے بہتر ﴿﴾ کہ جس میں چشمۂ رحمت سے بندوں کو سلام آیا

گزاری جس نے اپنی زندگی ساری اطاعت میں ﴿﴾ اسی کے واسطے جنت سے دنیا ہی میں جام آیا

دوبارہ زندگی آئی، سکونِ دل ہوا حاصل ﴿﴾ زباں پر جب محمد مصطفیٰ کا پیارا نام آیا

جو پہونچا حشر میں ثاقبؔ فرشتے سب پکار اٹھے

محمد کے غلاموں کے غلاموں کا غلام آیا

(ماخوذ از: تذکرۃ الصدیق، مکتبہ دارالایمان)

باسمہٖ تعالیٰ

تقریظ

داعیٔ کبیر و برادرِ محترم

حضرت مولانا مفتی ابوبکر جابؔر قاسمی صاحب مدظلہ العالی

ماہِ رمضان المبارک کی کیسے قدردانی کی جائے؟ شب و روز کے معمولات کیا ہوں؟ جیسے موضوعات پر عربی اردو زبان میں ایک کتب خانہ تیار ہو چکا ہے۔

برّصغیر میں بالخصوص علماء دیوبند سے عوام وخواص کی گہری وابستگی ہے، اُن اکابر کے تذکرے بہت زیادہ مفید ہوتے ہیں، حقیقتاً یہ ہے کہ ان حضرات نے سلف صالحین کی یاد تازہ کردی، ان کا اعتکاف تربیتی کورس، رجال سازی کا کیمپ ہوتا تھا، سالکین کی رہبری، عامی لوگوں کی فیض یابی کا عجیب موسم بن جاتا، اعتکاف گاہ بعد میں عظیم درس گاہ یا تاریخی خانقاہ میں بدل گئی۔

مختلف اکابر کے مختلف رنگ رہے، کسی کے یہاں منازلِ سلوک طے کرنے کے لئے کثرت ذکر پر زور، کسی کے نزدیک خروج فی سبیل اللہ کی دعوت کا غلبہ، کوئی اساتذہ مدارس کی تدریس واہتمام کو صحیح رُخ پر لانے کی فکر کررہا ہے کوئی اپنے تصنیفی کام کی تکمیل۔

برادرم مفتی محمد عرفان قاسمی (جو اپنے نام کے ساتھ ''زمزم'' کا لاحقہ بھی لگاتے ہیں حضرت والد محترم احمد حسین صاحب زمزؔم کی قدیم معروف دکان زمزم بکڈ پو کاماریڈی تلنگانہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے، جو بعد میں پورے علاقے کے لئے عرفی نام بن گیا) نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کم یاب کتاب کو شائع کرنے

کے ساتھ ماضی قریب کے بہت سے اکابر کے معمولات رمضان ونظام الاوقات سے متعلق منتشر مضامین کو جمع کر دیا ہے۔

گویا ایک طرح تکمیل وتذییل ہے، ان کا کام صرف ترتیب دینے کا ہے باقی سب کچھ مثالی شخصیات کی زندگیوں کا ایک روشن قابل تقلید باب ہے۔

پروردگار عالم قبول فرما کر زادِ آخرت بنائیں۔ (آمین)

(مفتی) ابوبکر جابؔر قاسمی (صاحب)
۲۵؍شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ
۲۲؍مئی ۲۰۱۷ء

باسمہ تعالیٰ

پیش لفظ

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، امابعد!

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے رمضان المبارک کے مہینہ کو مسلمانوں کے لئے مغفرت اور رحمت کا سبب بنایا ہے اس مہینہ کے روزوں کو فرض فرمایا ہے اور پھر اس کی علت یوں واضح فرمائی ''**لعلکم تتقون**'' (سورۃ البقرۃ:۱۸۳) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''رمضان میں جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں، سرکش شیاطین وجنات قید کردئے جاتے ہیں اور ایک منادی ندا لگاتا ہے، ''**یاباغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر**'' (مشکوٰۃ:۱۷۳)

ترجمہ:- اے عمل خیر اور ثواب کے طلب گار آگے بڑھ اور اے معاصی کے خواہش مند بس کر اور پیچھے ہٹ جا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**أَتَاکُمْ شَھْرُ رَمَضَانَ شَھْرٌ یَغْشَاکُمُ اللّٰہُ فِیْہِ فَیُنَزِّلُ الرَّحْمَۃَ وَیَحُطُّ الْخَطَایَا وَیَسْتَجِیْبُ الدُّعَاءِ، یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی تَنَافُسِکُمْ فِیْہِ وَیُبَاھِی بِکُمْ مَلَائِکَتَہٗ فَأَرُوْا اللّٰہَ مِنْ اَنْفُسِکُمْ خَیْرًا فَاِنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حُرِمَ فِیْہِ رَحْمَۃَ اللّٰہِ.**'' (مجمع الزوائد:۳۸۷؍۴)

ترجمہ:- تم پر رمضان کا مہینہ آیا ہے یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں، رحمت کو نازل فرماتے ہیں، گناہوں کو معاف کرتے ہیں، دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں، اللہ اس مہینہ میں تمہارے نیکیوں میں تسابق کو دیکھتے ہیں، تم پر ملائکہ کے سامنے فخر فرماتے ہیں، پس اللہ کو خوب نیکی کرکے دکھلاؤ! بدبخت ہی اللہ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

یہ ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، جس کے روزے دار کے منہ کی بدبو کو حق تعالیٰ شانہ مشک سے بھی زیادہ پسند فرماتے ہیں، روزہ دار کے لئے سمندر کی مچھلیاں استغفار کرتی ہیں، جنت کو خوشبوؤں کی دھونی دے کر مزین کیا جاتا ہے، معاصی کا زور کم ہو جاتا ہے، آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اخیر عشرہ میں عبادت کے لئے کمر کس لیتے تھے پوری رات بیدار رہتے تھے اخیر عشرہ کا ہمیشہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ کتاب الصوم: ص ۱۸۳)

اتباع سنت کے جذبہ وشوق میں صالحین وکاملین بھی ماہِ مبارک کا اہتمام فرماتے، اس مبارک مہینہ میں ان کی طاعات وعبادات، تلاوت قرآن پاک، تسبیحات، وظائف، اذکار اور دعاؤں کا التزام صدقات وخیرات اور عبادات نافلہ قیام اللیل وغیرہ میں ...... اضافہ ہو جاتا تھا، جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے "**طال شوق الابرار الی وانا الیھم اَشد شوقاً**"۔ (رواہ الدیلمی فی الفردوس: ص ۸۰۶۷)

ترجمہ: - ابرار ومتقین کا شوق میری طرف بڑھ جاتا ہے اور میں (حق تعالیٰ شانہ) بھی ان کی طرف پوری محبت کے ساتھ متوجہ ہو جاتا ہوں۔

متقدمین کا ذکر نہیں کہ حضرت شدادؒ رات بھر کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے: یا اللہ آگ کے ڈر نے میری نیند اڑادی، اسود بن یزیدؒ رمضان میں مغرب وعشاء کے درمیان تھوڑی دیر سوتے بس، ابراہیم بن ادہمؒ رمضان میں نہ دن کو سوتے اور نہ رات کو سوتے، امام شافعیؒ رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ۶۰ر قرآن شریف ختم فرماتے، بلکہ ابھی ماضی قریب کے اکابر ومشائخ حضرت قطب عالم رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندیؒ، بانی تبلیغ حضرت شاہ مولانا الیاس صاحبؒ کاندھلوی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، رئیس التبلیغ حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ، حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحبؒ، جنید وقت حضرت باندوی نور اللہ مراقدہم کے یہاں بھی رمضان المبارک کا بڑا اہتمام ہوتا، قرآن کی تلاوت میں اضافہ ہو جاتا، ہر وقت سوتے جاگتے اللہ کی طرف متوجہ رہتے، باوجود ضعف پیرانہ سالی کے ایک رمضان میں ساٹھ (۶۰) قرآن پاک ختم فرماتے، تصنیف وتالیف کے معمول میں اضافہ ہو جاتا، پوری رات یکے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے کلام مجید سنتے رہتے تھے، ملاقات وخط وکتابت ذرا بھی گوارہ نہ تھا، سادی چائے اور روزانہ دو انڈے کی زردی پر سارا رمضان گزر جاتا تھا، قرب وجوار کے علاقوں میں جا جا کر دو دو تین تین دن میں ختم قرآن فرماتے، معتکفین کی میز بانی کا انتظام فرماتے، سارا خرچ اپنے ہی جیب سے ادا فرماتے، حسب گنجائش ان کے اصلاح وتربیت کے لئے وقت نکالتے، رمضان آتے ہی ایک نیا جوش ولولہ پیدا ہو جاتا، ان کی عبادتوں کو دیکھ کر لوگوں کو رحم آجاتا حقیقتاً یہی حال ہوتا کہ سخت سے سخت دل والا بھی پسیج جاتا! غرض ان کے اعمال واشغال کو حدّ احصاء سے خارج ہی سمجھتا ہوں۔ ع

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا یہ رسالہ ''اکابر کا رمضان'' اکابر کے معمولات رمضان نظام الاوقات پر مشتمل ہے، لیکن خود حضرت شیخ الحدیثؒ کے معمولات سے خالی تھا۔

دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت شیخ کے معمولات رمضان معلوم کئے جائیں، الحمد للہ حضرت شیخ کے معمولات پر مشتمل رسالہ ہاتھ آیا پھر شوق بڑھتا گیا، دیگر اکابر کے معمولات رمضان معلوم کئے جائیں، الحمد للہ خاصہ ذخیرہ جمع ہوگیا۔

پھر دل میں خیال کروٹ لینے لگا رسالہ ''اکابر کا رمضان'' من وعن ویسے ہی باقی

رکھتے ہوئے ذیلی عناوین بطور خلاصہ کے نقل کر دیئے جائیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے معمولاتِ رمضان و دیگر اکابرؒ کے معمولات کو بھی یکجا کر دیا جائے، تاکہ افادہ و استفادہ کی صورت سہل اور آسان ہو جائے، سردست جتنے اکابر کے حالات تک رسائی ہوئی محفوظ کر دیا گیا۔

ان اکابر کے کمالات و خصوصیات، اخلاق و صفات، معمولات و عادات، پر مشتمل یہ مضامین اس احساس و تاثر کے ساتھ ختم کیے جاتے ہیں کہ ابھی اس کے بہت سے گوشے تشنہ تکمیل ہیں اور کتنے ہی زاویوں سے نئے نئے عنوانات اس میں مزید قائم ہو سکتے ہیں۔

لذیذ بود حکایت گر دراز گفتم

کاغذ میں کیا سمائیں جو وہ ماجرہ لکھوں

اولئک اٰبائی فجئنی بمثلھم

اِذا جمعتنا یا جریر المجامع

اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کوشش و کاوش کو قبول فرمائیں اور آئندہ مزید علمی خدمات کے لئے قبول فرمائیں ان اکابر کی قبروں کو نور سے منور فرمائیں، روحانی فیوض و برکات کو ہم حقیروں کی طرف متوجہ فرمائیں!

اللہ ہمیں اور ہمارے والدین اور ہمارے دوست و احباب کے لئے ذریعۂ نجات بنائے! آمین یارب العالمین

والسلام

مفتی محمد عرفان زمزم قاسمی

۲۳/ جمادی الاوّل ۱۴۳۸ھ مطابق بتاریخ ۲۵/ فروری ۲۰۱۷ء

وقت: رات ۱۱:۰۰ (واردِ حال ممبئی)

9553863625

اسلام پورہ کاماریڈی 503111

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلّی علی رسوله الکریم، امابعد!

اکابر کے چند معمولات فضائل رمضان کی ابتداء میں گزر چکے ہیں، اس کے بعد آپ بیتی لکھتے وقت بعض دوستوں کی درخواست پر میں نے حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے کچھ دیگر معمولات بھی رمضان المبارک کے ذکر کئے تھے، مضمون بالا کی مناسبت سے یہاں بھی نقل کراتا ہوں، حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے معمولات کے متعلق خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ کے جواب کے بعد دوستوں کا اصرار ہوا خود میرا بھی خیال ہوا کہ ان استفسارات (سوالات) کے متعلق مرشدی وسیدی حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے معمولات نقل کراؤں، اس لئے اوّل اپنے سوالات نقل کراتا ہوں، اس کے بعد حضرت سہارنپوری کے معمولات ان سوالات کے متعلق نقل کراؤں گا۔

مکتوب بنام خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ:

مخدومی حضرت خواجہ صاحب زادمجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت اقدس تھانویؒ کے معمولات رمضان معلوم کرنے کا اشتیاق ہے، یہ سن کر کہ آپ کچھ طویل مدت کے لئے تھانہ بھون میں مقیم ہیں بے حد مسرت ہوئی حق تعالیٰ شانہ ترقیات سے نوازیں، اس وقت باعث تکلیف دہی ایک خاص امر ہے جس کیلئے بڑے غور کے بعد جناب ہی کی خدمت میں عرض کرنا مناسب معلوم ہوا کہ حضرت مولانا کے یہاں آپ سے زیادہ بے تکلف شاید کوئی نہ ہو اس لئے جناب کو اس میں سہولت ہوگی مجھے حضرت

کے معمولات رمضان شریف معلوم کرنے کا اشتیاق ہے، خود حضرت سے پوچھتے ہوئے تو ادب مانع ہے اور خود حاضر ہوکر دیکھوں تو ایک دوروز میں معلوم ہونا مشکل ہے اس لئے جناب کو واسطہ بناتا ہوں امید ہے کہ اس تکلیف کو گوارا فرمائیں گے۔

سہولت کیلئے سوالات میں ہی عرض کرتا ہوں:

سہولت کے لئے سوالات میں خود ہی عرض کرتا ہوں: (۱) وقت افطار کا کیا معمول ہے، یعنی جنتریوں میں جو اوقات لکھے جاتے ہیں ان کا لحاظ فرمایا جاتا ہے، یا چاند وغیرہ کی روشنی کا (۲) اگر جنتری پر مدار ہے تو تقریباً کتنے منٹ احتیاط ہوتی ہے، یا بالکل نہیں ہوتی (۳) افطار میں کسی خاص چیز کا اہتمام ہوتا ہے یا کل ماتیسر اگر اہتمام ہوتا ہے تو کس چیز کا؟ (۴) افطار اور نماز میں کتنا فصل ہوتا ہے (۵) افطار مکان پر ہوتا ہے یا مدرسہ میں (۶) مجمع کے ساتھ افطار فرماتے ہیں یا تنہا (۷) افطار کیلئے کھجور یا زمزم کا اہتمام فرمایا جاتا ہے یا نہیں (۸) مغرب کے بعد نوافل میں کماً (تعداد) یا کیفاً (کیفیت کے اعتبار سے) کوئی خاص تغیر ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہوتا ہے تو کیا؟ (۹) اوابین میں تلاوت کا کیا معمول ہے، رمضان اور غیر رمضان دونوں کا کیا معمول ہے؟ (۱۰) غذا کا کیا معمول ہے یعنی کیا کیا اوقات غذا کے ہیں؟ نیز رمضان اور غیر رمضان میں کوئی خاص اہتمام کمی زیادتی کے اعتبار سے معتاد ہے یا نہیں (۱۱) تراویح میں امسال تو معلوم ہوا ہے کہ علالت کی وجہ سے مدرسہ میں سنتے ہیں، مگر مستقل عادت شریفہ کیا ہے خود تلاوت یا سماع اور کتنا روزانہ (۱۲) ختم کلام مجید کا کوئی خاص معمول مثلاً ستائیس شب یا اُنتیس شب یا کوئی اور شب ہے یا نہیں (۱۳) تراویح کے بعد خدام کے پاس تشریف فرما ہونے کی عادت شریفہ ہے یا نہیں، فوراً مکان تشریف لے جاتے ہیں یا کچھ دیر کے بعد تشریف لے جاتے ہیں تو یہ وقت کس کام میں صرف ہوتا ہے (۱۴) مکان تشریف لے جا کر آرام

فرماتے ہیں یا کوئی خاص معمول ہے اگر آرام کرتے ہیں تو کس وقت سے کس وقت تک (۱۵) تہجد میں تلاوت کا کیا معمول ہے، یعنی کتنے پارے کس وقت سے کس وقت تک (۱۶) سحر کا کیا معمول ہے یعنی کس وقت تناول فرماتے ہیں اور طلوع فجر سے کتنا قبل فارغ ہو جاتے ہیں (۱۷) سحر میں دودھ وغیرہ کسی چیز کا اہتمام ہے یا نہیں، روٹی تازی پکتی ہے یا رات کی رکھی ہوئی (۱۸) صبح کی نماز معمول کے وقت اسفار (روشنی) میں ہوتی ہے یا کچھ مقدم (۱۹) دن میں سونے کا کوئی وقت ہے یا نہیں اگر ہے تو صبح کو یا دوپہر کو (۲۰) روزانہ تلاوت کا کوئی خاص معمول ہے یا نہیں، یعنی کوئی خاص مقدار تلاوت کی رمضان میں مقرر فرمائی جاتی ہے یا نہیں (۲۱) کسی دوسرے شخص کے ساتھ دور کا یا سنانے کا معمول ہے یا نہیں (۲۲) تلاوت حفظ اکثر فرمائی جاتی ہے یا دیکھ کر (۲۳) اعتکاف کا معمول ہمیشہ کیا رہا ہے اور اعتکاف عشرہ سے زیادہ ایام مثلاً اربعین (چالیس روز) کا کبھی حضرت نے فرمایا ہے یا نہیں (۲۴) اخیر عشرہ میں اور بقیہ حصہ رمضان میں کوئی فرق ہوتا ہے یا نہیں (۲۵) ان کے علاوہ کوئی اور خاص عادت شریفہ آپ لکھ سکیں، بہت ہی کرم ہوگا اگر مفصل جواب تحریر فرمائیں گے اور اگر حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے معمولات کا پتہ لگا سکیں تو کیا ہی کہنا کہ حضرت مولانا (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ) ہی کی ذات اب ایسی ہے جو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل معمولات کچھ بتا سکتی ہے، جناب کو تکلیف تو ضرور ہوگی، مگر مشائخ کے معمولات خدام کے لئے اسوہ ہو کر انشاء اللہ بہتوں کو نفع ہوگا، دعاء کا متمنی اور مستدعی، فقط والسلام، زکریا عفی عنہ۔

جوابی خط از خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ بنام شیخ الحدیث زکریاؒ:

الجواب: - مخدوم ومکرم ومعظم مدفیوضکم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ شرف صدور لایا چونکہ حضرت اقدس کے بعض بلکہ اکثر معمولات رمضان

المبارک پر میں خود ہی مطلع نہ تھا، اس لئے بضرورت جناب کا والا نامہ خدمت اقدس میں پیش کیا تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صرف یہ لکھ دیا جاوے کہ اگر چاہیں وہ براہ راست خود مجھ سے دریافت کرلیں، جواباً اطلاعاً عرض ہے، چونکہ اعتکاف میں ہوں اس لئے پنسل سے لکھ رہا ہوں گستاخی معاف ہو، والسلام طالب دعا خیر، عزیز الحسن عفی عنہ۔



معمولات رمضان ونظام الاوقات

شیخ المحدثین حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ

اس خط پر کوئی تاریخ نہیں، اگرچہ حضرت تھانویؒ کے معمولات تلاش کرنے سے مل گئے جو آگے اپنی جگہ پر آرہے ہیں، لیکن اس خط کے نقل کرانے پر بعض دوستوں کی خواہش ہوئی اور خود میرا بھی جی چاہا کہ ان سوالات کے جواب میں سیدی وسندی ومرشدی حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہ کے معمولات نقل کراؤں، اگرچہ اجمالی طور پر فضائل رمضان میں اور تذکرۃ الخلیل میں گذر چکے ہیں، لیکن ان مسلسل سوالات کے جواب میں مسلسل جواب لکھواؤں، کہ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں ۲۸ھ سے ۴۵ھ تک کے رمضان گذارنے کی نوبت آئی بجز (سوائے) ۳۴ھ کے کہ اس رمضان المبارک میں حضرت قدس سرہ مکہ مکرمہ میں تھے اور یہ ناکارہ سہارنپور میں تھا۔

حضرت قدس سرہ کے یہاں گھڑی کا اہتمام تھا:

(۱) حضرت قدس سرہ کے یہاں گھڑی کا اہتمام اور اس کے ملانے کے واسطے مستقل آدمی تو تمام سال رہتا تھا، لیکن خاص طور سے رمضان المبارک میں گھڑیوں کے ڈاکخانے اور ٹیلی فون وغیرہ سے ملوانے کا بہت اہتمام رہتا تھا، افطار جنتریوں کے موافق ۲-۳/منٹ کے احتیاط پر ہوتا تھا، اسی طرح اعلیٰ حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہ، رائے پور میں چونکہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب بالکل سامنے نظر آتا تھا اس لئے دونوں وقت گھڑیوں کے ملانے کا اہتمام طلوع وغروب سے بہت تھا، میرے والد صاحب اور چچا جان نوراللہ مرقدہ کے یہاں جنتریوں پر زیادہ مدار نہیں تھا نہ گھڑیوں پر بلکہ اذا أقبل اللیل

من ھٰھنا وأدبر النهار من ھھنا (الحدیث) آسمان پر زیادہ نگاہ رہتی تھی۔

(۲) اوپر گزر چکا ہے کہ جنتری کے اعتبار سے دو تین منٹ کی تاخیر ہوتی تھی۔

افطار میں کھجور اور زمزم کا اہتمام تھا:

(۳) کھجور اور زمزم شریف کا بہت اہتمام ہوتا تھا، سال کے دوران میں جو حجاج کرام زمزم شریف لاتے تو خاصی مقدار میں رمضان تک محفوظ رہتا، لیکن کھجوریں اگر خراب ہونے لگتیں تو وہ رمضان سے پہلے ہی تقسیم کر دی جاتیں، البتہ افطار کے وقت آدھی یا پون پیالی دودھ کی چائے کا معمول تھا اور بقیہ اس سیہ کار کو عطیہ ہوتا تھا۔

افطار اور نماز میں دس منٹ کا فصل تھا:

(۴) حضرت نور اللہ مرقدہ کے زمانے میں تقریباً دس منٹ کا فصل ہوتا تھا، تا کہ اپنے گھروں سے افطار کر کے آنے والے اپنے گھر سے افطار کر کے نماز میں شریک ہو سکیں۔

مدرسہ میں افطار کرنے کا معمول تھا:

(۵) حضرت کا معمول مدرسہ میں افطار کا رہا، چند خدام یا مہمان ۱۵-۲۰؍ کے درمیان میں افطار میں ہوتے تھے، مدینہ منورہ میں مدرسہ شرعیہ میں افطار کا معمول تھا۔

(۶) گذر چکا۔ (۷) نمبر ۳؍ میں گذر چکا۔

مغرب کے بعد کا معمول:

(۸) مغرب کے بعد کی نوافل میں کماً (تعداد کے اعتبار سے) کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا، کیفاً (کیفیت کے اعتبار سے) ضرور ہوتا تھا کہ معمول سے زیادہ دیر لگتی تھی، عموماً سوا پارہ پڑھنے کا معمول تھا، اور ماہ مبارک میں جو پارہ تراویح میں حضرت سناتے وہی مغرب کے بعد پڑھتے۔ (۹) سابقہ میں گذر چکا۔

اوّابین کے بعد کھانا مکان پر نوش فرماتے تھے:

(۱۰)　　اوّابین کے بعد مکان تشریف لے جا کر کھانا نوش فرماتے تھے، تقریباً ۲۰-۲۵ر منٹ اس میں لگتے تھے، کماً اس وقت کی غذا میں بہت تقلیل ہوتی تھی، ہم لوگوں کے یہاں یعنی کاندھلہ اور گنگوہ میں سحر میں پلاؤ کھانے کا بالکل معمول نہیں تھا، بلکہ سخت خلاف تھا کہ اس کو موجب پیاس (پیاس لگنے کا سبب) خیال کرتے تھے، سحر میں پلاؤ سب سے پہلی مرتبہ سہارنپور میں حضرت نوراللہ مرقدہ کے یہاں کھائی، اس سیہ کار کا معمول ہمیشہ سے افطار میں کھانے کا کبھی نہیں ہوا اس لئے کہ تراویح میں قرآن شریف سنانے میں دقت ہوتی تھی، البتہ جب تک صحت رہی سحر میں اناڑی کی بندوق بھرنے کا دستور رہا، ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ کی مجلس میں اس کا ذکر آ گیا کہ یہ ناکارہ افطار میں نہیں کھاتا تو حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ افطار میں کس طرح کھایا جائے جو کھاویں وہ بھی ضابطہ ہی پورا کرتے ہیں۔

میرے حضرت قدس سرہ خود تراویح پڑھاتے تھے:

(۱۱)　　میرے حضرت قدس سرہ کا اخیر کے دو سالوں کے علاوہ کہ ضعف ونقاہت بہت بڑھ گیا تھا ہمیشہ تراویح میں خود سنانے کا معمول رہا، دارالطلبہ بننے سے پہلے مدرسہ قدیم میں تراویح پڑھایا کرتے تھے، دارالطلبہ قدیم بن جانے کے بعد پہلے سال میں تو حضرت کی تعمیل حکم میں میرے والد صاحب نے قرآن پاک سنایا تھا، اس کے بعد سے ہمیشہ حضرت قدس سرہ کا وہاں قرآن پاک سنانے کا معمول رہا۔

اکثر ۲۹ر کی شب میں ختم قرآن کا معمول تھا:

(۱۲)　　اکثر ۲۹ر کی شب میں ختم قرآن کا معمول تھا، چند روز تک شروع میں سوا پارہ اور اس کے بعد سے اخیر تک ایک ایک پارہ کا معمول تھا۔

ایک عجیب وغریب قصہ:

اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب قصہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی قدس سرہ کا معروف ہے کہ اگر رمضان المبارک ۲۹؍ کا ہوتا تو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا معمول یکم رمضان کو دو پارے پڑھنے کا تھا اور ۳۰؍ کا ہوتا تو یکم رمضان کو ایک پارہ پڑھا کرتے تھے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نوراللہ مرقدہ یکم رمضان کو اپنی مسجد میں تراویح پڑھانے کے بعد شاہ عبدالقادر کی مسجد میں تحقیق کے لئے آدمی بھیجا کرتے کہ بھائی نے آج ایک پارہ پڑھایا دو، اگر معلوم ہوتا کہ دو پڑھے تو شاہ صاحب فرمایا کرتے اب کے رمضان ۲۹؍ کا ہوگا، یہ علم غیب نہیں کہلاتا بلکہ علم کشف کہلاتا ہے۔

حضرت قدس سرہ تراویح کے بعد ۱۵-۲۰؍ منٹ آرام فرماتے تھے:

(۱۳)　تراویح کے بعد ۱۵-۲۰؍ منٹ حضرت قدس سرہ مدرسہ میں آرام فرماتے تھے، جس میں چند خدام پاؤں بھی دباتے اور قرآن پاک کے سلسلے میں کوئی گفتگو بھی رہتی، مثلاً کسی نے غلط لقمہ دے دیا یا تراویح میں اور کوئی بات پیش آئی ہو اس پر تبصرہ تفریح چند منٹ تک ہوتی، حضرت قدس سرہ کے پیچھے تراویح پڑھنے کے لئے دور دور سے حفاظ آتے، یہ ناکارہ اپنی تراویح پڑھانے کے بعد جو اکثر حکیم اسحاق صاحب کی مسجد میں اور کبھی اماں جی کے اصرار وارشاد پر حضرت قدس سرہ کے مکان پر پڑھاتا تھا، جلد از جلد فراغت کے بعد حضرت قدس سرہ کے یہاں پہنچ جاتا اس وقت تک حضرت قدس سرہ کے یہاں ۴-۶؍ رکعتیں ہوتیں اس لئے کہ حکیم صاحب مرحوم کی مسجد میں نماز سویرے ہوتی تھی، اور مدرسہ اور دارالطلبہ میں تاخیر سے اور یہ ناکارہ اپنی نااہلیت سے پڑھتا بھی بہت جلدی تھا۔

تراویح میں لقمہ کا لطیفہ:

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ نے سورہ طلاق شروع کی اور یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن الآیہ آیت شریفہ شروع کی اور اس نابکار نے جلدی سے لقمہ دیا یا ایھا الذین آمنوا اذا طلقتم النساء حضرت حافظ محمد حسین صاحبؒ تو حضرت قدس سرہ کے مستقل سامع تھے، ہر سال اجراڑہ سے سہارنپور رمضان گذارنے تشریف لایا کرتے تھے، نیز حضرت مولانا عبداللطیف صاحب اور میرے چچا جان نور اللہ مرقدہما اقتداء میں تھے، تینوں ایک دم بولے یا ایھا النبی تراویح کے بعد حسب معمول لیٹنے کے بعد حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا مولوی زکریا! سورہے تھے؟ میں نے عرض کیا حضرت بالکل نہیں مگر اذا طلقتم النساء فطلقوھن، احصوا العدۃ واتقوا اللّٰہ ربکم لا تخرجواھن سارے جمع کے صیغے تھے مجھے یہ خیال ہوا کہ یا ایھا الذین آمنوا ہوگا یا ایھا النبی مفرد کیوں ہوگا، حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے ارشاد فرمایا قرآن شریف میں بھی قیاس چلاتے ہو، میں نے عرض کیا حضرت یہ تو قیاس نہیں یہ تو قواعد نحویہ کی بات تھی۔

ایک اور لطیفہ:

ایک مرتبہ حافظ محمد حسین صاحب نے غلط لقمہ دیدیا میں نے ایک دم صحیح لقمہ دیا، حضرت حافظ صاحب کی زبان سے بے اختیار نکل گیا نماز ہی میں ''ہاں'' اور پھر جو میں نے بتایا تھا وہی حافظ صاحب نے بتایا، تراویح کے بعد کے وقفہ میں میں نے حضرت سے عرض کیا حضرت نے میرا لقمہ لیا یا حافظ صاحب کا، میرا مطلب یہ تھا کہ حافظ صاحب کی نماز تو ''ہاں'' کہنے سے ٹوٹ گئی اور حضرت نے اگر ان کا لقمہ لیا ہوگا تو میں عرض کروں گا کہ سب کی ٹوٹ گئی، حضرت قدس سرہ میری حماقت کو سمجھ گئے، حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میں باؤلا تھا جو ان کا لقمہ لیتا، اس قسم کے تفریحی فقرے یا کسی آیت شریفہ کے متعلق کوئی تفسیری نکتہ ہوتا تو اس پر بھی گفتگو فرماتے رہتے ایک مرتبہ وان تعدوا نعمۃ اللّٰہ کے

متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایک نعمت میں ہزاروں نعمتیں شامل ہیں اس لئے تعدوا ارشاد فرمایا گیا۔

بعد تراویح ڈھائی تین گھنٹے سونے کا معمول تھا:

(۱۴)　تراویح کے بعد چند منٹ قیام کے بعد جیسا کہ اوپر لکھا مکان تشریف لیجا کر ۱۵-۲۰ رمنٹ گھر والوں سے کلام فرماتے اور محلے کی کچھ مستورات اس وقت آجاتیں ان سے بھی کچھ ارشاد فرماتے، اس کے بعد ڈھائی تین گھنٹے سونے کا معمول تھا۔

تہجد میں دو پارے پڑھنے کا معمول تھا:

(۱۵)　تہجد میں عموماً دو پارے پڑھنے کا معمول تھا، کبھی کم و بیش حسب گنجائش اوقات، بذل المجہود میں جب نظائر والی حدیث آئی جو مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف ہے تو حضرت قدس سرہ نے اس ناکارہ سے فرمایا تھا کہ اس حدیث کو ایک پرچہ پر نقل کر دینا، آج تہجد اسی ترتیب سے پڑھیں گے، یہ فرط محبت اور فرط عشق کی باتیں ہیں۔　ع

"محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی"

حضرت شیخ الہندؒ کا معمول:

سنا ہے کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا معمول وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنے کا تھا کسی نے عرض کیا کہ حضرت اس کا تو آدھا ثواب ہے، حضرت نے فرمایا: "ہاں بھئی حضور ﷺ کی اتباع میں جی زیادہ لگے ہے، بڑا ثواب زیادہ نہ ہو" میرا خیال یہ ہے کہ ضابطہ میں تو آدھا ہی ثواب ہے، مگر یہ جذبۂ عشق شاید پورے حصہ سے بھی بڑھ جائے، مشہور ہے کہ مجنوں لیلیٰ کے شہر کے کتوں کو پیار کرتا تھا۔

صبح صادق سے آدھا گھنٹہ پہلے سحر کا معمول تھا:

(۱۶)　تقریباً صبح صادق سے باختلاف موسم دو یا تین گھنٹے پہلے اٹھنے کا

معمول تھا اور صبح صادق سے تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے سحر کا معمول تھا، ۱۵-۲۰/منٹ میں فراغت ہو جاتی تھی، یعنی طلوع فجر سے ۱۵-۲۰/منٹ پہلے۔

سحر کا اہتمام:

(۱۷) سحر میں دودھ وغیرہ کسی چیز کا اہتمام تو نہیں تھا، کبھی ہدایا میں پھینیاں آجاتیں تو بلا اہتمام سب گھر والوں کے لئے بھگودی جاتیں، ایک آدھ چمچہ حضرت قدس سرہ بھی نوش فرمالیتے، البتہ پلاؤ کبھی کبھی سحر میں حضرت کے یہاں پکائی جاتی تھی، البتہ افطار میں کبھی نہیں پکا کرتی تھی، شاید میں پہلے کہیں لکھوا چکا ہوں کہ حضرت قدس سرہ کے یہاں سے قبل کاندھلہ یا گنگوہ میں سحر میں پلاؤ کھانا جرم تھا، مشہور یہ تھا کہ اس سے پیاس لگتی ہے، مگر حضرت قدس سرہ کے یہاں کھانے کے بعد سے جب تک اس ناکارہ کی صحت رہی اور سحور کا اہتمام رہا اس وقت تک تو میرا معمول سحر میں پلاؤ کھانے کا رہا اور اب تو دس بارہ سال سے جب سے مہمانوں کا ہجوم بڑھ گیا ہے افطار میں پلاؤ اور گوشت روٹی کے علاوہ سحر میں میٹھے چاولوں کا بھی ہو گیا، حضرت قدس سرہ کے یہاں سحر میں تازہ روٹی پکتی تھی، البتہ سحر میں چائے کا معمول حضرت کے یہاں تھا، اس ناکارہ کو اپنے سحر میں کبھی چائے پینا یاد نہیں، کیونکہ رمضان میں نماز فجر کے بعد سونے کا معمول ہے، ۳۸ھ یعنی پہلے سفر حج سے رمضان میں رات کو نہ سونے کا معمول شروع ہوا تھا جواب سے ۷-۸/سال پہلے تک بہت اہتمام سے رہا، لیکن اب تو امراض نے سارے ہی معمولات چھڑا دیئے۔

حضرتؒ کا اسفار میں نماز پڑھنے کا معمول:

(۱۸) حضرت قدس سرہ کے یہاں رمضان میں اسفار میں نماز پڑھنے کا معمول تھا، البتہ غیر رمضان سے دس بارہ منٹ قبل۔

آرام، قیلولہ کرنے کا معمول:

(۱۹) حضرت قدس سرہ کا معمول بارہ مہینے صبح کی نماز کے بعد سے تقریباً

اشراق تک سردیوں میں حجرے کے کواڑ بند کر کے اور شدید گرمی میں مدرسہ قدیم کے صحن میں چار پائی پر بیٹھ کر اوراد کا معمول تھا، اس میں مراقبہ بھی ہوتا تھا، بارہ مہینے اشراق کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ۳۵ھ سے پہلے بخاری اور ترمذی شریف کے سبق کا وقت تھا، لیکن ۳۵ھ کے بعد سے بذل کی تالیف کا وقت ہو گیا تھا جو ہر موسم میں ۱۱-۱۲/ بجے تک رہتا، لیکن ماہ مبارک میں اشراق کی نماز پڑھنے کے بعد ایک گھنٹہ آرام فرماتے، اس کے بعد گرمی میں ایک بجے تک بذل لکھواتے اور سردی میں بارہ بجے تک، اس کے بعد ظہر کی اذان تک قیلولہ کا معمول تھا۔

ماہ مبارک میں روزانہ کی تلاوت کا معمول:

(۲۰) رمضان میں حضرت قدس سرہ کا معمول ہمیشہ وصال سے دو سال قبل تک خود تراویح پڑھانے کا تھا، ظہر کی نماز کے بعد تراویح کے پارے کو ہمیشہ حافظ محمد حسین صاحب اجراڑوی کو سنایا کرتے تھے کہ وہ اسی واسطے رمضان المبارک ہمیشہ یہاں کیا کرتے تھے، کبھی کبھی ان کی غیبت میں اس سیہ کار کو بھی سننے کی نوبت آئی، البتہ مدینہ پاک میں ظہر کے بعد پارہ سننا اس ناکارہ کے متعلق تھا اور میرے سفر حجاز سے واپسی پر چونکہ بذل بھی ختم ہو گئی تھی اس لئے ظہر کی نماز کے بعد مستقل ایک پارہ اہلیہ محترمہ کو سنانے کا دستور تھا، اسی پارے کو جو ظہر کے بعد سنانے کا معمول تھا مغرب کے بعد اوابین میں اور رات کو تراویح میں پڑھتے تھے۔

قرآن کریم کے دور سنانے کا معمول:

(۲۱) ۳۳ھ کے سفر حج سے پہلے عصر کے بعد میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے دور کا معمول تھا جو اسی پارہ کا ہوتا تھا جو تراویح میں سناتے، میں نے اپنے والد صاحب قدس سرہ کے علاوہ کسی اور سے دور کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت تلاوت دیکھ کر فرماتے تھے:

(۲۲) میں نے حضرت قدس سرہ کو دیکھ کر تلاوت کرتے ہوئے کم دیکھا ہے، البتہ کبھی کبھی ضرور دیکھا ہے۔

حضرت نور اللہ مرقدہ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرماتے تھے:

(۲۳) حضرت نور اللہ مرقدہ کو وصال سے دو سال قبل کہ ان دو سال میں امراض کا اضافہ ہو گیا تھا ان سے قبل میں نے کبھی آخری عشرے کا اعتکاف ترک فرماتے نہیں دیکھا اور دار الطلبہ بننے سے قبل مدرسہ قدیم کی مسجد میں کرتے تھے اور دار الطلبہ بننے کے بعد یعنی ۳۵ھ سے دار الطلبہ میں فرماتے تھے اور اس عشرہ میں بھی بذل کی تالیف ملتوی نہیں ہوتی تھی، بلکہ مسجد کلثومیہ کی غربی جانب جو حجرہ ہے اس میں ۲۰ر تاریخ کو تالیف سے متعلقہ سب کتابیں پہنچ جاتی تھیں، جو صبح کی نماز کے بعد یہ ناکارہ اٹھا کر مسجد میں رکھ دیتا اور تالیف کے ختم پر پھر اسی حجرہ میں منتقل کر دی جاتیں، اخیر عشرہ کے علاوہ میں نے کبھی اعتکاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

رمضان اور غیر رمضان کے معمول کا فرق:

(۲۴) میں نے کوئی خاص فرق نہیں دیکھا بجز اس کے کہ اٹھنے میں کچھ تقدیم ہو جاتی، اگر چہ میں اجمالی طور پر فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت قدس سرہ اور حضرت حکیم الامت کے یہاں رمضان اور غیر رمضان میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا، بخلاف حضرت شیخ الہند اور اعلی حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہما کے کہ ان دونوں کے یہاں رمضان اور غیر رمضان میں بہت فرق ہوتا تھا، جیسا کہ میں فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔

حضرت قدس سرہ رمضان میں اخبار نہیں دیکھتے تھے:

(۲۵) اس کے علاوہ کہ اخبار دیکھنے کا جو معمول کسی وقت غیر رمضان میں

ہوتا تھا وہ رمضان میں نہیں ہوتا تھا، بلکہ رمضان میں ان دو سالوں کے علاوہ جن میں میرے والد صاحب کے ساتھ دور ہوا تسبیح ہاتھ میں ہوتی تھی اور زبان پر اور اد آہستہ آہستہ، کوئی خادم بات دریافت کرتا تو اس کا جواب مرحمت فرما دیتے، کچھ لوگ دس پندرہ کی مقدار میں جیسے متولی جلیل صاحب، متولی ریاض الاسلام صاحب کاندھلہ سے اور میرٹھ سے رمضان کا کچھ حصہ گذارنے کے لئے حضرت کے پاس آجایا کرتے تھے مگر اعتکاف نہیں کیا کرتے تھے، اس لئے کہ عید سے ایک دن پہلے گھر واپس جانا چاہتے تھے۔

تذکرۃ الخلیل میں حضرت سہارنپوری کے معمولات یہ لکھے ہیں:

تذکرۃ الخلیل میں ایک جگہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے معمولات یہ لکھے ہیں جب رمضان المبارک کا چاند نظر آتا جو نزول قرآن کا مہینہ ہے اور کثرت کلام اللہ کے لئے مخصوص ہے تب تو آپ کی جد و جہد کی کوئی حد ہی نہ رہتی تھی تراویح میں سوا پارہ سنانے کا معمول تھا، ہر رکوع پر رکوع فرماتے اور بیس رکوع روزانہ کے حساب سے ستائیسویں شب کو ختم فرما دیا کرتے، مظاہر علوم کی مدرسی کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں آپ کا معمول محراب سنانے کا رہا اور دار الطلبہ بننے کے بعد دو سال دار الطلبہ کی مسجد میں قرآن پاک سنایا دو سال وہاں کی مسجد میں محراب سنائی (از زکریا، دار الطلبہ بننے کے بعد پہلے سال کی تراویح تو میرے والد صاحب نے سنائی دوسرے سال سے حضرت قدس سرہ نے پڑھا اور اس دوران میں دار الطلبہ ہی کی مسجد میں حضرت نے اعتکاف فرمایا) سننے والوں کا ہجوم بہت زیادہ ہوتا اور مشتاق دور دور سے رمضان گزارنے آتے، بلکہ بعض حفاظ اپنا سنانا بند کر کے اقتداء کرتے۔

حضرت کا محراب سنانے کا معمول:

آپ متوسط جہر کے ساتھ نہایت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے کہ ایک ایک حرف سمجھ میں آتا تھا، چونکہ جوانی میں یاد کیا تھا نیز پڑھنے میں بھی استغراق ہوتا تھا اس لئے اٹکنے کی نوبت بھی

آتی، مگر غلط پڑھنے کی نوبت نہیں آتی تھی، دفعتہً زبان رک جاتی یا متشابہ لگتا تو بتلانے والے جیسا کہ رواج ہے، جلدی سے بولتے اور کبھی غلط بھی بتا دیتے تھے، جس کو حضرت نہ لیتے اور خود سوچ کر یا دوبارہ صحیح بتانے والے کے صحیح بتانے پر آگے چلتے تھے، بایں ہمہ آپ پر کبھی ناگواری کا اثر نہیں ہوتا، بلکہ سلام پھیر کر تسلی کے طور پر فرمایا کرتے کہ آخر جب حافظ بھولتا ہے تو سامع کو بھی بھولنا ضرور ہے، اگر بھول کر کہیں غلط بتا دیا تو تعجب ہی کیا ہے، محراب سنانے کا معمول حضرت کا ہمیشہ رہا، مگر عمر شریف جب ستر سال کو پہنچ گئی تو محراب سنانے کا تحمل دشوار ہو گیا۔

رکوع کرتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ:

اور حضرت فرمانے لگے کہ رکوع کرتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ دوسری رکعت میں کھڑا نہ ہوسکوں گا، مگر ہمت کر کے کھڑا ہو جاتا ہوں آخر میں ۲۰ رکعت اسی طرح پوری ہوتی ہیں کہ ہر رکعت میں گر جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور سجدہ سے اٹھ کر کھڑا ہونا پہاڑ پر چڑھنے سے زیادہ مشکل معلوم ہوتا ہے اس حالت میں بھی آپ دو سال نبھا گئے اور ہمت نہ ہارے، آخر میں جب قوت نے جواب ہی دیا تو محراب سنانا چھوٹ گیا، مگر اس کے بدلہ دوسرے سے سننے اور خالی اوقات میں خود تلاوت کرنے کا شغل بڑھ گیا، ماہ مبارک میں اول اشراق سے لیکر گیارہ بجے تک تلاوت فرماتے۔ (تذکرۃ الخلیل)

ظہر کے بعد حضرت قدس سرہ کا معمول:

مولانا میرٹھی نے یہ معمول جو لکھا ہے یہ بذل المجہود کی تالیف سے پہلے کا معمول ہے، ظہر کے بعد حضرت قدس سرہ کا معمول پارہ سنانے کا تھا جس کے لئے جناب الحاج حافظ محمد حسین صاحب مرحوم ہر سال اجراڑہ سے آیا کرتے تھے جیسا اوپر لکھوا چکا ہوں، بعد عصر تا افطار مدرسہ قدیم میں تشریف فرما رہتے اور خدام حاضر رہتے اور مجمع ساکت وصامت رہتا، البتہ دو سال عصر کے بعد کی اس مجلس میں میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ

مرقدہ کے ساتھ حضرت قدس سرہ کو دور کرتے بھی دیکھا، والد صاحب کے علاوہ میں کسی اور سے دور کرتے نہیں دیکھا، اعتکاف کے درمیان میں اخیر عشرہ میں دس دن میں تین پارے یومیہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے تہجد میں قرآن پاک سنایا اپنے والد صاحب کے علاوہ کسی دوسرے کو سناتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔

مغرب کے بعد کا معمول:

اسی طرح مغرب کے بعد کے نوافل میں سوا پارہ حضرت قدس سرہ خود تلاوت فرمایا کرتے تھے، البتہ ۴۵ھ کے رمضان المبارک میں مغرب کے بعد اس پارہ کو نوافل میں اس سیہ کار نے سنا، اقتداء میں اس سیہ کار کے ساتھ حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ اور مولانا الحاج سید احمد صاحب برادر بزرگ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہما بھی ہوا کرتے تھے، حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی طبیعت اس رمضان المبارک میں بھی ناساز رہی، جس کی وجہ سے حضرت رائے پوری بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے، مگر حضرت قدس سرہ اپنی ضعف و پیری کے باوجود کھڑے ہو کر سنایا کرتے تھے، حضرت قدس سرہ حضرات میرٹھ حافظ فصیح الدین، حاجی وجیہ الدین، شیخ رشید احمد صاحب مرحومین کے خصوصی تعلق کی بنا پر ان کے بچوں کے حفظ قرآن کے ختم کی تقریب میں بھی تشریف لے جاتے اور یہ حضرات بچوں کا ختم قرآن شریف حضرت کے اعتکاف کی وجہ سے ۲۰؍رمضان کی شب میں کراتے اور حضرت قدس سرہ ۱۹؍کی صبح کو تشریف لے جاتے اور ۲۰؍کی صبح کو واپس تشریف لاتے، ان کے ختم میں اس طرح شرکت فرماتے کہ مسجد میں فرض پڑھنے کے بعد اپنے مستقر تشریف لے جاتے اور اپنے امام کے پیچھے تراویح ادا کرتے اور تراویح اور وتر سے فراغ پر مسجد میں ان بچوں کے ختم میں شرکت فرماتے، اول تو ختم کے دن ویسے ہی تاخیر بہت ہوتی پھر بھی کبھی آخر کی چار رکعات میں حضرت نور اللہ مرقدہ کے مسجد میں تشریف آوری کا انتظار ہوتا۔

بذل کے ختم ہونے کے بعد معمول:

مولانا میرٹھی لکھتے ہیں اور صحیح لکھا کہ رمضان ۴۵ھ میں بذل ختم ہوجانے کے بعد بذل کا وقت بھی زیادہ تر تلاوت قرآن پاک میں یا وفاء الوفاء کے مطالعہ میں صرف فرماتے ظہر کے بعد زنانہ مکان ہی میں اماں جی مرحومہ کو قرآن پاک سنایا کرتے کہ پردہ کی دقت کی وجہ سے یہ ناکارہ نہیں جاسکتا تھا کہ گرمی شدید تھی اور زنانہ میں قیام کی ایک ہی منزل تھی نیچے کی منزل خدام کی اور کھانے پکانے کی تھی۔

دماغ چاہے رہے یا جاوے مگر کلام مجید نہیں چھوٹتا:

مولانا میرٹھی نے لکھا کہ مولانا سید احمد صاحب اور مولوی زکریا نے یہ دیکھ کر کہ حضرت اس درجہ دماغی محنت کے بعد تلاوت کی اس ضعیفی میں اتنی کثرت سے ہمت فرماتے ہیں کئی بار عرض کیا کہ حضرت دماغ کی رعایت بہت ضروری ہے، حضرت دماغ سے بہت کام لیتے ہیں، مگر حضرت بے ساختہ فرمایا کرتے کہ اب اس سے کام ہی کیا لینا باقی ہے جو رعایت کروں، ایک مرتبہ فرمایا کہ ضعف کی وجہ سے حافظہ پر اثر پاتا ہوں اس لئے مجھے ڈر ہے کہ کہیں کلام مجید نہ بھول جاؤں اس لئے اس کا اہتمام کرتا ہوں ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ دماغ چاہے جاوے یا رہے مگر کلام مجید نہیں چھوٹتا۔

عمر شریف کے آخری رمضان کے معمولات:

اور اس آخری رمضان کا تو پوچھنا ہی کیا جو عمر شریف کا آخری رمضان تھا کہ غذا بھی سادہ چائے کا ایک فنجان اور بمشکل آدھی چپاتی رہ گئی تھی، تلاوت وسماعت کا مجاہدہ بہت ہی بڑھ گیا تھا، یعنی اول صبح کو سوا پارہ حفظ سناتے اور پھر ظہر سے عصر تک مسلسل تلاوت کبھی دیکھ کر کبھی حفظ فرماتے بعد مغرب اوابین میں سوا پارہ سناتے (زکریا کو) پھر عشاء کی نماز حرم میں پڑھ کر مولانا سید احمد صاحب کے مدرسہ میں تشریف لاتے اور قاری محمد توفیق صاحب مدرس تجوید کی اقتداء میں تراویح پڑھتے کہ وہ نہایت اطمینان سے دو پارے پڑھتے جن میں عربی

پانچ بج جاتے جو یہاں کے سوا بارہ بجنے کا وقت ہے اس کے بعد قریب ۶؍ بجے عربی کے سوجاتے تھے، مولوی زکریا صاحب کو حکم تھا کہ ۸؍ بجے مجھے جگادیا کرو، مولوی صاحب فرماتے تھے کہ تمام رمضان میں صرف ایک یا دو مرتبہ مجھے اس کی نوبت آئی کہ حضرت کی آنکھ اس سے قبل نہ کھلی ورنہ ہمیشہ جب آٹھ بجے پہنچا تو حضرت کو وضو کرتے دیکھا، یا استنجاء کرتے ہوئے، چنانچہ حضرت دو پارے اس وقت نفلوں میں سنتے کہ حضرت کو امام نافع کی قراءت کا مل سننے کا شوق تھا اس لئے مدرسہ کے دو طالب علم ایک ایک پارہ اس قراءت کا سناتے تھے۔

دوران سر اور غایت تعب کے باوجود تراویح کا اہتمام:

آخری ستائیسویں رمضان کی شب میں حضرت کو بخار چڑھ آیا اور بدن میں خدر کا اثر ہوا، جس کا سلسلہ وصال تک چلا اس سے قبل ۳۸ھ کے سفر حجاز میں چونکہ چاند جہاز ہی میں نظر آگیا تھا باوجود دوران سر اور غایت تعب کے آپ نے تراویح کا اہتمام فرمایا اور قرآن مجید سننا سنانا شروع کردیا، مولوی محمد زکریا صاحب ساتھ تھے اول آٹھ رکعت میں حضرت نصف پارہ سناتے اور پھر بارہ رکعات میں مولوی زکریا صاحب پون پارہ سنایا کرتے تھے۔ ۱۰؍ رمضان المبارک کو مکہ پہنچ گئے تو حضرت نے تراویح ایک قاری صاحب کی اقتداء میں پڑھی اور اپنا کلام مجید نوافل میں ختم فرمایا اس سفر میں جہاز سے جدہ اترنا عین مغرب کے وقت ہوا اور تکان کا یہ عالم تھا کہ تراویح کا تو کیا ذکر فرض نماز کا بھی کھڑے ہوکر پڑھنا مشکل تھا، مگر حضرت نے اس شب میں کچھ تراویح کھڑے ہوکر اور کچھ بیٹھ کر پڑھیں، اللہ رے ہمت آپ کے کمالات حسیہ کا نقشہ اتارنا ممکن مگر اس خداداد نعمت کو کن لفظوں میں ادا کروں جس کے کارناموں نے عقل کو حیران اور زبان کو گنگ بنادیا۔ (تذکرۃ الخلیل)

حضرت کے ضعف کی وجہ سے عذر کیا، لیکن ندامت اب تک بھی ہے:

آپ بیتی نمبر ۴؍ میں یہ لکھا جاچکا کہ جہاز میں حضرت قدس سرہ کو دوران سر کا اتنا شدید اثر ہوتا تھا کہ تکیہ سے سر اٹھانا مشکل اور یہی صورت بعینہٖ اس ناکارہ کو بھی اپنے بچپن

کے باوجود تھی اور مزید براں یہ کہ استفراغ اور قے بھی خوب ہوتا تھا، جہاز کی بدبو بالخصوص جب جہاز میں پٹرول ڈالا جاتا تھا اور سارا جہاز اس سے سڑ جاتا تھا تو اس ناکارہ کو چکر کے ساتھ ساتھ استفراغ بھی خوب ہوتا تھا۔ ۲۹؍شعبان کو حضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیوں بھائی تراویح کا کیا ہوگا، میں نے کہا کہ دوران سر سے تو نمٹا جاسکتا ہے، مگر امتلاء کا درمیان تراویح میں کیا ہوگا، حضرت نے فرمایا کہ اس کی تو کوئی بات نہیں قے ہوگی وضو کرلینا، باوجود دوران سر اور ضعف و پیری کے اور زیانی جہاز چونکہ چھوٹا تھا خوب حرکت کرتا تھا اس کے باوجود ساری تراویح حضرت نے کھڑے ہوکر پڑھی جدہ پہنچنے کے بعد جیسا کہ مولانا میرٹھی نے لکھا ایسا چکنا چور ہورہے تھے کہ کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا، حاجی مقبول احمد صاحب نے اللہ ان کی مغفرت فرمائے، نہایت غصے میں مجھ سے فرمایا کہ عقیدت میں بڑے میاں کو لے کر کھڑے نہ ہوجانا کچھ ان کے ضعف کا بھی خیال کرلینا، چونکہ اس کا ڈر تھا کہ نہ معلوم سفر میں حاجی جی کہاں میرا پتہ کاٹ دیں، حضرت کی کھانے میں معیت ان کی ہی رہین منت تھی ان کا حکم تھا کہ میں حضرت سے درخواست کروں کہ تراویح کی تو آج ہمت نہیں، یہ تو مجھ سے نہ ہوسکا، لیکن جب حضرت قدس سرہ نے فرمایا، کیوں بھائی مولوی زکریا کیا حال ہے میں نے حاجی صاحب کے ڈر کے مارے یوں عرض کردیا کہ حضرت تکان بہت ہے، لیکن میری ندامت اور قلق کی انتہاء نہ رہی کہ جب میں نے دیکھا کہ حضرت قدس سرہ نے پوری تراویح خوب اطمینان سے پڑھی میں بار بار حضرت کو دیکھتا رہا اور اپنے اوپر افسوس کرتا رہا کہ کیوں جواب دیا اور کئی بار خیال آیا کہ حضرت سے عرض کردوں کہ حاجی صاحب کے حکم سے میں نے معذرت کی تھی، مگر مرحوم کے ڈر کے مارے اس کی بھی ہمت نہ ہوئی، مجھے خوب یاد ہے کہ نماز کے درمیان دو تین مرتبہ حضرت کے قریب گیا بھی اور یوں عرض کرنے کو جی چاہا کہ حضرت کے ضعف کی وجہ سے عذر کیا تھا، مگر حاجی صاحب کا خوف غالب رہا کہ مجھ پر ناراض ہونگے، مگر ندامت اور قلق اب تک بھی ہے۔

معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات

قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ

حضرت کے یہاں شب وروز کے معمولات:

نیز آپ بیتی نمبر ۶ ر لکھتے وقت جب مجاہدات کے ذیل میں اعلیٰ حضرت قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ کے معمولات رمضان لکھوائے گئے تو خیال ہوا کہ مضمون بالا کی مناسبت سے یہاں بھی نقل کرادیا جائے، آپ بیتی نمبر ۶ ر میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مجاہدات میں یہ لکھا گیا ہے کہ ریاضت ومجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا اور ترس کھایا کرتے تھے، چنانچہ اس پیرانہ سالی میں جبکہ آپ ستر سال کی عمر سے متجاوز ہوگئے تھے، کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر کا روزہ اور بعد مغرب چھ کی جگہ بیس رکعت صلوٰۃ الاوابین پڑھا کرتے تھے، جس میں تخمیناً دو پارے قرآن مجید سے کم تلاوت نہ ہوتی تھی، پھر اس کے ساتھ رکوع سجدہ اتنا طویل کہ دیکھنے والوں کو سہو کا گمان ہو، نماز سے فارغ ہوکر مکان تک جانے اور کھانا کھانے کے لئے مکان پر ٹھہرنے کی مدت میں کئی پارے کلام مجید ختم کرتے تھے، پھر تھوڑی دیر بعد نماز عشاء اور صلوٰۃ التراویح جس میں گھنٹے سوا گھنٹے سے کم خرچ نہ ہوتا تھا تراویح سے فارغ ہوکر ساڑھے دس گیارہ بجے آرام فرماتے اور دو ڈھائی بجے ضرور ہی اٹھ کھڑے ہوتے تھے، بلکہ بعض دفعہ خدام نے ایک ہی بجے آپ کو وضو کرتے پایا اس وقت اٹھ کر ڈھائی تین گھنٹے تک تہجد میں مشغولیت رہتی تھی، بعض مرتبہ سحر کھانے کے لئے کسی خادم کو پانچ بجے جانے کا اتفاق ہوا تو آپ کو نماز ہی میں مشغول پایا، صلوٰۃ فجر کے بعد آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک وظائف اور اوراد اور مراقبہ وملاحظہ میں مصروفیت رہتی، پھر اشراق پڑھتے اور چند ساعت استراحت فرماتے۔

نہیں جی یہ کم ہمتی کی بات ہے:

اتنے ڈاک آجاتی تو خطوط کے جوابات اور فتاویٰ لکھواتے اور چاشت کی نماز سے فارغ ہوکر قیلولہ فرماتے تھے، ظہر کے بعد حجرہ شریفہ بند ہوجاتا اور تاعصر کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے باوجود یہ کہ اس رمضان میں جس کا مجاہدہ لکھا گیا ہے پیرانہ سالی ونقاہت کیساتھ وجع الورک کی تکلیف شدید کا یہ عالم تھا کہ استنجا گاہ سے حجرہ تک تشریف لانے میں حالانکہ پندرہ سولہ قدم کا فاصلہ ہے، مگر راہ میں بیٹھنے کی نوبت آتی تھی، اس حالت پر فرائض تو فرائض نوافل بھی کبھی بیٹھ کر نہیں پڑھے اور ان میں گھنٹوں کھڑا رہنا، بارہا خدام نے عرض کیا کہ آج تراویح بیٹھ کر ادا فرماویں تو مناسب ہے، مگر آپ کا جواب یہی تھا ''نہیں جی یہ کم ہمتی کی بات ہے'' اللہ رے ہمت آخر ''افلا اکون عبداً شکوراً'' کے قائل کی نیابت کوئی سہل نہ تھی جو اس ہمت کے بغیر حاصل ہوجاتی۔

نصف ختم قرآن مجید آپؒ کا یومیہ معمول:

یوں تو ماہ رمضان المبارک میں آپ کی ہر عبادت میں بڑھوتری ہوجاتی تھی، مگر تلاوت کلام اللہ کا شغل خصوصیت کے ساتھ اس درجہ بڑھتا تھا کہ مکان تک آنے جانے میں کوئی بات نہ فرماتے تھے، نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تخمیناً نصف ختم قرآن مجید آپ کا یومیہ معمول قرار پایا تھا، جس شب کی صبح کو پہلا روزہ ہوتا آپ حاضرین جلسہ سے فرمادیا کرتے تھے کہ آج سے کچہری برخواست، رمضان کو بھی آدمی ضائع کرے تو افسوس کی بات ہے، اس مجاہدہ پر غذا کی یہ حالت تھی کہ کامل رمضان بھر کی خوراک پانچ سیر اناج تک پہنچنی دشوار تھی۔

ماہِ مبارک کے معمولات:

تذکرۃ الرشید میں دوسری جگہ ماہ مبارک کے معمولات میں حکیم اسحٰق صاحب

نہٹوری خلیفہ حضرت امام ربانی کی ایک تحریر لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں: رمضان شریف میں صبح کو خلوت خانہ سے دیر میں برآمد ہوتے، موسم سرما میں اکثر دس بجے تشریف لاتے، نوافل اور قراءت قرآن وسکوت ومراقبہ میں بہ نسبت دیگر ایام بہت زیادتی ہوتی، سونا اور استراحت نہایت قلیل، کلام بہت کم کرتے بعد نماز مغرب ذرا دیر خلوت نشینی کا ذائقہ لے کر کھانا تناول فرماتے تراویح کی بیس رکعت اوائل میں خود پڑھاتے تھے اور آخر میں صاحبزادہ مولوی حافظ حکیم محمد مسعود احمد صاحب کے پیچھے پڑھتے، بعد وتر دو رکعت طویل کھڑے ہو کر کبھی بیٹھ کر پڑھتے دیر تک متوجہ بقبلہ بیٹھ کر پڑھتے رہتے، پھر ایک سجدہ تلاوت کر کے کھڑے ہو جاتے تھے، بندہ نے بعض الفاظ سن کر اندازہ کیا ہے کہ اس درمیان میں سورہ تبارک الذی اور سورہ سجدہ اور سورہ دخان پڑھتے تھے، اکثر تمام عشرۂ ذی الحجہ اور عاشورا اور نصف شعبان کا روزہ رکھتے۔

تراویح کی امامت کا عجیب قصہ:

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے یہ واقعہ بہت دفعہ سنایا کہ حضرت قدس سرہ کی حیات کے آخری رمضان میں قرآن پاک میں نے سنایا کہ حکیم مسعود صاحبؒ نے کسی مجبوری کی وجہ سے قرآن پاک سنانے سے عذر فرما دیا تھا والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ماہِ مبارک سے کئی دن پہلے یہ فرمانا شروع کیا کہ اب کے تو مسعود احمد معذور ہے ہمیں تراویح کون پڑھاوے گا، والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں بار بار اس لفظ کو سنتا مگر ادباً یہ کہنے کی ہمت نہ پڑتی کہ میں پڑھا دوں گا، ماہ مبارک سے دو دن قبل حضرت نے ارشاد فرمایا مولوی یحییٰ تم بھی تو حافظ ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت حافظ تو ضرور ہوں، مگر میں تو فارسی میں قرآن پڑھتا ہوں اور حضرت والا حکیم صاحب کے قرآن سننے کے عادی ہیں جو جید قاری ہیں، حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ نہیں تمہارا قرآن تو میں نے سنا ہے بس اب کے تو تم ہی تراویح پڑھا دیجیو والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ

پہلے دن تو مجھ پر بہت بوجھ پڑا اور سوا پارہ قرآن پاک کا دن میں دیکھ کر پڑھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کرنے کے بعد چھ مہینے تک ایک قرآن روز دیکھ کر پڑھا کرتا تھا، لیکن اس کے بعد سے کبھی دیکھ کر پڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی یوں فرمایا کرتے تھے پہلے دن سوا پارہ تو دن میں دیکھ کر پڑھا تھا، پھر دوسرے دن سے خوف نکل گیا، پھر سارے رمضان دیکھ کر پڑھنے کی نوبت نہ آئی۔ فقط۔

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہاں قرآن پاک حفظ پڑھنے کا تو اس قدر زور تھا کہ شاید کہیں لکھوا چکا ہوں کہ وہ اپنے تجارتی کتب خانہ کے پیکٹ وغیرہ اپنے ہاتھ سے بنایا کرتے تھے، خود ہی پتے لکھا کرتے تھے اور اس وقت بالجہر قرآن پاک پڑھا کرتے تھے نہ اس میں کوئی متشابہ لگتا تھا۔

دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن ختم فرما لیتے:

مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الخلیل میں ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری درخواست پر رمضان میں قرآن شریف سنانے کے لئے میرٹھ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن ختم فرما لیتے اور افطار کا وقت ہوتا تو ان کی زبان پر قل اعوذ برب الناس ہوتی تھی۔

تین دن میں باطمینان ختم قرآن فرما دیا:

ریل سے اترے تو عشاء کا وقت ہو گیا تھا، ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی اس لئے مسجد میں قدم رکھتے ہی مصلے پر آ گئے اور تین گھنٹے میں دس پارے ایسے صاف اور رواں پڑھے کہ نہ کہیں لکنت تھی نہ متشابہ گویا قرآن شریف سامنے کھلا ہوا ہے اور باطمینان پڑھ رہے ہیں، تیسرے دن ختم فرما کر روانہ ہو گئے کہ دور کی ضرورت تھی نہ سامع کی، میرٹھ کے اس سفر کے متعلق والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میرٹھ کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ جب لوگوں میں یہ تذکرہ ہوا کہ ایک شخص سہارنپور سے تین دن میں قرآن شریف

سنانے کے لئے آ رہا ہے تو تیس چالیس حافظ محض امتحان کے لئے میرے پیچھے تراویح پڑھنے آئے تھے۔

حضرت والد صاحبؒ دو، تین شب میں قرآن ختم فرماتے تھے:

والد صاحب کو رمضان المبارک میں میری طرح بخار نہیں آتا تھا، دوستوں کے اصرار پر ایک دو دن کے لئے ان کے یہاں جا کر دو شب یا زیادہ سے زیادہ تین شب میں تراویح میں ایک قرآن پڑھ کر واپس آجاتے تھے، مساجد میں عموماً تین شب میں ہوتا تھا، غیر مساجد میں ایک یا دو شب میں بھی ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم رئیس بہٹ کے اصرار پر دو شب میں ان کے مردانہ مکان میں قرآن پاک سنا کر آئے تھے، مسجد نواب والی قصاب پورہ دہلی میں بھی ایک دفعہ قرآن سنانا مجھے یاد ہے عزیز مولوی نصیر الدین سلمہ حکیم اسحٰق صاحب مرحوم کی مسجد میں ایک مرتبہ قرآن پاک سنا رہے تھے۔

سولہ رکعات میں سولہ پارے ختم کر دیئے:

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کسی سفر سے واپس تشریف لائے حکیم اسحٰق صاحب کی بیٹھک میں استراحت فرمانے تشریف لے گئے نصیر الدین کا چودھواں پارہ تھا سامع بار بار لقمے دے رہا تھا وہ باوضو تھے مسجد میں تشریف لے گئے نصیر الدین کو سلام پھیرنے کے بعد مصلے پر سے ہٹا کر سولہ رکعات میں سولہ پارے ختم کر دیئے مصلیوں کو گرانی تو ضرور ہوئی مگر لوگوں کو جلد قرآن پاک ختم ہونے کی خوشی مشقت پر غالب ہوا کرتی ہے، بارہویں رات میں قرآن ختم کر کے سب تکان بھول گئے۔

ساری رات نوافل میں قرآن سنانے کا معمول:

بعض اعزہ کے اصرار پر کاندھلہ میں بھی امی بی (میرے والد صاحب کی نانی اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کی صاحبزادی امۃ الرحمٰن جن کا عرف امی بی پڑ گیا تھا)

کے مکان پر اخیر زمانہ میں ایک دفعہ قرآن شریف سنانے کا حال تو مجھے بھی معلوم ہے اور اپنی جوانی کا وہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ ساری رات نوافل میں قرآن سنانے میں گذرتی تھی اور چونکہ ہمارے یہاں نوافل میں چار سے زیادہ مقتدیوں کی اجازت نہیں ہوتی تھی اس لئے مستورات تو بدلتی رہتی تھیں اور میرے والد صاحب مسلسل پڑھتے رہتے تھے، میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ نے بھی کبھی رمضان المبارک امی بی کی وجہ سے کاندھلہ گذارا، تراویح تقریباً ساری رات میں پوری ہوتی تھی، مسجد سے فرض پڑھنے کے بعد مکان تشریف لے جاتے تھے اور سحر تک تراویح میں چودہ پندرہ پارے پڑھتے تھے، مولانا رؤف الحسن صاحبؒ میرے والد صاحب کے حقیقی ماموں اور میرے سابقہ اہلیہ مرحومہ کے والدان کا مفصل قصہ تو آپ بیتی نمبر ۶ ر کے تقویٰ کے مضمون میں آئے گا، اس کا یہ جزء یہاں کے مناسب ہے کہ ۳۰ ر رمضان المبارک کو الٓمٓ سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ تک ایک رکعت میں اور دوسری میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر سحر کے وقت اپنی والدہ یعنی امی بی سے یہ کہہ کر کہ دو رکعت میں نے پڑھا دیں اٹھارہ آپ پڑھ لیں اور ان کی والدہ امی بی نے سارا قرآن کھڑے ہو کر سنا، بات پر بات نکلتی جاتی ہے، مگر یہ واقعات بھی اکابر کے ماہ مبارک کے معمولات میں داخل ہیں اس لئے زیادہ بے محل نہیں۔



معمولات رمضان ونظام الاوقات

حضرت اقدس حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہٗ

حضرت اقدس سرہ کے ماہ مبارک کے تفصیلی حالات تو مجھے نہیں ملے اور اب کوئی ایسا ہے بھی نہیں جس سے تحقیقات کی جاسکے۔

حضرت حجۃ الاسلامؒ نے ماہ مبارک میں قرآن پاک حفظ کرلیا:

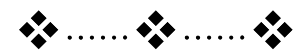
البتہ یہ مشہور ہے کہ حضرت نے ۱۲۷۷ھ کے سفر حجاز میں ماہ مبارک میں قرآن پاک حفظ کیا تھا روزانہ ایک پارہ یاد کرکے تراویح میں سنایا کرتے تھے۔

فقط دو سال رمضان میں میں نے قرآن پاک یاد کرلیا:

مگر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے سوانح قاسمی میں تحریر فرمایا کہ جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ میں حج کے لئے روانہ ہوئے آخر ذی قعدہ میں مکہ مکرمہ پہنچے، بعد حج مدینہ شریف پہنچے اور ماہ صفر میں مدینہ پاک سے مراجعت فرمائی ربیع الاول کے اخیر میں بمبئی پہنچے اور جمادی الثانی تک وطن پہنچے، جاتے ہوئے کراچی سے جہاز بادبانی میں سوار ہوئے تھے رمضان کا چاند دیکھ کر مولوی صاحب نے قرآن شریف یاد کیا تھا اور وہاں سنایا، بعد عید مکلاً پہنچ کر حلواء مسقط خرید فرما کر شیرینی ختم دوستوں کو تقسیم فرمائی، مولوی صاحب کا اس سے پہلے قرآن یاد کرنا کسی کو ظاہر نہ ہوا تھا، بعد ختم مولوی صاحب فرماتے تھے کہ فقط دو سال رمضان میں میں نے یاد کیا اور جب یاد کیا پاؤ سپارہ کی قدر یا کچھ اس سے زائد یاد کرلیا پھر تو بہت کثرت سے پڑھتے۔

تمام رات نوافل میں تنہا قرآن پڑھتے رہے:

ایک بار یاد ہے کہ ستائیس پارے ایک رکعت میں پڑھے اگر کوئی اقتداء کرتا رکعت کر کے یعنی سلام پھیر کر اس کو منع فرما دیتے اور تمام شب تنہا پڑھتے رہتے (سوانح قاسمی) مشہور قول میں ایک سال اور حضرت کے ارشاد میں دو سال اور پاؤ پاؤ پارہ یاد کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رمضان میں کچھ حصہ پاؤ پاؤ پارہ یاد کیا اور دوسرے رمضان میں جو سفر حج میں تھا ایک ایک پارہ پڑھ کر اس کی تکمیل فرمائی۔



معمولات رمضان ونظام الاوقات

سیدالطائفہ حضرت الحاج امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ

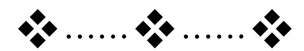
سید الطائفہ حضرت الحاج امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے رمضان کے معمولات حضرت حکیم الامت نوراللہ مرقدہ نے امدادالمشتاق میں نقل کئے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں:

یہ فقیر عالم شباب میں اکثر راتوں کونہیں سویا:

یہ فقیر عالم شباب میں اکثر راتوں کونہیں سویا خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب دولڑ کے نابالغ حافظ یوسف والد حافظ ضامن صاحب وحافظ احمد حسین میرا بھتیجا سوا سوا پارہ عشاء تک سناتے تھے۔

تمام رات قرآن سنتے ہوئے گذاردیتے:

بعد عشاء دو حافظ اور سناتے تھے، ان کے بعد ایک حافظ نصف شب تک اس کے بعد تہجد کی نماز میں دو حافظ، غرض کہ تمام رات اسی میں گذر جاتی تھی۔ (امدادالمشتاق)



معمولات رمضان ونظام الاوقات

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کے رمضان المبارک کے معمولات تذکرۃ الخلیل میں یہ لکھے ہیں: کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم قرآن پاک سے شغف تھا (دودن کے دیہات میں بیسیوں مکاتب قرآن پاک کے جاری کرائے)۔

رات کا اکثر حصہ تلاوت میں گذارتے:

اسی طرح خود تلاوت کلام اللہ سے عشق تھا، آپ حافظ قرآن تھے اور شب کا قریب قریب سارا وقت تلاوت میں صرف ہوتا تھا۔

حضرت چوبیس گھنٹوں میں ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ سوتے تھے:

رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں شاید آپ گھنٹہ بھر سے زیادہ نہ سوتے ہوں اور اسی لئے آپ کو لوگوں سے وحشت ہوتی تھی کہ معمول تلاوت میں حرج ہوتا تھا، عصر ومغرب کے درمیان کا وقت عام دربار اور سب کی ملاقات کے لئے مخصوص تھا، (از زکریا صبح کے وقت میں بھی نو دس بجے کے قریب ایک گھنٹہ مہمانوں کی عمومی ملاقات کا وقت تھا)۔

حضرتؒ رمضان میں کسی سے نہ ملتے:

اوراس کے علاوہ بغیر کسی خاص ضرورت کے آپ کسی سے نہ ملتے اور حجرہ شریف کا دروازہ بند فرما کر خلوت کے مزے لوٹتے اور اپنے مولائے کریم سے راز ونیاز میں مشغول رہا کرتے تھے خوراک آپ کی بہت ہی کم تھی۔

ماہِ مبارک میں مجاہدہ بڑھ جاتا تھا:

اور ماہ رمضان میں تو مجاہدہ اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو ترس آتا تھا، (ماہ مبارک میں صبح اور عصر کے بعد کی مجلس بھی موقوف ہو جاتی تھی، زکریا) افطار و سحر دونوں کا کھانا بمشکل دو پیالی چائے اور آدھی یا ایک چپاتی ہوتا تھا، شروع میں آپ قرآن مجید تراویح میں خود سناتے اور دو بجے ڈھائی بجے فارغ ہوتے تھے (ہکذا فی الاصل) مگر آخر میں دماغ کا ضعف زیادہ بڑھ گیا تو سامع بنتے اور اپنی تلاوت کے علاوہ تین چار ختم سن لیا کرتے تھے، ماہ مبارک میں چونکہ تمام رات اور تمام دن آپ کا مشغلہ تلاوت کلام اللہ رہتا تھا، اس لئے تمام مہمانوں کی آمد آپ روک دیا کرتے تھے۔

ملاقات و مکاتبت کا سلسلہ بند رہتا:

(از زکریا مہمانوں کا ہجوم تو رمضان میں اعلیٰ حضرت رائپوری کے یہاں بہت بڑھ جاتا تھا البتہ ملاقات بالکل بند تھی، جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نمازوں کے لئے مسجد آتے جاتے تو وہ لوگ دور سے زیارت کیا کرتے تھے) اور مکاتبت بھی پورے مہینے بند رہتی تھی کہ کوئی خط کسی کا بھی (الا ماشاء اللہ) عید سے قبل دیکھا یا سنا نہ جاتا تھا، اللہ جل جلالہ کا ذکر جس پیرایہ پر بھی ہو آپ کی اصل غذا تھی، اور اسی سے آپ کو وہ قوت پہنچتی تھی، جس کے سامنے دواء المسک اور جواہر مہرہ ہیچ تھا۔ (تذکرۃ الخلیل)

ماہ مبارک میں لوگ صرف زیارت کرتے تھے:

یہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ کے یہاں رمضان میں ہجوم تو بہت رہتا تھا، مگر حقیقی طالبین کا رہتا تھا جن کے لئے ماہ مبارک میں کوئی ملاقات کا وقت نہیں تھا صرف نماز کو آتے جاتے دور سے عشاق زیارت کیا کرتے تھے، لیکن جن لوگوں کے آنے پر حضرت نور اللہ مرقدہ کے قلب اطہر کو متوجہ ہونا پڑے ان کا آنا بڑا گراں تھا۔

آپ بیتی نمبر (۴) باب تحدیث بالنعمہ میں لکھوا چکا ہوں کہ اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے زمانہ حیات کے آخری رمضان میں میں نے اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کی خدمت میں رمضان ۳۴ھ گذارنے کی خواہش ظاہر کی تھی تو اعلیٰ حضرتؒ نے از راہ شفقت تحریر فرمایا کہ رمضان کہیں آنے جانے کا نہیں ہوتا اور نہ ملنے کا، اپنی جگہ یکسوئی سے کام کرتے رہو، اس کے بعد اس ناکارہ نے صرف اخیر عشرہ میں حاضری کی اجازت چاہی جس کا جواب میرے کاغذات میں مل گیا جو آپ بیتی نمبر ۴ رمیں لکھوا چکا ہوں کہ جو سبب شروع ماہ مبارک میں عدم قیام کا ہے وہ آخر ماہ میں بھی موجود ہے، باقی تم اور تمہارے ابا جان زبردست ہیں ہم غریبوں کی کیا چل سکے، یہ تمہاری زبردستی ہے کہ جو اس وقت ماہ مبارک میں جواب لکھوا رہا ہوں، باقی جو ذکر و شغل حضرت مولانا سلمہ نے تلقین فرمایا ہے وہی کرنا چاہئے، یہ خط تو وہاں گذر چکا۔

تیری وجہ سے حضرت کی یکسوئی میں فرق:

مگر میرے والد صاحبؒ نے فرمایا کہ تیری وجہ سے حضرت کی یکسوئی میں فرق پڑے گا اور حضرت کو تیرے کھانے پینے کا فکر رہے گا اس لئے حضرت کا حرج نہ کر، اس واقعہ کو تفصیل سے وہاں لکھوا چکا ہوں۔



معمولات رمضان ونظام الاوقات

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے رمضان کے معمولات کے متعلق فضائل رمضان میں بھی دو چار حرف آچکے ہیں۔

رمضان کا مہینہ طائف میں نہایت بدامنی کی حالت میں واقع ہوا تھا:

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ سفر نامہ اسیر مالٹا میں تحریر فرماتے ہیں، چونکہ رمضان کا مہینہ طائف میں نہایت بدامنی کی حالت میں واقع ہوا تھا، اس لئے نہ تو دن میں حسب خواہش لوگوں کو خوراک کا انتظام کرنا ممکن ہوتا تھا نہ مساجد میں تراویح وغیرہ کا انتظام حسب ضرورت پر رہا تھا، مسجد ابن عباسؓ وہاں کی بڑی مسجد ہے اس میں بھی تراویح **الم ترکیف** سے ہوتی تھی اور اس میں بھی بہت کم آدمی آتے تھے باقی لوگ محلّہ کی مسجدوں اور اپنے مکانوں میں پڑھتے تھے، کیونکہ گولیاں ہر وقت اوپر سے گزرتی رہتی تھیں، مولانا نے بھی اولاً مسجد ابن عباس رضی اللہ عنہما میں حسب عادت سابقہ تراویح پڑھنی شروع کی، مگر چونکہ راستہ وہاں کا ایسا تھا جہاں پر گولیاں برابر آتی رہتی تھیں، اس لئے اس مسجد میں جاتے وقت خطرہ ضرور رہتا تھا۔

ایک شب کا اہم واقعہ:

اور پھر ایک شب میں یہ واقعہ پیش آیا کہ نماز مغرب پڑھ کر ابھی فارغ ہوئے ہی تھے ابھی تک نفل وغیرہ پڑھ ہی رہے تھے، اندھیرا ہو چکا تھا کہ بدوؤں نے ہجوم کیا مسجد ابن عباس کی چھت اور میناروں پر بھی ایک بڑا دستہ ترکی فوجیوں کا تھا اور مسجد کے دروازے پر

بھی مورچہ تھا، غرض کہ طرفین میں خوب تیز گولی اور گولوں کی بارش دیر تک ہوتی رہی خود مسجد میں بھی برابر گولیاں برستی رہیں، جو لوگ مسجد میں باقی تھے وہ ایک کونے میں جدھر گولیوں کے آنے کا گمان نہ تھا بیٹھ گئے اس روز تراویح بھی نہیں ہوئی فقط چند آدمیوں نے بوقت نماز عشاء فرض عشاء ایک طرف پڑھ کر جب کچھ سکون ہوا چلے گئے، اس کے بعد احباب نے اصرار کیا کہ آپ مسجد ابن عباسؓ میں نماز کے لئے نہ جایا کریں دروازۂ مکان کے قریب جو مسجد ہے اس میں ہمیشہ نماز باجماعت پڑھا کیں، چنانچہ تمام رمضان اوقات خمسہ کی نماز وہاں پڑھتے تھے، اس سال تراویح فقط الم ترکیف سے پڑھی گئی۔

مولانا سحر تک عبادت میں مشغول رہتے:

اس کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نوافل میں سحر کے وقت تک مسجد میں مشغول رہتے تھے، مولوی عزیر گل صاحب اور کاتب الحروف (حضرت شیخ الاسلامؒ) اسی مسجد میں علیحدہ علیحدہ نفلوں وغیرہ میں وقت گذارتے، چونکہ گرمیوں کی رات تھی جلد تر سحور کا وقت ہو جاتا تھا۔

سحری میں کھانے کا معمول:

پھر آکر کچھ سحری پکاتے جو اکثر میٹھے چاول ہوتے تھے، مگر چونکہ شکر وہاں ملتی نہ تھی اس لئے شہد کو بجائے شکر چاول اور چائے میں استعمال کرتے تھے، اور اکثر تو نمکین چاول بغیر گوشت پکایا جاتا تھا، اس وقت طائف میں چاول وغیرہ بھی دستیاب ہونا مشکل ہوتا تھا، ایک آنہ والی روٹی آٹھ آنے کو بمشکل ملتی تھی، مگر دہلی کے تاجروں میں سے حاجی ہارون مرحوم نے تھوڑے چاول مولانا مرحوم کے لئے ہدیۃً بلا طلب بھیج دیئے تھے جو کہ عمدہ قسم کے تھے انہوں نے بہت کام دیا، اس مدت میں جو کہ تقریباً دو ماہ تھے ہم نے دس بارہ اشرفی طائف میں بوجہ سخت گرانی کھا ڈالیں۔ (اسیر مالٹا)

رات کا اکثر حصہ قرآن مجید سننے میں گذارتے:

حضرت مولانا الحاج سید اصغر حسین میاں صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سوانح شیخ الہند میں تحریر فرماتے ہیں رمضان المبارک میں مولانا کی خاص حالت ہوتی تھی اور دن رات عبادت خداوندی کے سوا کوئی کام ہی نہ ہوتا دن کو لیٹتے اور آرام فرماتے، لیکن رات کا اکثر حصہ بلکہ تمام رات قرآن مجید سننے میں گذار دیتے (از: زکریا حضرت شیخ الہند قدس سرہ خود حافظ نہیں تھے)۔

متعدد حفاظ کرام سے قرآن پاک سننے کا معمول:

کئی کئی حافظوں کو سنانے پر مقرر رکھتے، اگر وہ باہر کے رہنے والے خادم وشاگرد ہوتے تو ان کے قیام وطعام کا اہتمام فرماتے اور تمام مصارف برداشت فرماتے کبھی اپنے مرشد زادہ مولانا حافظ محمد احمد صاحب (مہتمم دارالعلوم) سے اصرار کر کے کئی کئی قرآن مجید سنتے۔ کبھی اپنے بے تکلف پیر بھائی حافظ انوار الحق مرحوم سے کبھی اپنے چھوٹے بھائی مولوی محمد محسن صاحب کو مقرر فرماتے، اور کبھی اپنے عزیز بھانجے مولوی محمد حنیف صاحب کو اور اخیر زمانہ میں اکثر مولوی حافظ کفایت اللہ صاحب اس خدمت سے سرفراز ہوتے تھے، تراویح سے فارغ ہو کر بہت دیر تک حاضرین کو مضامین علمیہ اور حکایات اکابر سے محظوظ فرماتے اور پھر اگر موقع ملتا تو چند منٹ کے لئے لیٹ جاتے، اس کے بعد نوافل شروع ہوتیں ایک حافظ دو چار پارے سنا کر فارغ ہو کر آرام کرتا مگر حضرت اسی طرح مستعد رہتے اور دوسرا حافظ شروع کر دیتا۔

طویل قیام کے سبب پاؤں ورم کر جاتے:

اسی طرح متعدد حفاظ باری باری کئی کئی پارے سناتے، قاری بدلتے رہتے تھے، مگر مولانا کبھی دو تین بجے تک اور کبھی بالکل سحر کے وقت تک اسی طرح کھڑے سنتے رہتے،

بعض رمضان میں فرائض مسجد میں پڑھ کر مکان میں باجماعت خدام وحاضرین تراویح ختم ہو جاتی تو کوئی حافظ نوافل میں شروع کر دیتا تمام رات یہی لطف رہتا تھا اور اس قدر طویل قیام کے بعد جب پاؤں ورم کر جاتے تو خدام ومخلصین کو رنج ہوتا اور حضرت دل میں خوش ہوتے کہ ”حتی تورمت قدماه“ میں سیدالاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب ہوا، ایک مرتبہ تقلیل طعام اور قلت منام اور پھر طول قیام سے رمضان المبارک میں نہایت ضعیف ہو گئے، پاؤں کا ورم بہت زیادہ ہو گیا، مگر قلبی شوق چین نہ لینے دیتا تھا، کثیر مقدار میں قرآن مجید سننے کے لئے مستعد تھے۔

کوئی شخص آہستہ آہستہ پاؤں دبا رہا ہے:

آخر لاچار ہو کر مکان میں سے عورتوں نے مولوی حافظ کفایت اللہ صاحبؒ کو کہلا بھیجا کہ آج کسی بہانے سے قلیل مقدار پر بس کر دینا، مولوی صاحب نے تھوڑا سا پڑھ کر اپنی طبیعت کی کسل اور گرانی کا عذر، حضرت کو دوسروں کی راحت کا بہت خیال رہتا تھا، خوشی سے منظور کر لیا، اندر حافظ صاحب لیٹ گئے باہر مولانا، مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص آہستہ آہستہ پاؤں دبا رہا ہے، انہوں نے ہوشیار ہو کر جب دیکھا کہ خود حضرت شیخ الہندؒ ہیں تو ان کی حیرت اور ندامت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، وہ اٹھ کھڑے ہو گئے اور مولانا فرمانے لگے کہ نہیں بھائی کیا حرج ہے، تمہاری طبیعت اچھی نہیں ہے ذرا راحت آجائیگی۔

(سوانح شیخ الہند اصغری)

آخری رمضان کا تذکرہ:

دوسری جگہ مالٹا سے واپسی کے بعد آخری رمضان کے تذکرہ میں سید صاحب لکھتے ہیں رمضان المبارک کی متبرک راتوں میں تراویح کے بعد دارالعلوم تشریف لے جاتے، طلبہ مدرسین منتظمین سب جمع ہو جاتے، آدھی آدھی رات سے زیادہ گزر جاتی، مولانا کے لطائف وفیوض سے حاضرین محفوظ ہوتے رہتے تھے، آہ، کس کو معلوم تھا کہ یہ آخری دور ہے!

اس سیہ کار کو حضرت رحؒ کی خدمت میں حاضری کی نوبت نہیں آتی:

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے معمولاتِ رمضان کے میں نے فضائل رمضان کی تالیف کے وقت بھی احباب سے معلوم کرنی چاہی اس لئے کہ اس سیہ کار کو اپنی محرومی کی وجہ سے کبھی ماہ رمضان میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری کی نوبت نہیں آئی، اس لئے حضرت قدس سرہ کی حیات میں بھی اپنے مخلص بزرگ خواجہ عزیز الحسن صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جو آپ بیتی نمبر ۵ رمیں طبع ہو چکا اور اس رسالہ میں بھی حضرت سہارنپوری قدس سرہ کے حالات میں گزر چکا اور اب اس وقت اس رسالہ کی تالیف کے وقت بھی حضرت قدس سرہ کے متعدد خدام سے جن کو ماہِ مبارک میں حضرت کی خدمت میں جزءً یا کلاًّ حاضری کی سعادت حاصل ہوتی اس سے دریافت کیا، مگر تادم تحریر تو مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔

حضرت حکیم الامت رحؒ خود قرآن شریف سناتے تھے:

البتہ معمولات اشرفیہ میں یہ مضمون لکھا ہے کہ رمضان میں حضرت والا اکثر خود قرآن شریف سناتے ہیں اور بلا مانع قرآن سناتے کبھی نہیں چھوڑتے نصف قرآن تک سوا پارہ پھر ایک پارہ روز پڑھتے ہیں، ستائیسویں شب کو اکثر ختم کرتے ہیں، جو خوبیاں حضرت والا کے پڑھنے میں ہیں وہ سننے ہی سے تعلق رکھتی ہیں، ترتیل وہی رہتی ہے، جو عام طور سے نماز پڑھانے میں ہوتی ہے، اگر کبھی جلدی بھی پڑھانا ہوتا ہے تو حرفوں کا تناسب وہی قائم رہتا ہے جو آہستہ پڑھنے میں ہوتا ہے اوقاف ولہجہ کی رعایت جیسی حضرت والا کے پڑھنے میں ہوتی ہے، کہیں کم پائی جاسکتی ہے، یاد اتنا اچھا ہے کہ متشابہ شاذ ونادر ہی لگتا ہے، کوئی لفظ یا کوئی آیت پوچھی جائے کہ کہاں آئی ہے تو فی البدیہہ جواب دے سکتے ہیں۔

حضرت والاؒ کی اقتداء میں جماعت تراویح کا مجموعہ:

بمقام کانپور جماعت تراویح میں مجمع اس قدر ہوتا تھا کہ جو کوئی مغرب کے بعد پھرتی کے ساتھ کھانا کھا کر پہنچ گیا تو جگہ ملی ورنہ محروم رہا اس قدر مجمع میں سجدۂ تلاوت کرنے میں دقت تھی اور بہتوں کی نماز جاتے رہنے کا اندیشہ تھا، اس واسطے ایک مرتبہ اس روایت پر عمل کیا گیا کہ آیت سجدہ کے بعد اگر فوراً رکوع کیا جاوے تو سجدۂ صلوٰۃ میں سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جاتا ہے، مگر تعریف یہ ہے کہ رکعتیں چھوٹی بڑی نہیں ہوتی تھی۔

رمضان میں افطار مہمانوں کے ساتھ فرماتے تھے:

رمضان میں روزہ عموماً مدرسہ میں مہمانوں کے ساتھ افطار فرماتے ہیں اور اذان اول وقت بہت ٹھیک وقت پر ہوتی ہے اور اطمینان کے ساتھ افطار کر کے ہاتھ دھو کر کلی کر کے باطمینان وسکون نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اذان اور جماعت کے درمیان اتنا وقت بخوبی ہوتا ہے کہ کوئی چاہے تو اطمینان سے وضو کر لے اور تکبیر اولیٰ نہ جائے۔

نماز مغرب سے فارغ ہو کر کھانا نوش فرماتے تھے:

اہل محلّہ اپنے گھروں پر افطار کر کے بخوبی تکبیر اولیٰ میں شریک ہوتے ہیں، نماز مغرب سے حسب معمول مع اوراد فارغ ہو کر کھانا نوش فرماتے ہیں اور عشاء کی نماز کے لئے روزانہ وقت کے قریب ہی کھڑے ہوتے ہیں، تراویح نہایت اطمینان کے ساتھ پڑھتے ہیں، بین الترویحات اذکار مسنونہ ادا فرماتے ہیں، رکعات کے رکوع وسجود ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تمام نمازوں کے۔

باجماعت تہجد کا اہتمام نہیں تھا:

تہجد کے وقت بھی قراءت اکثر سری اور کبھی جہری کرتے ہیں، اگر مسجد میں بوجہ معتکف ہونے کے ہوتے ہیں تو بسا اوقات حضرت کے پیچھے تہجد میں دو چار آدمی مقتدی بن

جاتے ہیں اور حضرت اس کو منع نہیں کرتے، ہاں اس کا اہتمام بھی نہیں کرتے کہ تہجد جماعت کے ساتھ ہوا کرے، بلکہ ایک مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ آنکھ ذرا دیر میں کھلی تو مقررہ قرآن دو رکعت میں پڑھ کر فرمایا سحری کھالو پھر اگر وقت بچے تو اپنا اپنا تہجد پورا کرلو، بعد تہجد آرام فرما کر فجر کے لئے حسب معمول اٹھ بیٹھتے ہیں، دن اور رات کے تمام معمولات جاری رہتے ہیں، کبھی اعتکاف کرتے ہیں۔

پورے عشرۂ اخیرہ یا تین روز کا اعتکاف فرماتے تھے:

پورے عشرۂ اخیرہ یا تین روز اعتکاف میں رہتے ہیں، اس وقت انوار و برکات کا گویا مینہ برستا ہے اعتکاف میں تصنیف کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ ''قصد السبیل'' اعتکاف ہی میں آٹھ دن میں لکھی گئی ہے، ایک اور کتاب بھی قصد السبیل کے ساتھ ان ہی دنوں میں لکھی گئی تھی، یعنی ''الفتوح فیما یتعلق بالروح'' ایک مرتبہ احقر (حکیم محمد مصطفیٰ) کو ۲۸ / رمضان کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا موقع ملا خیال غالب یہ تھا کہ قرآن ختم ہو گیا ہوگا۔

حضرتؒ کے یہاں ختم قرآن پر نہ مٹھائی بٹی نہ دوسرا چراغ جلتا:

کیونکہ اکثر جگہ ستائیسویں شب میں ختم ہو جاتا ہے، نیز مسجد کی کسی ہیئت میں یا جماعت میں معمول کے خلاف کوئی تبدیلی نہ تھی اور اس کے خلاف کا واہمہ بھی نہ ہوا اور اتفاقی بات ہے کہ حضرت نے تراویح سورۂ والضحیٰ سے شروع کی اس سے اور اس خیال کی تائید ہوئی، کیونکہ والضحیٰ سے اکثر اس وقت پڑھتے ہیں، جبکہ قرآن ختم ہو چکا ہو، جب حضرت نے سورۂ اقراء پر بسم اللہ پڑھی تو خیال ہوا کہ آج ختم کا دن ہے، چنانچہ یہ خیال صحیح نکلا، بعد ختم دعا مانگی گئی، جس میں معمول سے کچھ بین زیادتی نہ تھی، اور ایک چراغ جو روزانہ جلتا تھا اس کے علاوہ نہ کوئی دوسرا چراغ تھا اور نہ آدمیوں میں زیادتی تھی نہ مٹھائی بٹی، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کچھ مٹھائی بانٹوں، مگر حضرت نے منع

فرمادیا کہ آج نہیں آپ کا دل چاہے تو کل کو بانٹ دیجئے، نہ اجوائن وغیرہ پر دم ہوا حضرت نے اوائل سورۂ بقرہ الی **المفلحون** تک پڑھا۔ (معمولات اشرفی)

تہجد میں آٹھ رکعت پڑھنے کا معمول:

دوسری جگہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے روزانہ کے معمولات میں لکھتے ہیں کہ حضرت اکثر نصف شب کے بعد تہجد کے لئے اٹھتے ہیں، کبھی سدس لیل میں کبھی اس سے مقدم مؤخر اکثری عادت آٹھ رکعت کی ہے کبھی کم زیادہ بھی، ماہ مبارک میں تہجد کی نماز میں ایک پارہ روزانہ پڑھتے دیکھا اور بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ جب حضرت تہجد کی نماز پڑھتے تو محسوس ہوتا تھا کہ ایک نور مثل صبح صادق اوپر کو اٹھتا اور سفید رنگ کے شعلے حضرت کے جسم سے بار بار اوپر کو اڑتے تھے۔ (معمولات اشرفی)

طرز سیاست کو موعظت کی طرف منتقل کرنے کی وجوہ:

حسن العزیز جلد اوّل کے ملفوظات رمضان ۳۴ھ کے شروع میں ایک مضمون حضرت حکیم الامت نے خود تحریر فرمایا جس میں اپنے سابقہ طرز سیاست کو موعظت کی طرف منتقل کرنے کی وجوہ بیان کیں، اس میں تحریر ہے کہ اسی اثناء میں ماہ مبارک کا مہینہ ہزاروں خیر وبرکت کے ساتھ رونق افروز ہوا، چونکہ اس ماہ میں عموماً تعلقات کی تقلیل ہوجاتی ہے، بالخصوص امسال کہ بوجہ خستگی طبیعت کے مہینہ بھر کے جمعوں کا وعظ بھی دوسرے احباب کے سپرد کردیا گیا، تراویح میں ختم قرآن کے لئے بھی دوسرے صاحب تجویز کر لئے گئے، پہلے کی طرح کوئی سبق بھی شروع نہیں کرایا گیا، تعلیم ذکر وشغل کی بھی تعطیل رہی جو پارسال بھی رہی تھی تو اس طرح اب کا رمضان بہت ہی زیادہ بے تعلقی پر مشتمل تھا، اس وجہ سے اس تجویز کے آغاز نفاذ کے لئے یہ ماہ زیادہ مناسب معلوم ہوا، پس بنام خدا آج سے طرز سیاست کو طرز موعظت سے بدلتا ہوں اور حق تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں۔

افطار کے بعد کم کھانے کا معمول:

اس کے بعد ایک ملفوظ میں ارشاد ہے کہ افطار کے بعد کسی قدر کم کھاوے تا کہ سحری رغبت کے ساتھ کھائی جاوے، یہ بھی فرمایا کہ میں زائد چیزیں مثلاً آم وغیرہ بعد تراویح کے کھاتا ہوں تا کہ نماز میں گرانی نہ رہے اور رمضان المبارک میں کچھ نہ کچھ زائد چیزیں ہوتی ہی ہیں، کسی نے آم بھیج دیئے کسی نے پھلوریاں بھیج دیں، اور خود گھر میں بھی نئ چیزیں پکتی رہتی ہیں، آخر حدیث شریف میں ہے کہ "شهر يزاد فيه رزق المومن" یعنی مومن کا رزق رمضان میں بڑھ جاتا ہے۔

صرف دو گھنٹے سونے کا معمول:

اس کے آگے لکھتے ہیں فرمایا کہ مجھ سے رمضان شریف میں اور عبادتیں نہیں ہوتیں اوقات میں گڑبڑ ہو جاتی ہے بس آجکل روزہ اور تراویح کے سامنے ساری عبادتیں ماند ہو جاتی ہیں، گویا رمضان شریف کا پورا نور مجھے حاصل ہوتا ہے، تراویح میں قاری صاحب کا کلام مجید سن کر پھر مستورات میں جا کر چار رکعت میں اپنا کلام مجید سناتے ہیں اس میں لیٹتے لیٹتے بارہ بج جاتے ہیں، پھر ڈھائی بجے سحری کے لئے اٹھ بیٹھتے ہیں، پھر اکثر صبح تک نہیں سوتے، پھر نیند بھی حضرت کو بمشکل تمام بہت دیر کے بعد آتی ہے اور وہ کبھی آتی ہے کبھی نہیں، کمی نیند کی ہمیشہ سے سخت شکایت ہے، آجکل برائے نام دو گھنٹے سونے کو ملتے ہیں، پھر فرمایا کہ اس صورت میں تو خواہ مخواہ ہی سونے کا نام کرتا ہوں، ورنہ ہمت کروں تو ساری رات بیدار رہوں، دو گھنٹے بیٹھ کر کچھ پڑھتا ہوں، لیکن شاید اس لئے توفیق ہمت کی نہیں ہوتی کہ نفس کو یہ فخر کرنے کا موقع نہ ملے کہ ہم ساری رات جاگتے ہیں۔ (حسن العزیز)

معمولات بڑھا لے تو دوام کے خلاف نہیں:

ایک صاحب کے سوال پر کہ رمضان میں عبادات کی زیادتی دوام کے خلاف تو

نہیں تو فرمایا کہ اگر کوئی رمضان کے لئے اپنے معمولات بڑھالے تو دوام کے خلاف نہیں، کیونکہ اول ہی سے دوام کا قصد نہیں، حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کے اعمال رمضان میں زیادہ ہوجاتے تھے۔ (انفاس عیسیٰ)

رمضان ۱۳۳۷ھ کے معمولات ونظام الاوقات:

ایک جگہ مولوی حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری تحریر کرتے ہیں کہ امسال یعنی ۱۳۳۷ھ میں بندہ کا قیام تھانہ بھون میں رہا اور ماہ رمضان میں من اولہ الی آخرہ یہ عاجز تراویح میں شریک رہا حضرت والا نے قرآن شریف سنایا، چونکہ حضرت والا ہر کام میں سنت کا اتباع کرتے ہیں، اس لئے میرا دل چاہا کہ حضرت کے یہاں کی تراویح کا پورا نقشہ کھینچ دوں تا کہ جن حضرات کی نظر سے یہ مضمون گذرے وہ بھی اس کا اتباع کریں۔

عشاء سے متعلق معمولات:

رمضان شریف میں حضرت کے یہاں عشاء کی اذان کا وقت غروب سے ایک گھنٹہ چالیس منٹ بعد تھا اور پون گھنٹے بعد جماعت ہوتی تھی، فرضوں میں طویل قراءت نہیں ہوتی تھی، اکثر والتین، الم ترکیف وغیرہ ہی پڑھتے تھے۔

حضرتؒ کے تراویح کا انداز:

تراویح میں بنسبت فرضوں کے ذرا رواں قراءت ہوتی تھی، مگر ہر حرف سمجھ میں آتا تھا، اظہار واخفاء کی بھی رعایت ہوتی تھی، اول اول سوا پارہ پڑھا، پھر کم کر دیا تھا اور ستائیسویں شب میں ختم کر دیا کل وقت فرض اور تراویح اور وتروں میں ڈیڑھ گھنٹہ یا کبھی اس سے کم خرچ ہوتا تھا۔

ہر ترویحہ میں پچیس مرتبہ درود شریف پڑھنے کا معمول:

ہر ترویحہ میں پچیس مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے، جس میں خفیف سا جہر بھی ہوتا،

میں نے حضرت سے دریافت کیا تو فرمایا کہ ترویحہ میں کوئی ذکر شرعاً معین تو ہے نہیں میں درود شریف پڑھتا ہوں کہ مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور پچیس کی مقدار اس واسطے کہ اس عرصہ میں کسی کو پانی پینے یا کسی چیز کی ضرورت ہوتو وہ فارغ ہوسکتا ہے، تراویح کے بعد دعا مانگی جاتی ہے اس کے بعد وتر پڑھتے اور سجدہ تلاوت میں کبھی سجدہ کرتے کبھی رکوع کرتے، حضرت والا نے اقرء سے پہلے بسم اللہ کو جہر سے پڑھا۔

قل ھواللہ کے تین مرتبہ پڑھنے کے متعلق طویل ملفوظ:

قل ھواللہ صرف ایک مرتبہ پڑھی ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ قل ھوا اللہ کے تین مرتبہ پڑھنے کی رسم بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مباح، اس لئے مستحب سمجھنا تو سخت غلطی ہے اور تراویح میں تکرار یہ محض رسم ہی رہ گئی ہے اس کے متعلق طویل ملفوظ مستقل ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں یہ آیا ہے کہ سورہ اخلاص ثلث قرآن ہے نہ یہ کہ تین دفعہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے، شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کا اس کے متعلق عجیب جواب ہے وہ یہ کہ حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ سورہ اخلاص پڑھنے سے ثلث قرآن کا ثواب ملے گا تو تین دفعہ پڑھنے سے تین ثلث قرآن کا ثواب ملے گا اور تین ثلث سے پورا قرآن ہونا لازم نہیں آتا، یہ تو ایسا ہوا جیسا کسی نے دس پارے تین دفعہ پڑھے، ظاہر ہے کہ اس طرح پڑھنے کو پورا قرآن نہیں کہا جاسکتا۔ (حسن العزیز)

تراویح کے ختم ہونے کے بعد کا معمول:

تراویح کے بعد حضرت روزمرہ کے معمول کے موافق تشریف لے گئے نہ روشنی میں اضافہ تھا نہ مٹھائی تھی ختم ہونے کے بعد تین دن تک تراویح میں پہلے دن والضحیٰ سے اخیر تک پڑھا دوسرے دن الم تر کیف سے اور تیسرے دن عم یتساءلون کا پارہ نصف کے قریب پڑھا۔ (حسن العزیز)

اللہ کا شکر ہے حضرت حکیم الامتؒ کے بہت سے معمولات مل گئے۔ **فَلِلّٰہِ الْحَمْد**

ایک تفریحی واقعہ:

ایک تفریحی واقعہ میں بھی لکھوادوں یہ آپ بیتی میں بہت جگہ گذر چکا ہوگا کہ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ بہت ہی معاصرانہ بے تکلفانہ اور مزاحانہ برتاؤ تھا اس کے تو بہت سے واقعات وقتاً فوقتاً ذہن میں آئے، ایک مرتبہ ماہ مبارک میں میرے والد صاحب حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے یہاں مہمان ہوئے تو والد صاحب نے حضرت حکیم الامت سے پوچھا کہ افطار کا کیا معمول ہے تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ گھنٹہ کے بعد تین چار منٹ شرح صدر کا انتظار کرتا ہوں اور میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی وجہ سے اس دن کچھ اہتمام بھی زیادہ تھا، میرے والد صاحب نے جنتری کے موافق گھڑی دیکھی اور پھر آسمان کو دیکھا اور افطار شروع کر دیا یہ کہہ کر کہ آپ اپنے شرح صدر کا انتظار کرتے رہیں اور ان کے ساتھ ان کے خدام نے بھی شروع کر دیا اور حضرت حکیم الامت اور ان کے خدام انتظار میں رہے ایک دو منٹ کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اتنے میرا شرح صدر ہوگا اتنے یہاں تو کچھ رہنے کا نہیں، تراویح کے بعد حضرت تھانویؒ نے میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے پوچھا کہ مولانا سحر کا کیا معمول ہے والد صاحب نے کہا کہ ایسے وقت ختم کرتا ہوں کہ دن بھر یہ خیال رہے کہ روزہ ہوا کہ نہیں، (یہ تو مبالغہ تھا ورنہ دو تین منٹ صبح صادق سے پہلے ختم سحر کا معمول تھا) حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا معمول صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل فارغ ہونے کا ہے والد صاحب نے کہا کہ آپ اپنے وقت پر کھالیں میں اپنے وقت پر، ڈیڑھ دن کا روزہ میرے بس کا نہیں حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہ تو نہیں ہوگا، کھاویں گے تو ساتھ ایسا کریں کہ ایک دن کے لئے آپ کچھ مشقت اٹھالیں اور ایک دن کے لئے میں آپ کی خاطر مشقت اٹھالوں، اس پر فیصلہ ہوا کہ پون گھنٹہ پہلے شروع کر دیا جائے، تاکہ ۱۵-۲۰ منٹ کھانے میں لگیں اور تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے فراغت ہو جائے۔ (آپ بیتی نمبر۴)

حضرت خواجہ صاحبؒ سے کئے گئے سوالات کے کچھ جوابات:

یہاں تک مضمون لکھنے کے بعد ہمارے مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نے ایک پرچہ میرے پاس بھیجا کہ تو نے خواجہ صاحب سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے جن نمبروں کا مجھے علم ہے ان کا جواب حسب ذیل ہے: (۶) افطار مجمع کیساتھ ہوتا تھا (۸) جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا۔ (یعنی مغرب کے بعد کی نوافل میں کماً یا کیفاً)۔

اوابین کی چھ رکعات ادا فرماتے تھے:

(۹) اوابین کی چھ رکعات ادا فرماتے تھے اور کبھی بیٹھ کر بھی میں نے پوچھا تھا حضرت سے کہ بیٹھ کر کیوں پڑھتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ غرور نہ ہو اور نماز میں پنکھا نہیں جھلواتے تھے، میں نے پوچھا نماز کے وقت پنکھا کیوں نہیں جھلواتے تو حضرت نے فرمایا عبادت میں جی نہیں چاہتا (۱۸) صبح کی نماز میں اسفار کے متعلق رمضان یا غیر رمضان میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا (۲۱) میرے علم میں حضرت دور نہیں کرتے تھے۔

اکثر دیکھ کر تلاوت کرتے تھے:

(۲۲) جہاں تک مجھے یاد ہے اکثر دیکھ کر تلاوت قرآن کرتے تھے، قرآن شریف بہت ہی اچھا یاد تھا، میں نے صرف دو آدمیوں کو دیکھا جتنا قرآن اچھا یاد تھا اتنا کسی کو نہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے قاری عبدالخالق صاحب فقط۔

میرے معمولاتِ رمضان وہی ہے جو غیر رمضان میں تھے:

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میرے رمضان کے معمولات وہی معمولات ہیں جو غیر رمضان میں تھے، بعض حضرات کے یہاں روزہ کی افطاری میں کافی معمولات ہیں کہ کھجور یا زمزم سے روزہ افطار کرنے کا اہتمام ہوتا ہے، میرا تو عام معمول یہ ہے کہ جو چیز افطاری

کے وقت قریب ہو چکا ہے وہ کھجور ہو، زمزم ہو، گرم پانی ہو، امرود ہو، اس سے روزہ افطار کر لیتا ہوں۔ (افادات یومیہ)

مولانا ظہور الحسن صاحب کا پہلا مکتوب:

یہاں تک لکھنے کے بعد مولانا الحاج ظہور الحسن صاحب مقیم تھانہ بھون جن کی خدمت میں دیگر احباب کے ساتھ میں نے معمولات کے متعلق استفسار کیا تھا ان کے یکے بعد دیگرے دو گرامی نامے پہنچے اور یہ پیام بھی کہ ان کو اکابر کے معمولات کیساتھ ضرور شائع کیا جائے، انہوں نے پہلے خط مکتوب ۱۶/ جمادی الثانی میں لکھا میں نے چونکہ خط ان کے صاحبزادے مولوی نجم الحسن سلمہ کی معرفت بھیجا تھا، کہ وہ آجکل مدرسہ مظاہر علوم میں پڑھ رہے ہیں، مولانا نے بھی جواب ان ہی کی معرفت بھیجا وہ لکھتے ہیں عزیزم نجم الحسن سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تمہاری معرفت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا گرامی نامہ موصول ہوا، آں عزیز کو معلوم ہے کہ میں چند گھنٹے کے لئے دس گیارہ بجے دن کو آتا ہوں عصر سے پہلے واپسی ہو جاتی ہے، اس لئے حضرت شیخ کی ملاقات سے محروم آتا ہوں، کیونکہ وہ ملاقات کا وقت نہیں ہوتا، بہر حال کوشش کروں گا کہ شب کو قیام کروں، میرا حافظہ بہت کمزور ہے، روایت باللفظ پر قادر نہیں یہ واقعہ خط لکھنے کا رمضان ۴۹ھ کا ہے، خواجہ صاحب کے نام خط کا جانا یاد ہے۔

مامور بہ معمولات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہیں:

اس سلسلے میں مختلف اوقات میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف موقعوں پر مختلف عنوان سے ملفوظات بیان فرمائے ہیں، جو ملفوظات کے مطالعہ یا سنانے کے وقت سامنے آجاتے ہیں، اس وقت جو ذہن میں ہے وہ یہ ہیں ''فرمایا کہ مامور بہ معمولات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہیں، امتی کے معمولات مامور بہ نہیں نیز ان کو جمع کرنا بعض وجوہ سے مضر بھی ہے اس لئے ان کے درپے ہونا مناسب نہیں ان کے جمع

کرنے میں ایک مضرت یہ ہے کہ ان کو پڑھنا دوحال سے خالی نہیں، یا پڑھنے والے کے معمولات ان بزرگ کے معمولات سے زائد ہیں یا کم، اگر زائد ہیں تو ہمت ٹوٹے گی کہ جب اتنے بزرگ کے اتنے تھوڑے معمولات ہیں تو ہم چھوٹے ہوکر کیوں اتنی مشقت برداشت کریں اور اگر زائد ہیں تو پست ہمتی کا احساس کرکے تعطل ہوجاتا ہے''۔

میرے معمولات تو رمضان اور غیر رمضان میں یکساں ہیں:

ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میرے معمولات ہی کیا ہیں، جن کو بیان کیا جائے میرے معمولات تو رمضان اور غیر رمضان میں یکساں ہیں تمام اوقات گھرے ہوئے ہیں اس لئے رمضان میں کوئی نیا وقت نہیں ملتا جس سے زیادتی کی توفیق ہو، تمام وقت رمضان اور غیر رمضان میں ان ہی کاموں میں گھرا رہتا ہے، آئندہ کوئی بات یاد آئی، یا کوئی ملفوظ مطالعہ کے وقت سامنے آ گیا تو مطلع کروں گا۔ والسلام

دوسرا گرامی نامہ موصول ہوا:

اس کے بعد مولانا ظہور الحسن صاحب کا دوسرا گرامی نامہ ۱۸/ جمادی الثانی کا بعنوان گذشتہ سے وابستہ ملا جس میں تحریر فرمایا۔

مختلف بزرگوں کے معمولات جمع کرنے کے مفاسد:

مختلف بزرگوں کے معمولات جمع کرنے کے مفاسد میں ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ عوام اپنی بصیرت کی کوتاہی سے جس کی شب بیداری اور ذکر وتلاوت کی مقدار زیادہ دیکھیں گے اس کمیت کو بزرگی کا معیار بنا کر ان کے متعلق افضلیت کا حکم لگائیں گے اور جن میں کمی دیکھیں گے ان کو مفضول قرار دیں گے اور باہمی تنافس سے دوسروں کی تنقیص کے مرتکب ہوں گے کیفیت اور دوسری خدمات دینی کی نوعیت سے لاعلمی کی بنا پر جو حضرات اصلاح خلق کے اہم فرض کفایہ کی خدمات میں مشغول کی وجہ سے زیادہ تلاوت اور اوراد و شب

بیداری وغیرہ کا موقع نہیں پاتے ان کو مفضول اور ادنیٰ سمجھتے ہیں، اپنے ناقص اور خود ساختہ معیار سے غلط فیصلہ کر کے افضل کو مفضول قرار دے کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

بعد فجر حضرت تھانویؒ کا معمول:

ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ فجر کے بعد اپنی جگہ ذکر تلاوت میں مشغول رہنا اور اشراق کی نفلیں پڑھ کر اٹھنا حسب روایت حدیث حج وغیرہ کا ثواب رکھتا ہے ہوسکتا کہ بعض اعمال اس سے بھی فوق ہوں، میرے ذوق میں نماز فجر کے بعد چہل قدمی اور تلاوت بہ نیت ''اعدوا لھم الخ'' اس سے افضل ہے، چنانچہ حضرت کا خود یہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر تقریباً دو میل مشی فرماتے اور اس مشی میں کلام مجید کی ایک منزل کی تلاوت، مناجات مقبول کی ایک منزل بھی پوری فرمالیتے، پھر اشراق کی نفلیں پڑھتے۔

فقہی فتاویٰ اور تصوف کے جوابات بھی تلاوت کے ضمن میں:

یہ تلاوت چونکہ تدبر کے ساتھ ہوتی تھی اس لئے عموماً بہت سے آئے ہوئے فقہی فتاویٰ اور تصوف کے سلسلہ کے سوالات کے جوابات بھی تلاوت کے ضمن میں آیات سے حل ہوجاتے، جن کو حالت مشی ہی میں ذہول کے خطرہ کی بنا پر پنسل کاغذ سے نوٹ فرمالیتے اور جائے قیام پر پہنچ کر اپنے موقع پر نقل فرمالیتے بظاہر تو یہ صرف مشی ہوتی تھی، جس کو عرفاً اور ادو ظائف سے متعلق نہیں سمجھا جاتا اور حقیقت کے اعتبار سے یہ عرفی وظائف سے بدرجہا بڑھی ہوئی علمی اور اصلاحی خدمت تھی خانقاہ سے مکان تک جانے میں راستہ میں ملنے والے بچوں سے تفریح اور خوش طبعی کی ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو فرماتے جاتے ان کے جوابات سے نتائج اخذ فرماتے۔

زندگی کا ہر لمحہ بظاہر دنیا حقیقت میں اصلاحی درس:

دولت خانہ میں پہونچ کر گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے تفریحی گفتگو

فرماتے مہمان عورتوں کی حاجات سنتے ان کے لئے اصلاحی باتیں فرماتے گویا زندگی کا ہر لمحہ بظاہر دنیا کے مشاغل میں مصروف نظر آتا اور حقیقت میں وہ سب اصلاحی درس تھا اس لئے عرفی اوراد وظائف سے کہیں بالاتر تھا۔

جن مصالح کے پیش نظر معمولات:

وہ عوام جو اس گہرائی سے ناواقف ہیں، حقیقت تک نہ پہنچیں تو یہ ان کی علمی کوتاہی ہے جن مصالح کے پیش نظر آپ اور بزرگوں کے معمولات اب شائع کرنے کا ارادہ فرما رہے ہیں، وہیں اگر ان ملفوظات کو بھی شائع فرمادیں تو عوام کی طرف سے جن مفاسد کا امکان ہے وہ جاتا رہے گا اور تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آجائے گا ورنہ جیسی مصلحت ہو تعمیلات للارشاد تحریر ہوا۔

والسلام
بندہ ظہور الحسن غفرلہ
۱۸؍ج ۲؍جمادی الثانی

اکابر کے مختلف معمولات جمع کرنے کا مقصد:

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے معمولات تو یہ نا کارہ معمولات اشرفیہ، حسن العزیز وغیرہ سے اوپر درج کرا چکا مولانا ظہور الحسن صاحب نے علمی اشتغال حضرت حکیم الامت کا لکھا وہ بھی بہت اہم ہے اس میں کیا شک ہے کہ علمی اشتغال اوراد وظائف سے کہیں زیادہ اہم ہے، میں مرشدی حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے معمولات میں غالبًا لکھوا چکا ہوں کہ بذل المجہود کی تالیف کے بعد سے ماہ مبارک میں اشراق کے بعد سے دوپہر تک بذل کی تالیف کا سلسلہ رہتا تھا، حتی کہ اعتکاف میں بھی ساری کتابیں معتکف میں جاتی تھیں، اکابر کے مختلف معمولات اسی لئے جمع کئے جاتے ہیں کہ ہر صاحب ذوق اپنے

ذوق کے موافق اور اپنے حالات کے موافق مشائخ میں سے جن کے معمول کو اپنے لئے آسان اور اپنے ذوق کے موافق سمجھے اس کے اتباع کی کوشش کرے، گلدستہ کا کمال یہی ہے کہ اس میں ہر نوع کے پھول ہونے چاہئیں، ایک ہی نوع کے اگر سارے پھول ہوں تو وہ گلدستہ کا کمال نہیں اس ناکارہ نے تو فضائل رمضان کے شروع میں بھی جو رمضان ۴۹ھ میں اعتکاف ہی کے زمانہ میں لکھا گیا تھا یہ لکھا ہے کہ میرے حضرت میرے مرشد مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہاں بھی رمضان اور غیر رمضان کے معمولات میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا اس میں یہ لکھا جا چکا ہے۔

ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جائے:

کہ اکابر کے معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے ان کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ ان کو کہہ دیا جائے، بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جائے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے فقط۔

اکابرؒ کے احوال آپؐ کے مختلف احوال کا پرتو ہے:

اس ناکارہ کا خیال اپنے اکابر کے متعلق خوش اعتقادی سے نہیں، بلکہ حقیقت میں یہ ہے کہ ان حضرات کے افعال واقوال حضور اقدس ﷺ جو جامع الکمالات اور ''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'' کا سچا مصداق ہیں، آپ ﷺ ہی کے مختلف احوال کا پرتو ہیں، میں تو اپنے ان اکابر شموس وبدور ہدایت کے متعلق خوان خلیل میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ ہی کے ترجمہ میں یہ لکھوا چکا ہوں کہ　ع

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر　　ان ہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
ان ہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے　　ان ہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

ہمارے اکابر شموس و بدورِ ہدایت ہیں

اولٰئک اٰبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

الٰہی کیسی کیسی صورتیں تونے بنائی ہیں کہ ہر اک دست بوسی کیا قدم بوسی کے قابل ہے

دوسرے مصرع کی اصلاح ہمارے مدرسے کے ناظم مولانا اسعد اللہ صاحب نے کی جو مجھے بہت پسند آئی، لیکن اس کے باوجود گلدستہ کے پھولوں کی طرح سے ہر ایک کی بو الگ نظافت و لطافت الگ اور گلدستہ جب ہی کامل و مکمل ہوسکتا ہے جب کہ اس میں مختلف رنگوں کے اور مختلف خوشبوؤں اور اداؤں کے پھول ہوں ع

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے



معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات
حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج مدنی نوراللہ مرقدہ

سلہٹ کا رمضان:

سلہٹ کا رمضان ۶۵ھ کا مولانا عبدالحمید صاحب اعظمی نے مستقل رسالہ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے جس کو مختصر کر کے یہاں نقل کراتا ہوں گو بہت طویل ہو گیا، مگر اکابر میں سے کسی کے رمضان کی اتنی تفصیل اب تک کسی رسالہ میں نہیں ملی، اس لئے میرا جی چاہا کہ حضرت قدس سرہ کے رمضان کی تفصیل کم از کم آجائے۔

رمضان میں خود ہی امامت فرماتے تھے:

وہ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا کا قیام تو داروغہ عبدالستار صاحب مرحوم کے مکان پر ہوتا تھا اور نئی سڑک کی بڑی مسجد جو قیام گاہ سے تقریباً دوفرلانگ ہے اس میں حضرت پانچوں وقت کی نمازیں پڑھا کرتے تھے اور اسی میں زائرین ومعتقدین دور دراز سے آکر ماہ مبارک میں فروکش ہوتے تھے، چونکہ حضرت قدس سرہ کا پورے ماہ کا قیام ہوتا تھا اس لئے اقامت کی نیت ہوتی تھی اور جملہ نمازوں میں حضرت خود ہی امامت فرماتے تھے۔

شیخ الاسلام کا ظہر سے عصر تک کا معمول:

اور ظہر کی نماز کے بعد مصلے کے چاروں طرف جو بیسیوں بوتلیں پانی دم کرنے کی رکھی رہتی تھیں (دم کرتے) اس کے بعد مصلے کے نیچے سے وہ درخواستیں نکالتے جو ظہر کی نماز تک وہاں جمع ہوتی رہتی تھیں اور ان کو ہر ایک کو پڑھ کر صاحب درخواست کو بلا کر اس کی درخواست پوری فرماتے، تعویذ وغیرہ لکھتے جس میں بیعت کی درخواست ہوتی ان سب کو

ایک کونہ میں جمع کرتے، ان درخواستوں سے فارغ ہونے کے بعد بیعت ہونے والے حضرات کو بیعت کرتے، پھر کچھ ارشاد و نصیحت کے بعد دولتخانہ پر تشریف لیجاتے، جانے کے ساتھ کبھی ذرا لیٹ گئے ورنہ تلاوت میں مشغول ہوگئے، ڈاک کا کام اگر باقی رہ گیا تو اس کو پورا کیا، اسی درمیان میں خصوصی ملاقاتوں کا بھی سلسلہ جاری رہتا۔

حضرتؒ عصر بعد سوا پارے کا دور فرماتے:

اتنے میں عصر کی اذان ہوجاتی، حضرت ضروریات سے فارغ ہوکر نماز عصر کے لئے تشریف لیجاتے، نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد جلیل صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے ساتھ سوا پارے کا دور فرماتے، اس طرح پر کہ پاؤ پارہ حضرت پڑھتے اور پھر وہی پارہ مولانا محمد جلیل صاحب پڑھتے، اگر غروب سے پہلے دور ختم ہوجاتا تو حضرت مراقب رہتے اور رفقاء اپنے ذکر و شغل میں مشغول رہتے۔

حضرتؒ کا افطاری کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا:

اور افطار کے بعد جس میں عموماً کھجور اور زمزم اور ناشپاتی، انناس، عمدہ کیلے، امرود، آم، بصری کھجوریں، ناریل کا پانی، پپیتے، میٹھے اور نمکین چاول، تلے ہوئے انڈے ہوتے اور عام ہندوستانی افطاری پھلکیاں چنے وغیرہ سے دسترخوان خالی ہوتے، میں تو سمجھا کہ ان چیزوں کا یہاں رواج نہیں مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ رواج تو خوب ہے، مگر ان چیزوں کو گھٹیا سمجھا جاتا ہے، اس لئے حضرت کے دسترخوان پر لانا توہین سمجھتے تھے۔

لیکن حضرتؒ کا افطار بہت ہی مختصر ہوتا:

اس سب کے باوجود حضرت کا افطار بہت ہی مختصر ہوتا اس وقت میں سارے دسترخوان پر چہل پہل اور فرحت و سرور کا دور ہوتا، مگر حضرت نور اللہ مرقدہ نہایت استغراق میں ساکت رہتے۔ (از زکریا للصائم فرحتان) افطار گاہ مسجد کے قریب ہی تھا، لیکن دور کے ختم ہونے کے بعد سے جو استغراقی کیفیت ہوتی تو بعض مرتبہ اذان کی بھی اطلاع کرنی پڑتی

(از زکریا یہ منظر اس ناکارہ نے بھی دیوبند کی حاضری میں بارہا دیکھا کہ لوگ کسی سیاسی مسئلہ پر زور وشور سے بحث ومباحثہ کرتے رہتے اور کسی موقع پر حضرت زور سے فرماتے آئیں آئیں، اس وقت میں سمجھتا کہ حضرت جی تو یہاں ہیں نہیں) افطار کی اتنی تنوعات کے باوجود جو اوپر ذکر کیا گیا کھجور وزمزم کے بعد ایک آدھ قاش کسی پھل کی نوش فرما کر ناریل کا پانی نوش فرماتے اور ایک یا آدھی پیالی چائے کی نوش فرماتے، لیکن دسترخوان کے ختم ہونے تک وہیں تشریف فرما ہوتے اور کبھی کبھی کوئی مزاحی یا تفریحی فقرہ بھی فرمایا کرتے، ۸-۱۰/منٹ اس افطار میں لگ جاتے اس کے بعد حضرت مغرب کی نماز نہایت مختصر پڑھتے۔

بعد مغرب دو رکعت نفل نہایت طویل پڑھنے کا معمول:

اور اس کے بعد دو رکعت نفل نہایت طویل تقریباً نصف گھنٹے تک پڑھتے، اس کے بعد حضرت طویل دعاء مانگتے، جس میں سارے اہل مجلس چاہے، مشغول ہوں یا فارغ شرکت کرتے اس کے بعد اگر کہیں کھانے کی دعوت ہوتی تو مسجد سے داعی کے مکان پر تشریف لیجاتے۔

کھانے میں دو دسترخوان ہوا کرتے تھے:

ورنہ اپنے قیام گاہ پر تشریف لیجاتے کھانے میں دو دسترخوان ہوا کرتے تھے، ایک حضرت اور ان کے رفقاء کا جو روٹی کھانے کے عادی تھے اور دوسرا ان مہمانوں کا جو چاول کھانے والے ہوتے تھے، حضرت کے رفقاء میں صاحب زادے مولانا اسعد اور عزیزان ارشد وریحانہ بھی ہوتے، یہ تینوں بھی چاول کھانے والوں میں ہوتے، حضرت مزاحاً ارشاد فرمایا کرتے کہ دو بنگالی میرے پاس بھی ہیں ان کے لئے بھی چاول لگا دیجئے۔

دسترخوان پر مختلف قسم کے چاول کثرت سے ہوتے تھے، اس لئے کہ مجمع بنگالیوں کا ہوتا تھا اور وہ چاول کے عادی ہیں، پراٹھے کا دستور ہے، مگر سادی چپاتیاں نہ ان کو معلوم ہیں نہ کوئی پکانا جانتا ہے، دسترخوان پر گوشت وغیرہ کے علاوہ کسی میٹھی چیز کا ہونا بھی ضروری

ہے، حلوے اور شاہی ٹکڑوں کے علاوہ پیتے اور پیٹھے کی سویاں اس تکلف سے پکائی جاتیں کہ ادھر کے لوگوں کو اس کی پہچان اور تمیز مشکل ہو جاتی، نیپال کی سبز مرچیں تراش کر دستر خوان پر رکھنا بھی ضروری ہوتا، باوجود اس کے کہ یہ مچھلیوں کا ملک ہے معلوم نہیں کہ مچھلی دستر خوان پر کیوں نہیں ہوتی تھی ایک نئی ترکاری بانس کی لائی گئی تھی، تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہاں بانسوں میں ایک گونپھا ہوتا ہے اس کی ترکاری پکائی جاتی ہے، حضرت نور اللہ مرقدہ کا عمومی دستر خوان دیوبند میں اور یہاں بھی عرب کے قاعدہ کے موافق ایک بڑے طباق میں ترکاری اور اس کے چاروں طرف حلقہ بنا کر کھانے والے بیٹھتے تھے۔

دستر خوان پر گرے ہوئے ٹکڑوں کو اٹھا کر بے تکلف کھا لیتے تھے:

حضرت نور اللہ مرقدہ کے پاس ایک کپڑے میں گرم چپاتیاں لپٹی رہتی تھیں اور حسب ضرورت مہمانوں کو مرحمت فرماتے رہتے تھے، اگر کوئی شخص اپنی رکابی کو بھری ہوئی چھوڑ دیتا تو حضرت اس کو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے صاف کر دیتے، اور دستر خوان پر گرے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو اٹھا کر بے تکلف کھا لیتے تھے، جس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو بھی اس کا اہتمام ہو گیا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کا معمول دوزانوں بیٹھ کر کھانے کا تھا:

حضرت کا معمول دوزانوں بیٹھ کر کھانے کا تھا، ایک چپاتی بائیں ہاتھ میں دبا لیتے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے توڑ کر کھاتے سب سے اول میں افتتاح کرتے، سب سے آخر میں فارغ ہوتے، کھانے کے بعد سب مہمان چائے پیتے یہ سب تفصیل دعوت کی تھی، اگر کہیں دعوت نہ ہوتی تو حضرت مغرب کی نماز سے فراغ کے بعد سیدھے قیام گاہ پر تشریف لاتے کھانا پہلے سے تیار ہوتا، تشریف لاتے ہی دو دستر خوان ایک چاول والوں کا اور دوسرا روٹی کھانے والوں کا، چونکہ مکان پر کھانے سے جلدی فراغ ہو جاتا اس لئے حضرت کھانے کے بعد چند منٹ بیٹھ جاتے احباب مختلف گفتگو علمی یا اخباری کرتے رہتے،

حضرت بھی اس میں شریک ہوتے اس کے بعد چند منٹ کے لئے حضرت آرام فرماتے، یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا مخصوص لہجہ اور ان کی نماز کا خشوع وخضوع نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب وحجاز میں بھی ممتاز ومسلم ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نماز وتراویح کی امامت خود فرماتے:

سلہٹ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نماز اور تراویح کی امامت خود فرماتے اس لئے تراویح کی شرکت کیلئے دور دراز سے روزانہ سیکڑوں آدمی آتے اور تراویح وتہجد کی شرکت فرما کر صبح کو سب اپنے گھر روانہ ہو جاتے۔

ناکارہ (شیخ الحدیثؒ) کو شیخ الاسلام کی اقتداء کی دو مرتبہ نوبت آئی:

(از زکریا حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی قراءت اور نمازوں کے متعلق جو کچھ لکھا لفظ بلفظ صحیح ہے۔ فرائض کی اقتداء تو اس ناکارہ کو سیکڑوں مرتبہ ہوئی ہوگی، لیکن ماہ مبارک میں حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کی، کبھی توفیق نہیں ہوئی، البتہ تراویح میں دو مرتبہ اقتداء کی نوبت آئی، پہلی مرتبہ رمضان المبارک ۶۳ھ میں جبکہ حضرت مدنی قدس سرہ الٰہ آبادی جیل سے رہا ہو کر ۱۴ر رمضان یکشنبہ کی صبح کو سہارنپور پہونچے اور اسی وقت دوسری گاڑی سے دیوبند روانہ ہو گئے اور ایک شب دیوبند قیام کے بعد دوشنبہ کی دوپہر کو بارہ بجے دہلی تشریف لے گئے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے تراویح کی امامت نظام الدین میں فرمائی:

چونکہ اس سال ۲۱ر رجب کی صبح کو چچا جان کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے حضرت قدس سرہ دہلی پہونچنے کے بعد مغرب کے بعد نظام الدین بسلسلۂ تعزیت تشریف لے گئے، تراویح کے وقت حضرت نے فرمایا جو امام تراویح ہے وہ تراویح پڑھائے، میں نے عرض کیا کہ کس کی ہمت ہے کہ آپ کے سامنے تراویح پڑھا سکے، آج تو آپ ہی کو پڑھانی

ہے،تھوڑی سی ردوقدح کے بعدحضرت نے قبول فرمالیااوراس شب کی تراویح کی امامت حضرت نے نظام الدین میں فرمائی اوراپنی تراویح کا قرآن جو پہلے سے شروع ہوا تھااس میں پارہ نمبر۱۴ر کے نصف سے سورہ بنی اسرائیل کے ختم تک ایک پارہ بیس رکعت میں ایسے اطمینان سے پڑھا کہ لطف آ گیا۔

شیخ الاسلامؒ کی اقتداء میں دوسری تراویح:

دوسری مرتبہ دوسرے ہی سال رمضان ۶۴ھ کی پہلی تراویح حضرت نے سہارنپور کے اسٹیشن پر پڑھائی کہ ۲۹رشعبان کی شب میں صبح کو چار بجے بخاری شریف ختم ہوئی اور اسی دن شام کو مع اہل وعیال لاری سے دیوبند سے روانہ ہوکر سہارنپور پہونچے، اور بارہ بجے کے قریب سہارنپور کے اسٹیشن پر بہت بڑی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی، اہل مدرسہ واہل شہر کی بڑی جماعت جواپنے اپنے یہاں سے تراویح پڑھ کر اسٹیشن پر پہونچتے رہےاور بہ نیت نفل شریک ہوتے رہے۔

زکریا کوحضرت نے حکم فرمایا کہ میرے قریب کھڑے ہوکر سامع تمہیں بننا ہے، میں نے عرض کیا آپ کولقمہ دینا آسان تھوڑا ہی ہے، مجمع میں حافظ بہت ہیں اچھے سے حافظ کو بلاؤں حضرت نے قبول نہیں فرمایااوراس شب کے استماع کا فخر اس سیہ کار کو حاصل ہوا۔ فقط

شیخ الاسلامؒ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے والوں کا ہجوم:

مولوی عبدالحمید صاحب لکھتے ہیں چونکہ مجمع دور دور سے آتا تھا،اذان کے بعد ہی مسجد پُر ہوجاتی تھی، بعد میں آنے والوں کو جگہ بھی نہیں ملتی تھی، حضرت کے تشریف لے جانے کے لئے درمیان میں تھوڑی سی جگہ خالی رکھی جاتی تھی، مسجد میں تشریف لاتے وقت متولی مسجد پانی کا گلاس پہلے سے بھر کر انتظار میں کھڑے ہوتے کہ حضرت مکان سے چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد ایک پان کھا کر موٹر میں تشریف فرما ہوتے اور کلی کر کے سیدھے مصلے پر پہونچتے تھے، کثرت ہجوم کی وجہ سے ایک دومکبر تو ضرور تھے اوراخیر عشرہ میں کئی

مکبر ہوجاتے تھے، تراویح میں ڈھائی پارے قرآن پاک اس طرح پڑھتے کہ اول چار رکعتوں میں مولوی جلیل سوا پارہ پڑھتے اور اسی سوا پارہ کو سولہ رکعتوں میں حضرت قدس سرہ پڑھتے، ترویحہ بہت لمبا ہوتا۔

لذت تو سننے والوں کو معلوم ہے:

حضرت پر تراویح میں قرآن پاک پڑھتے ہوئے بعض وقت ایک جوش پیدا ہوتا کہ اس وقت کی لذت تو سننے والے ہی کو معلوم ہے تراویح کے بعد بہت طویل دعا ہوتی جس میں حاضرین پر گریہ وبکاء کا ایسا زور ہوتا کہ بسا اوقات ساری مسجد گونج جاتی، تراویح کے بعد حضرت اپنے رفقاء اور خدام کیساتھ وہیں چائے نوش فرماتے۔

حضرت قدس سرہ تراویح کے بعد وعظ فرماتے تھے:

اور تقریباً دس منٹ بعد حضرت قدس سرہ وعظ کے لئے کھڑے ہوجاتے اور لوگ اپنی اپنی مساجد سے تراویح پڑھنے کے بعد حضرت کے وعظ میں شرکت کے لئے مسجد میں آجاتے اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تل رکھنے کی جگہ نہیں رہتی، بلکہ لوگ مسجد سے باہر سڑکوں پر کھڑے ہوتے وہاں آواز نہیں پہنچتی تھی، اسلئے آلۂ مکبر الصوت کا انتظام کیا گیا اور اس وقت میں وعظ میں شرکت کرنے والوں کو جن کی ہزاروں کی تعداد ہوتی تھی، چائے بھی خاموشی سے ملتی رہتی تھی، مگر اس میں آواز بالکل نہیں ہوتی تھی اور نہ کوئی ایسا شخص ہوتا جس کو چائے نہ ملی ہو، اتنے حضرت نور اللہ مرقدہ اپنی چائے سے فراغت پاتے اتنے مجمع بھی چائے سے فارغ ہوجاتا۔

وعظ بالکل اصلاحی ہوتا تھا:

یہ وعظ بالکل اصلاحی ہوتا تھا، سیاسیات پر کوئی کلام طویل نہیں ہوتا تھا، ایک آدھ لفظ بیچ میں چاشنی کے طور پر آجاتا تھا، حضرت کے وعظ میں پرچہ بھی پہنچتا رہتا تھا اور حضرت اس کو سن کر اس کا جواب بھی تفصیل سے دیتے، جب وسط رمضان کے بعد سے حضرت

قدس سرہ کی طبیعت ناساز ہوگئی تو دوسرے لوگ وعظ کرتے رہے، لیکن حضرت قدس سرہ باوجود ناسازی طبع کے جب تک وعظ ختم نہ ہوتا وعظ میں تشریف فرما ہوتے اس کے بعد ایک گھنٹہ بعد وعظ ختم ہوکر مصافحہ کا نمبر شروع ہوتا، باوجود انتظامات کے کار تک پہنچنے میں دیر لگ جاتی، مکان پر تشریف لانے کے بعد ہلکا سا ناشتہ پیش ہوتا، جس میں جملہ حاضرین شرکت کرتے، اس میں بھی بعض مخصوص حضرات سے تخلیہ میں بات کرتے۔

حضرت مدنیؒ کی نیند بہت قابو کی تھی:

اس کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ حضرت آرام فرماتے اور پھر تہجد کے لئے بیدار ہوجاتے (از زکریا اس کا اس ناکارہ کو بھی بہت ہی کثرت سے تجربہ ہوا ہے کہ میرے حضرت مرشدی سہارنپوری اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہما کی نینداس قدر قابو کی تھی کہ جب سونے کا ارادہ فرماتے لیٹتے ہی آنکھ لگ جاتی اور جب اٹھنے کا ارادہ ہوتا، بغیر کسی الارم یا جگانے والے کے خود بخود آنکھ کھل جاتی جس کو میں کسی جگہ آپ بیتی میں تفصیل سے لکھوا چکا ہوں)۔

حضرت مدنیؒ کا تہجد میں دو قرآن کا معمول تھا:

اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں تہجد کے لئے تشریف لیجاتے جو لوگ تہجد کی شرکت کے لئے دور دور سے آتے وہ سب حضرت نور اللہ مرقدہ کے پہنچنے سے پہلے ورنہ پہلی رکعت میں ضرور شریک ہوجاتے تہجد میں دو قرآن کا معمول تھا، ایک حضرت نور اللہ مرقدہ پڑھتے دوسرا مولانا محمد جلیل صاحب، حضرت تہجد کے لئے تشریف لیجاتے وقت بہت اہتمام کرتے کہ آہٹ نہ ہو اور کسی کی آنکھ نہ کھلے، مگر لوگ فرط شوق میں جاگ ہی جاتے تھے۔

حضرتؒ سحری سے فراغت کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جاتے:

نفلوں کے بعد چونکہ سحری کا وقت بہت کم رہتا اس لئے فوراً اسی وقت مکان پر

سحری کا دستر خوان بچھ جاتا اور وقت کی تنگی کی وجہ سے جلدی جلدی انگلیاں اور منھ کھانے میں مشغول اور آنکھیں گھڑیوں پر اور کان موذن کی آواز پر ہمہ تن متوجہ رہتے اور حضرت سحری سے فراغت کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جاتے اور پھر معاً نماز کی تیاری کرتے مسجد میں تشریف لیجاتے اور اسفار میں نماز ہوتی، لیکن اخیر عشرہ میں اعتکاف کے زمانہ میں میں غلس میں شروع ہوتی اور اسفار تام میں ختم ہوتی، واپس جانے والے حضرات الوداعی مصافحہ کرتے اور حضرت اپنے قیامگاہ پر تشریف لاتے اور فوراً لیٹ جاتے ایک دو خادم بدن دباتے اور سر مبارک پر تیل ملا جاتا۔

تھوڑی دیر آرام کے بعد تلاوت میں مشغول ہو جاتے:

اور حضرت بعض مرتبہ باتیں کرتے کرتے ہی سو جاتے رفقاء بھی سب سو جاتے حضرت تھوڑی دیر آرام کے بعد وضو استنجاء سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہو جاتے۔

دس بجے سے ظہر کے آدھ گھنٹے پہلے تک لوگوں سے ملاقات کرتے:

اور دس بجے سے ان لوگوں کی آمد شروع ہو جاتی جن کو تخلیہ کا وقت دے رکھا تھا، لیکن اس درمیان میں بھی اگر کچھ وقت ملتا تو حضرت قدس سرہ تلاوت میں مصروف ہو جاتے اور اسی وقت میں ڈاک بھی تحریر فرماتے، اس درمیان میں جن لوگوں کو کچھ خصوصی بات کرنی ہوتی وہ بھی آتے جاتے یہ سلسلہ کبھی کبھی تو ظہر تک چلتا اور اگر کبھی وقت مل جاتا تو ظہر سے پہلے آدھ گھنٹہ آرام فرمالیتے۔

طبیعت کے ناساز ہونے کے باوجود اعتکاف کی نیت کرلی:

اس سال حضرت نور اللہ مرقدہ کی طبیعت بہت ناساز رہی اور وسط رمضان سے بخار وغیرہ کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا اس لئے بعض خدام نے اعتکاف کے متعلق استمزاج کیا

کہ اعتکاف میں دقت زیادہ ہوگی، حضرت نے فرمایا نہیں اعتکاف کی نیت کرلی ہے، چنانچہ مسجد کے ایک کونے میں حضرت کا معتکف بنادیا گیا، لیکن بخار کی شدت کی وجہ سے بسا اوقات دوران نماز میں سردی لگ جاتی، حضرت چادر اوڑھ لیتے برقی پنکھے بند کردیئے جاتے اور بعض مرتبہ درمیان میں چائے پی کر اسی طرح نماز میں مشغول ہوجاتے۔

اسی طرح بخاری ہی کی حالت میں تہجد میں طویل قیام اور لمبی قرأت کرنا پڑتی، چونکہ قیام گاہ پر حضرت کی ناسازی طبع کی وجہ سے چار راتوں میں تہجد کی نماز باجماعت نہیں ہوسکی تھی، اس لئے قرآن ختم ہونے کو کافی باقی رہ گیا تھا، اس کمی کو اس عشرہ میں پورا کرنا ضروری تھا، اس پر مزید یہ کہ مسجد میں قیام اور لوگوں کے ہجوم واز دحام کے باعث رات کے نصف گھنٹے کا وہ سکون اور خاموشی بھی یہاں میسر نہیں تھی جو قیام گاہ پر حاصل تھی اس لئے مشاغل کی زیادتی کے ساتھ آرام کا بھی کوئی خاص موقع نہیں اخیر عشرہ میں ہجوم بہت زیادہ بڑھ گیا تھا، مسجد سے باہر سڑکوں پر بھی آدمی رہتے تھے، جس کی وجہ سے ظہر کے بعد کی درخواستوں میں بھی کافی اضافہ ہوگیا تھا، اس طرح سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی اور مخصوص طالبین سالکین جن کو اپنے مخصوص حالات سنا کر ہدایات لینی تھیں ان کی تعداد تو بہت ہی بڑھ گئی، حتی کہ ان کے لئے نمبروار باری مقرر کرنی پڑی، صبح کی نماز سے فارغ ہوکر جانے والوں کے مصافحہ کی بہت کثرت ہوتی اس سے فارغ ہوکر حضرت معتکف میں تشریف لے جاتے۔

مجمع گہری نیند سوتا حضرت اپنے معمولات میں مشغول ہوجاتے:

اور تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد جب کہ رات کا جاگا ہوا سارا مجمع گہری نیند سویا ہوا ہوتا حضرت اٹھ کر نہایت آہستہ آہستہ قدم بچا کر استنجاء تشریف لے جاتے اور وضو فرما کر اپنے معمولات میں مشغول ہوجاتے اور شب قدر جو لوگوں میں ستائیسویں شب مشہور ہے کے ہجوم کا تو پوچھنا ہی کیا، ظہر کے بعد کے پرچوں میں بھی کثرت ہوگئی اور تراویح کے بعد کی

دم کی بوتلیں حضرت نور اللہ مرقدہ کے مصلے کے چاروں طرف پھیل گئیں۔

مسجد رونے سے گونج گئی:

اور جب تہجد کے بعد حضرت نے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھایا تو ساری مسجد رونے سے گونج گئی اور خود حضرت نور اللہ مرقدہ کے اوپر جس کیف وسرور کی حالت دیکھی وہ بیان سے باہر ہے۔

اہل اللہ کو شب قدر کے سارے کوائف کھل جاتے ہیں:

اور اس رات میں شب قدر کی تعیین کے بارے میں حضرت قدس سرہ کی مجلس میں مختلف گفتگو شروع ہوئی راقم الحروف (مولانا عبدالحمید اعظمی) نے پوچھا کہ اہل اللہ کو تو شب قدر کے سارے کوائف کھل جاتے ہیں معلوم نہیں اس رمضان میں کس شب میں تھی، حضرت نے ارشاد فرمایا میرے خیال میں اس سال شب قدر تیئسویں شب میں تھی، تیئسویں رمضان چہارشنبہ کو عید کا چاند دیکھنے کے بعد حضرت شیخ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر تشریف لے گئے، اس شب میں بھی تہجد کی نماز جماعت سے ہوئی اور حضرت نے اس قدر طویل قیام فرمایا کہ سارے رمضان میں کسی رات میں اتنا طویل قیام تہجد میں نہیں فرمایا ہوگا، صبح ٹھیک ساڑھے نو بجے حضرت نے اسی مسجد میں عید کی نماز پڑھائی۔



معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات

حضرت اقدس شاہ مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ

اب اکابر کے واقعات یادآ آکررُلاتے ہیں:

اب اکابر کے واقعات یادآ آکررُلاتے ہیں کے متعلق آپ بیتی میں بہت مختلف تذکرے گذرے ہیں، حضرت شیخ الاسلام اور حضرت رائپوری ثانی نوراللہ مرقدہما کا زمانہ چونکہ اس سیہ کار کو زیادہ ملا اور ان دونوں بزرگوں کی شفقتیں بھی اس سیہ کار پر میری حدتحریر سے تو باہر ہیں اور ابھی تک اس کے دیکھنے والے بھی سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہیں، اور دونوں اکابر کی سوانح کے وقت میں احباب نے بہت ہی کچھ اصرار کئے، مگر اس وقت علمی انہماک اتنا مجھ پر مسلط تھا کہ سوچنے سے بھی کوئی بات یادنہیں آتی تھی، اب علمی کاموں سے بیکاری میں پڑے پڑے اکابر کے واقعات یادآ آکررلاتے رہتے ہیں اور جدھر بھی نگاہ کرتا ہوں۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو زواماں گلہ دارد

میرے مخدوم میرے آقا شیخ الاسلام مولانا مدنی نے تو زبان سے کبھی ارشادنہیں فرمایا کہ یہ سیہ کار رمضان میں حاضر خدمت ہو، مگر انداز سے میں کئی دفعہ سمجھا کہ حضرت کا مبارک منشا یہ تھا کہ میں حضرت کے ساتھ رمضان گذاروں۔

حضرت رائے پوری ثانی نے اس سیہ کار کو رمضان اپنے پاس گذارنے پر اصرار فرماتے:

اور حضرت محسنی منعمی حضرت رائپوری ثانی نے تو اپنی زندگی کے آخری سالوں میں نہ صرف ارشاد بلکہ اصرار بھی فرمایا کہ یہ سیہ کار ماہ مبارک حضرت کی خدمت میں گذارا

کرے، لیکن حضرت نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ کے وصال تک اس سیہ کار پر **العلم الحجاب الاکبر** کا وہ زور تھا کہ علمی حرج بہت ہی شاق تھا، شاید آپ بیتی میں کسی جگہ لکھوا بھی چکا ہوں کی بغیر رمضان بھی حضرت نور اللہ مرقدہ کی اخیر زمانہ میں شفقتیں اس قدر بڑھ گئی تھیں کہ اس سیہ کار کی جدائی بہت شاق تھی۔

سبق پھر پڑھا لوگے مگر ہم کہاں ہونگے:

یہ ناکارہ ایک آدھ دن قیام کے بعد بخاری شریف کے سبق کے حرج کا عذر کر کے واپسی کی اجازت چاہتا تو حضرت نے کئی دفعہ ارشاد فرمایا جواب یاد آ کر رُلاتا ہے کہ بخاری شریف کا سبق تو پھر پڑھا لوگے مگر ہم کہاں ہونگے۔

حضرتؒ سے تعلق کی بنا پر بہٹ قیام گاہ پر روزانہ پہنچ جاتا:

حضرت کے ان ہی شفقت آمیز ارشادات اور تعلق کی بنا پر جبکہ شوال ۴۷ھ میں مرض کی شدت اور ڈاکٹر کی آمد ورفت کی سہولت کی وجہ سے حضرت قدس سرہ کا بہٹ میں کانگروں والی کوٹھی پر قیام تھا، عرصہ تک یہ معمول رہا کہ شام کے دوسرے گھنٹہ میں ابوداؤد شریف کا سبق پڑھا کر دارالحدیث سے سیدھا موٹر اڈہ پر پہونچ جاتا، اگر موٹر بالکل تیار ہوتی تو عصر بہٹ اتر کر پڑھتا اور اگر موٹر میں کچھ تاخیر ہوتی تو موٹر اڈہ کی مسجد میں عصر پڑھ کر موٹر میں سوار ہوتا موٹر والے بھی چونکہ روزانہ کی وجہ سے واقف ہو گئے تھے اس لئے وہ بھی دو چار منٹ میرا انتظار کر لیتے اور بہٹ اتر کر نماز پڑھ کر کانگروں والی کوٹھی میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا، اللہ کے لطف وکرم سے تھوڑے ہی عرصہ بعد اللہ نے موٹر والوں کے دلوں میں شفقت ڈالی کہ وہ بہٹ کے قریب جا کر موٹر کو ایسا تیز چلاتے کہ مجھے سیدھے کانگروں کی کوٹھی پر اتار کر وہاں سے واپس آ کر بہٹ کے اڈہ پر سواریوں کو اتارتے، اس میں مسلم اور غیر مسلم سکھ ڈرائیور بھی ہوتے تھے اور سواریاں شور بھی مچاتی تھیں کہ ہمیں بہٹ اترنا ہے ہمیں بہٹ اترنا ہے، اس وقت تو ڈرائیور گویا سنتے ہی نہیں تھے، مجھے اتار کر ان سے کہتے کہ

تمہارا دومنٹ میں کیا حرج ہوگیا ان مولانا صاحب کو بہٹ سے ڈیڑھ میل پاؤں آنا پڑتا، رات حضرت اقدس کی خدمت میں گذار کر علی الصباح چائے سے جلدی فارغ ہوکر پہلی لاری سے سہارنپور واپس ہوجاتا تھا یہ تو بڑی لمبی داستانیں ہیں جواب یاد آ کر رلا رہی ہیں، اس وقت تو رمضان کا ذکر چل رہا تھا۔

عصر کی نماز کے وقت حضرتؒ کی خدمت میں پہنچنا:

اس ناکارہ کے دونیم رمضان پہلا ۱۳۴۸ھ کا جبکہ حضرت قدس سرہ نے یہ رمضان سہارنپور میں بہٹ ہاؤس میں کیا، زکریا بعد ظہر اپنا سپارہ سنا کر بہٹ ہاؤس میں حاضر ہوتا اور حضرت قدس سرہ کے ساتھ تراویح پڑھ کر واپس آتا اس رمضان کے وقائع اور برکات تو بہت ہی ہیں ایک دن کا واقعہ ہمیشہ ہی نظروں میں رہے گا، حضرت قدس سرہ کے حجرہ میں ایک کونے میں اس ناکارہ کے بیٹھنے کی جگہ متعین تھی۔

حضرت قدس سرہ کے یہاں جگہ متعین تھی:

اور بھائی الطاف کو اللہ بہت ہی جزائے خیر دے اس نے معتکفین کی طرح سے میرے بیٹھنے کی جگہ پردے وردے لگا رکھے تھے، بسترہ اور تکیے وہاں ہر وقت بھائی کی برکت سے لگے رہتے تھے، میں چپکے سے جا کر اپنے بسترہ کے قریب کا دروازہ کھول کر اپنے بسترہ پر بیٹھ جاتا۔

حجرہ میں انوار کا اس قدر مینہ برس رہا تھا کہ:

عصر کی نماز کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا، حضرت کو میری حاضری کی اکثر خبر بھی نہیں ہوتی تھی ایک دن میں حسب معمول پہونچا تو حجرے کے اندر حضرت کوئی دوا نوش فرما رہے تھے دو تین خادم ادھر اُدھر کھڑے ہوئے تھے، اس وقت حجرہ میں انوار کا اس قدر مینہ برس رہا تھا کہ مجھ جیسے بے بصیرت کو بھی یہ محسوس ہو رہا تھا کہ حجرہ میں آفتاب نکل رہا ہے،

میں دیر تک بلکہ عصر کی نماز تک یہی سوچتا رہا، بعضوں کے افطار میں بھی اتنی برکات کا ظہور ہے کہ لاکھوں کے روزے میں ان کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہوتا وہ کیفیت نہ اس سے پہلے کبھی کہیں دیکھی نہ اس کے بعد اب تک بھی جب وہ منظر یاد آجاوے تو لطف آجاتا ہے۔

حضرت قدس سرہ کی غایت شفقت:

اور حضرت کا تو اصرار تھا کہ میری حاضری پر اطلاع ہوجایا کرے، لیکن میں نے دوستوں کو یہ کہہ کر منع کر دیا تھا کہ حضرت کی توجہ میں فرق پڑے گا میرے محسن مخلص دوست عزیز الحاج ابوالحسن کے تعلقات کی ابتداء بھی اسی رمضان سے ہے، وہ اپنے ابتدائی تعلق کو کبھی کبھی مزہ لے لے کر بہت تفصیل سے سنایا کرتا ہے اور مجھے بھی بہت سی چیزیں خوب یاد ہیں اگر یہاں لکھواؤں تو کم سے کم پانچ سات ورق اس کی نذر ہوجاویں گے، جو اکابر کے رمضان سے بے تعلق ہوں گے، دل تو میرا بھی چاہتا ہے کہ ان کو کہیں لکھواؤں، کہیں موقع ہوا تو شاید لکھوادوں، اس سال حضرت قدس سرہ کی غایت شفقت نے شاہ مسعود کو قرآن سنانے کا حکم فرمایا تھا، جوانہوں نے بہت ہی بہتر طریقہ سے بہت ہی ذوق وشوق سے سنایا، اور ۲۵ رشب رمضان میں ختم کیا، چاردن متفرق احباب نے سنایا چونکہ حضرت قدس سرہ کے یہاں تراویح اول وقت شروع ہوجاتی اور مدرسہ قدیم میں قاری مظفر صاحب تراویح پڑھاتے تھے، اس لئے یہ ناکارہ بہٹ ہاؤس سے واپسی پر قاری صاحب کے پیچھے دوچار نفلوں میں شرکت بھی کرلیتا تھا، اس زمانہ میں اس ناکارہ کے یہاں تراویح کے بعد کی چائے کا بہت اہتمام اور زور تھا، پھلکیاں تو اہتمام سے گھر میں پکتی تھیں اور جو کچھ ادھر اُدھر سے آجاوے وہ مزید براں، جناب مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں نے بھی اکثر رمضان کا حصہ بہٹ ہاؤس میں گزارا تھا اور صوفی عبدالحمید صاحب جو مولانا سرارحیم بخش صاحب کے بھتیجے تھے، انہوں نے بھی اور بھی حضرت قدس سرہٗ کے مخلص خدام کا یہ معمول تھا کہ حضرت کے یہاں سے تراویح سے فراغت کے بعد اس ناکارہ کی مجلس چائے میں شرکت کے واسطے تشریف لاتے، اور تقریباً دو گھنٹے میں واپسی ہوتی۔

مدرسہ اور بخاری دونوں رہیں گے ہم کہاں رہیں گے:

اس سیہ کار کا دوسرا رمضان جو حضرت قدس سرہ کی حیات کا آخری رمضان ہے، ۱۳۸۱ھ کا ہے، اس میں چند ماہ سے حضرت کے شدید اصرار پر اور اس اصرار پر کہ مدرسہ اور بخاری تو دونوں رہیں گے، مگر ہم کہاں رہیں گے، ناکارہ کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد فوراً بغیر کھانا کھائے رائپور روانہ ہوجاتا تھا، میں آپ بیتی میں کسی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ نظام الدین اور رائپور کی حاضری میں ان دونوں اکابر کے میرے کھلانے پر انتہائی خوشی کی وجہ سے میں دونوں جگہ کے لئے جانے سے ایک دن پہلے کھانا چھوڑ دیتا تھا اور جمعہ کے بعد جاکر دو دن قیام کے بعد پیر کی صبح کو علی الصباح اول وقت حضرت قدس سرہ کے ساتھ نماز فجر پڑھ کر اور چائے پی کر سہارنپور واپس ہوجاتا تھا، ماہِ مبارک کے متعلق یہ طے ہوا کہ آدھا سہارنپور گزرے گا اور آدھا رائپور اس لئے ۱۵؍ رمضان کو رائپور کی روانگی طے تھی، مگر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی خبر آئی کہ وہ ۱۷؍ رمضان کو آرہے ہیں، ان کے انتظار میں بجائے ۱۵؍ کے ۱۷؍ کو جانا ہوا، اسی دن وہ دہلی سے تشریف لائے اور فوراً ہی ان کی کار میں رائپور حاضری ہوگئی، اور افطار حضرت نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں ہوا، مولانا یوسف صاحب تو دوسرے دن واپس تشریف لے آئے اور یہ ناکارہ حضرت قدس سرہ کے ساتھ خانقاہ شریف میں عید کی نماز آزاد صاحب کی اقتداء میں پڑھ کر سہارنپور واپس آیا، درمیان میں بھی دو دن کے لئے سہارنپور آنا پڑا تھا، راستہ میں بہٹ ریڑھی اور مختلف دیہات کے لوگوں کو عید کے کپڑے پہن کر عیدگاہ کی طرف جانے کا منظر بھی خوب یاد ہے اس لئے کہ باغ میں تو نماز اشراق کے وقت ہوگئی تھی اور قصبات میں گیارہ بجے تک ہوتی ہے اس لئے راستہ میں تانگے گھوڑے بیل گاڑیاں ان پر بوڑھے بچے نوجوان زرق برق کی پوشاکیں اور قہقہے کے مناظر بھی خوب دیکھے، اس رمضان میں باغ کی مسجد میں تو مولوی فضل الرحمٰن بن مولوی عبدالمنان دہلوی نے قرآن پاک سنایا اور حضرت کے حجرہ شریف کے برابر کے حجرہ میں

مولوی عبدالمنان صاحب گوجرانوالہ نے پڑھا، جن کی اقتداء میں اس ناکارہ نے بھی آخر رمضان کی تراویح پڑھی اور اپنا قرآن اپنے مکان میں تراویح میں ختم کر چکا تھا۔

حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے معمولات:

اس سال حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے یہاں ظہر کے بعد کی خلوت کا بہت اہتمام تھا ایک آدھ خادم کے سوا جو اس ضرورت سے کہ نہ معلوم کب اجابت یا پیشاب کی ضرورت ہو جائے حاضری کی اجازت نہیں تھی، صبح کو اول وقت نماز پڑھنے کے بعد جانے والوں سے مصافحے ہو کر آرام فرماتے، دس بجے اندر ہی کچھ کھانا تناول فرما کر کہ ڈاکٹروں کی طرف سے افطار پر اصرار تھا، کئی سال کی مسلسل علالت نے ضعف بھی زیادہ کر دیا تھا کہ قدمچہ پر بھی بغیر سہارے بیٹھنا مشکل تھا۔

حضرتؒ کی خدمت میں مشتاقین کا ہجوم پروانوں کی طرح:

اور چونکہ حضرت کی پاکستان تشریف آوری کا کئی ماہ سے شور ہو رہا تھا اس لئے ہجوم بھی بے پناہ تھا کھانے سے فراغ پر تھوڑی دیر کو چارپائی چار آدمی اٹھا کر باہر لاتے مشتاقین کا ہجوم پروانوں کی طرح سے امنڈتا رہتا، زکریا کو بار بار چارپائی سے دور رہنے پر ہجوم سے لڑنا پڑتا، بیعت کا سلسلہ بھی بہت وسیع تھا، ہر مرتبہ باہر تشریف آوری پر سیکڑوں کی مقدار میں باغ میں دور تک لوگ بیٹھ جاتے، حافظ عبدالرشید صاحب رائپوری ان سب کو بیعت کراتے، شروع میں بسم اللہ حضرت آہستہ آہستہ پڑھتے لمبے چوڑے الفاظ بیعت کے نہیں ہوتے تھے بسم اللہ کے بعد کلمہ طیبہ پڑھایا جاتا، پھر گناہوں سے توبہ، نماز کی تاکید، سنت کی اتباع کی تاکید پر بیعت ختم ہو جاتی۔

عصر سے مغرب کتاب سننے کا معمول:

عصر کی نماز کے بعد حضرت کی چارپائی مغرب تک باہر رہتی اور کئی سال سے چونکہ عصر سے مغرب تک کی مجلس میں کسی کتاب کے سننے کا مستقل معمول تھا جو ہندو پاک

کے اسفار میں بھی مستقل رہتا اس رمضان میں حضرت خواجہ محمد معصوم صاحبؒ کے مکتوبات سنائے جارہے تھے جو آزاد صاحب سناتے تھے، اصل مکتوبات تو فارسی میں ہیں ان کا ترجمہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہی کا جو الفرقان میں چھپے ہوئے تھے سنائے جارہے تھے، مجمع چونکہ بہت کثیر تھا اس لئے متفرق جگہ مسجد میں مدرسہ میں افطار کا اہتمام تھا، حضرت کی چارپائی کے قریب مخصوصین کا افطار ہوتا تھا، اس کے بعد چھپر ہی میں حضرت اور خصوصی لوگوں کی نماز ہوتی تھی بقیہ سب لوگ مسجد میں نماز سے تقریباً آدھ گھنٹہ بعد مہمانوں کے کھانے کا متفرق جگہ اہتمام ہوتا تھا، اس کے بعد چائے کا دور ہوتا تھا۔

اس ناکارہ کا معمول:

اس ناکارہ کا معمول تو ۳۸ھ سے افطار میں کھانا کھانے کا نہیں رہا، افطار میں صرف کھجور اور زمزم کے علاوہ کا معمول نہیں تھا، میری ضابطہ کی افطاری بھی عشاء کے بعد ہوتی تھی، علی میاں کویت میں رمضان کا چاند شب دوشنبہ میں دیکھ کر چلے تھے، حجاز دمشق وغیرہ میں بھی دوشنبہ کو پہلا روزہ ہوا، لیکن ہندوپاک میں بلا اختلاف چہارشنبہ کو روزہ ہوا، اس سال میری ہمشیرہ کے سبط عزیز سلمان نے حکیم ایوب کی مسجد میں پہلی محراب سنائی، مولانا یوسف صاحب ۴؍شوال کو بعد مغرب سہارنپور پہنچے اور ۵؍شوال کو علی الصباح رائپور حاضری پر راؤ عطاء الرحمٰن نے یہ کہا کہ ایک اہم مشورہ تیرے اوپر موقوف ہے۔

حضرت شیخؒ سے اہم مشورہ:

اس میں انکار نہ کیجیو، میں نے کہا اتنے یہ نہ معلوم ہو کہ کیا مشورہ ہے میں وعدہ نہیں کرسکتا، انہوں نے اصرار کیا کہ بات تو حضرت خود ہی بتائیں گے مگر تو خلاف نہ کیجئے، میں نے کہا اس وقت تک کوئی وعدہ نہیں جب تک بات معلوم نہ ہو، انہوں نے کہا کہ ہم نے حافظ عبدالعزیز صاحب کو حضرت کے بعد مستقل یہاں قیام پر راضی کرلیا ہے، مگر حضرت نے تیرے مشورے پر موقوف رکھا ہے، میں نے کہا ضرور موافقت کروں گا، میری تو عین تمنا

ہے، فوراً حضرت قدس سرہ کے یہاں سے طلبی ہوئی، یہ ناکارہ اور حضرت قدس سرہ اور راؤ
عطاء الرحمٰن تین آدمی تھے، دیر تک اسی پر گفتگو رہی وہ تو بڑی طویل ہے اور چونکہ بعض
حضرات کو اس گفتگو کی تصدیق میں بھی انکار ہے اور مجھے بھی اس پر اصرار نہیں کہ میں خواہ
مخواہ ان راز ہائے بستہ کا افشاء کروں، تھوڑی دیر بعد حضرت حافظ صاحب اوپر سے بلائے
گئے، میں نے حضرت حافظ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارشاد ہے اور میری تو عین
تمنا ہے، مگر آپ کے ساتھ مشاغل اتنے لگ گئے ہیں کہ ان کا چھوڑنا بظاہر دشوار ہے،
حضرت حافظ صاحب پر اس وقت بہت ہی اثر تھا، حافظ صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں کے
حکم کے بعد مجھے کیا انکار ہوسکتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ غور کر لیجئے، حضرت حافظ صاحب
سے میثاق ومواعید کے بعد ان کے اور راؤ عطاء الرحمٰن کے جانے کے بعد میں نے حضرت
نور اللہ مرقدہ سے استفسار کیا کہ کھانے پر اس کا اعلان کردوں، حضرت نے اجازت فرمادی،
باہر دسترخوان بچھ چکا تھا میں نے باہر آکر دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلے اکابر
حضرات رائپور کو جمع کیا جو کھانے کے انتظام میں لگ رہے تھے اور ان کو مبارک باد دی کہ
حضرت حافظ صاحب نے مستقل یہاں قیام کا وعدہ فرمالیا ہے اللہ تعالیٰ تم سب کو مبارک
کرے اور حضرت حافظ صاحب کو بھی خانقاہ کی برکات سے مالا مال فرمائے، اس کے بعد
کھانے کا سلسلہ شروع ہوگیا، حضرت دہلی تو بعد ظہر رائپور سے چل کر گھانہ متصل بہٹ کے
اجتماع میں تشریف لے گئے اور جمعرات کی صبح کو علی الصباح کارز کریا کو لینے رائپور گئی زکریا
۸/ بجے رائپور سے چل کر ۹/ بجے گھانہ پہنچا، اور گھانہ کی اختتامی دعا میں حضرت مولانا
یوسف صاحب کی دعا الوداعی مصافحہ میں شرکت کی اس کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب
۱۲/ بجے وہاں سے چل کر سہارنپور تھوڑی دیر ٹھہر کر تین بجے دہلی روانہ ہوگئے، چونکہ حضرت
نور اللہ مرقدہ کا پاکستان کا سفر طے شدہ تھا، اس لئے زکریا کو بار بار رائے پور حاضری کی
نوبت آتی تھی اس لئے ان ۱۱/ شوال کی شام کو دوبارہ رائے پور حاضری ہوئی اور ۱۶/ شوال
کی شام کو مولانا یوسف صاحب بھی اسی خبر پر دہلی سے سہارنپور آئے اور جب معلوم ہوا کہ

زکریا نہیں ہے اسی وقت رائے پور روانہ ہوگئے، اور ۱۰؍ بجے رات کو رائے پور پہنچے اور حضرت قدس سرہ کے التواء سفر کی وجہ سے ۱۵؍ شوال یکشنبہ کی صبح کو مع زکریا رائے پور سے واپس آئے، قصہ تو اکابر کے رمضان کا تھا بات پر بات یاد آتی چلی جاتی ہے۔

رائے پور کا رمضان:

علی میاں حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی سوانح میں بعنوان ''رائے پور کا رمضان'' تحریر فرماتے ہیں ''رمضان المبارک میں خاص بہار ہوتی لوگ بہت پہلے سے اس کے منتظر ہوتے اور تیاریاں کرتے ملازمین چھٹیاں لے کر آتے مدارس دینیہ کے اساتذہ اس موقع کو غنیمت جان کر اہتمام سے آتے علماء وحفاظ کی خاصی تعداد جمع ہوجاتی، تقسیم سے پہلے مشرقی پنجاب کے اہل تعلق وخدام اور وہاں کے مدارس کے علماء کی تعداد غالب ہوتی، اہل رائپور اور اطراف کے اہل تعلق اولوالعزمی اور عالی ہمتی سے مہمانوں اور مقیمین خانقاہ کے افطار طعام اور سحر کا انتظام کرتے۔

حضرت رائے پوری کے معمولات ونظام الاوقات

رمضان المبارک میں اپنے شیخ کی اتباع میں مجلسیں سب ختم ہوجاتیں باتوں کے لئے کوئی خاص وقت نہ تھا ڈاک بھی بند رہتی تخلیہ نماز کے وقت کے علاوہ تقریباً ۲۴؍ گھنٹے رہتا، کسی ایسے شخص کے آنے سے گرانی ہوتی جس کے لئے وقت صرف کرنا پڑتا، افطار علالت سے پیشتر مجمع کے ساتھ ہوتا جس میں کھجور اور زمزم کا خاص اہتمام ہوتا، مغرب کے متصل کھانا علالت سے پہلے مجمع کے ساتھ اس کے بعد چائے، عشاء کی اذان تک یہی وقت چوبیس گھنٹے میں مجلس کا تھا۔

عشاء کے بعد کے معمولات:

اذان کے بعد نماز کی تیاری اسی درمیان میں حضرات علماء جن کا مجمع اگلی صف

میں ہوتا، بعض اہم اہم سوالات کرتے اور حضرت ان کا جواب دیتے، عشاء کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ کبھی نشست اور کبھی لیٹ جاتے خدام بدن دبانا شروع کرتے، مسجد و خانقاہ میں تراویح ہوتی، مسجد میں بھی قرآن مجید ہوتا اور خانقاہ میں بھی، یوں تو حفاظ کی کثرت ہوتی، مگر حضرت اچھے پڑھنے والے بہتر حافظ کو پسند کرتے۔

حضرتؒ کی فکر، خانقاہ اور مدرسہ میرے بعد بھی جاری رہے:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ سے یہ فکر تھی کہ خانقاہ اور مدرسہ کا سلسلہ میرے بعد بھی جاری رہے اس لئے کئی بار مشورے بھی ہوئے، اور مختلف تجویزیں مختلف اوقات میں سامنے بھی آئیں، لیکن کوئی تجویز اطمینان بخش طریقے پر نہیں چل سکی اسی سلسلہ میں آخری رمضان سے پیشتر مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب کو پاکستان سے بلایا گیا مولانا اوپر کی منزل میں تشریف رکھتے تھے اور حسب معمول رمضان کے اشغال میں عالی ہمتی سے مشغول تھے، رائے پور کی اس خانقاہ کو آباد رکھنے کیلئے کسی موزوں شخصیت کے انتخاب وتعیین کی ضرورت تھی۔

مولانا حافظ عبدالعزیزؒ کو رائے پور قیام کیلئے تجویز فرمایا:

مولانا عبدالعزیز صاحب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کے حقیقی نواسہ اور اسی خاندان والاشان کے چشم چراغ ہیں، عالم صالح متشرع اور ذاکر شاغل ہیں، حضرت ہی سے بیعت واجازت ہے اور حضرت ہی کے دامن عاطفت میں تربیت پائی ہے، حضرت حافظ صاحب کی ۱۹۰۵ء میں ولادت ہوئی اور اعلیٰ حضرت رائے پوری کی حیات میں قرآن پاک حفظ کرلیا اور محراب بھی رائے پور میں سنائی تھی اول سے آخر تک مظاہر علوم میں تعلیم پائی ۱۳۴۳ھ میں دورۂ حدیث میں شریک ہوئے، ۱۹۴۷ء کے پر آشوب زمانہ میں ہمت وعزیمت کے ساتھ مشرقی پنجاب میں حالات کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی تقویت

کا ذریعہ بنے، پھر جب اس علاقہ کا سرکاری طور پر انخلاء ہوا تو اپنے پورے قافلہ کے ساتھ عزت و ہمت کے ساتھ پاکستان تشریف لے گئے اور شہر سرگودھا میں اقامت اختیار کی اطال اللہ بقاء ہ...... اہل رائے پور اور قرب وجوار کے مسلمان ان سے خوب واقف اور مانوس بھی ہیں اور وہ اپنے خاندانی تعلق قرابت قریبہ اور وجاہت سے اس شیرازہ کو مجتمع ومربوط رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں، حضرتؒ نے ان کو رائے پور میں قیام کے لئے تجویز فرمایا اور رمضان کے بعد شوال ۱۳۸۱ھ کا پہلا ہفتہ تھا، حضرتؒ کے ارشاد سے حضرت شیخ الحدیث نے جو تشریف رکھتے تھے، متعلقین خانقاہ کے ایک مجمع میں اعلان فرمایا کہ حضرت نے حافظ صاحب کو یہاں قیام کے لئے تجویز فرمایا ہے، اور حافظ صاحب نے اس کو قبول بھی فرمالیا ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، ہمیں تو بڑا فکر ہورہا تھا کہ یہاں یہ سلسلہ ختم ہوجائے گا، اللہ کا شکر ہے اور امید ہے کہ یہ جگہ آباد اور یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ (سوانح حضرت رائے پوری)

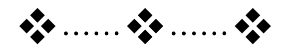
حضرت رائے پوری کے مختلف رمضان کی روداد:

علی میاںؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں " پاکستان کے زمانۂ قیام میں رمضان بھی پڑجاتے پاکستان کے خدام ومخلصین کی کوشش وتمنا ہوتی کہ رمضان یہیں گذرے تاکہ رمضان کی رونق وبرکت دوبالا ہو، رمضان گرمیوں میں پڑرہے تھے ۱۳۷۱ھ میں کوہ مری صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر رمضان ہوا، ۱۳۷۳ھ جناب محمد شفیع قریشی صاحب اور ملک محمد دین صاحب کی مخلصانہ دعوت ودرخواست پر گھوڑا گلی (کوہ مری) میں رمضان ہوا، سو سے اوپر مہمان تھے، دونوں صاحبوں نے بڑے ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ رمضان کے مہمانوں کی ضیافت ومیز بانی کے فرائض انجام دیئے، اگلے سال ۱۳۷۴ھ میں پھر یہیں (گھوڑا گلی میں) رمضان ہوا، دوسرے سال ۱۳۷۵ھ لائل پور میں رمضان ہوا، مہمانوں کا مجمع دوسو تک پہنچ جاتا تھا۔ ۱۳۷۶ھ میں لاہور میں رمضان ہوا چودھری عبدالحمید صاحب مرحوم (کمشنر بحالیات) نے ضیافت ومیز بانی میں خاص حصہ لیا، ۱۳۷۸ھ میں

پھر لائلپور میں رمضان ہوا، اس کے بعد پھر پاکستان میں رمضان شریف گذارنے کی نوبت نہیں آئی، زندگی کے دونوں آخری رمضان ۸۱-۱۳۸۰ھ رائے پور میں گذرے۔ (سوانح حضرت رائے پوری)

۲ےھ کا رمضان بھی لاہور میں ہوا:

یہ اوپر گذر چکا کہ ۲ےھ کا رمضان حضرت نے منصوری پر گذارا تھا ےھ علی میاں کی تحریر میں چھوٹ گیا یہ رمضان بھی حضرت کا لاہور میں صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر گذرا، علی میاںؒ نے سوانح میں رمضان ۸ےھ لائیپور کا لکھا ہے نقل تو وہ میرے ہی روزنامچہ سے ہے، لیکن اس میں میرے کاتب سے یا کاپی کے کاتب سے ہندسہ میں غلطی ہوئی، یہ رمضان سہارنپور میں بہٹ ہاؤس میں ہوا اور ۹ےھ لائلپور میں ہوا۔



معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات

حضرت اقدس مولانا یحییٰ صاحب کاندھلویؒ

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ قرآن پاک حفظ پڑھنے کا بہت زور تھا:

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا کوئی نظام ماہ مبارک کا نہیں تھا متفرق احوال آپ بیتی کے متفرق مواقع پر لکھوا چکا ہوں، گنگوہ کے قیام میں یعنی ۱۳۲۸ھ تک مجھے والد صاحب کا کوئی سفر رمضان کا یاد نہیں یہ بھی پہلے لکھوا چکا ہوں کہ حضرت امام ربانی قطب عالم گنگوہیؒ کی حیات کے آخری رمضان میں یعنی ۱۳۲۲ھ کے رمضان میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ارشاد پر میرے والد صاحب نے تراویح سنائی تھی تراویح میں قرآن پاک پڑھا تھا جس کے متعلق وہ فرمایا کرتے تھے کہ سات سال کی عمر کے بعد اس مرتبہ ۲۹؍ شعبان کو حضرت قطب عالم کے خوف میں پہلے دن سوا پارہ قرآن مجید دیکھ کر پڑھا تھا، پہلے دن کے بعد رعب جاتا رہا پھر نوبت نہ آئی، یہ تو میں بار بار لکھوا چکا ہوں کہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہاں قرآن پاک حفظ پڑھنے کا اتنا زور تھا کہ وہ کتب خانہ کا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے، کتابوں کا نکالنا پیکٹ کا باندھنا پتوں کا لکھنا وغیرہ وغیرہ سب وقت میں قرآن پاک کثرت سے پڑھا کرتے تھے، اس کی تفصیل تو حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

میرے والدؒ کے سہارنپور کے معمولات کی تفصیل:

سہارنپور کے دوران قیام میں پورا رمضان سہارنپور میں گذارنا بجز ایک رمضان کے مجھے یاد نہیں ۳۲ھ میں جبکہ دار الطلبہ قدیم کی مسجد تیار ہوگئی، میرے حضرت نور اللہ

مرقدہ کے ارشاد سے اس مسجد میں پہلی محراب رمضان ۳۲ھ میں میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ نے سنائی تھی، سہارنپور کے معمولات یہ تھے کہ میرے والد صاحب کا قیام مدرسہ کے اسباق کے علاوہ اوقات میں موچیوں کی مسجد، متصل مکان حکیم یعقوب صاحب میں زیادہ رہا کرتا تھا وہیں افطار فرمایا کرتے تھے، جس میں کسی خاص چیز کا کوئی اہتمام نہیں تھا، کھجور زمزم اگر ہوتی تو مقدم ہوتی تھی ورنہ جو بھی ہو حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کے یہاں کھجور اور زمزم کا بہت اہتمام تھا، دوران سال میں جو حجاج کھجور زمزم لاتے اس کو بہت اہتمام سے ڈبوں اور بوتلوں میں رکھوا دیتے اس زمانہ میں کھجور وزمزم کی یہ فراوانی نہیں تھی جو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اسباب سفر کی سہولت کی وجہ سے اس زمانہ میں عطا فرما رکھی ہے۔

عشاء سے سحر تک کا معمول:

عشاء کے قریب تک یہ حضرات نوافل واوراد میں مشغول رہتے، عشاء کے قریب اپنے اپنے گھروں جو سب مسجد کے قرب وجوار میں تھے ضروریات وغیرہ سے فارغ ہوکر مسجد میں مجتمع ہوجاتے، عشاء کی نماز سب مسجد میں پڑھتے اس کے بعد نوجوان پارٹی اپنے اپنے گھروں میں منتقل ہوجاتی اور سحر تک نوافل کا زور رہتا، کیونکہ اس پر شدت تھی کہ نوافل کے مقتدیوں میں تین سے زیادہ نہ ہوں اس لئے مستورات بدلتی رہتیں اور حافظ بھی بدلتے رہتے چار رکعت فلاں فلاں رشتہ داروں کو ایک جگہ اور فلاں فلاں کو دوسری جگہ سحر تک یہی سلسلہ رہتا سحر پر سب بڑے اور چھوٹے مرد اور عورت اپنے اپنے ٹھکانوں پر مجتمع ہوجاتے اور اجتماعی طور پر سحری کھایا کرتے، سحر میں جیسا اوپر لکھا گیا چپڑی ہوئی روٹی اور کوفتہ تو ضروری تھا اور تیسرا جزو میٹھی چوری (ملیدہ) کا خاص اہتمام تھا اور یہ مشہور تھا کہ چونکہ دیر ہضم ہوتی ہے تو رمضان میں بھوک نہیں لگتی، اذان کے بعد اول وقت صبح کی نماز ہوتی اور پھر سب گہری نیند سوتے اور حسب توفیق جلدی یا بدیر اٹھ کر قبیل الافطار تک بالنظر تلاوت

میں مشغول رہتے کوئی مسلسل پڑھتا کوئی سنانے کا سپارہ پڑھتا۔

ہمارے گھر کی مستورات کا دن میں ۱۴-۱۵/ پارے روزانہ پڑھنا اقل درجہ ہے:

میں فضائل رمضان میں متعدد جگہ اور فضائل قرآن میں بھی لکھوا چکا ہوں کہ ہمارے گھر کی مستورات میں میری بچیاں اللہ ان کو مزید قوت وہمت عطا فرمائے کھانے پینے کے مشاغل اور بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ کہ ماشاء اللہ ایک ایک کے کئی کئی بچے ہیں ماہ مبارک کی راتوں کا حصہ مختلف حافظوں سے سننے میں گذارتی ہیں اور دن میں ۱۴-۱۵/ پارے روزانہ پڑھنا تو اقل درجہ ہے اس پر تنافس اور مقابلہ ہوتا ہے کہ کس کے پارے زیادہ ہوئے۔

میری دادی صاحبہؒ یومیہ چالیس پارے کے علاوہ بیسیوں تسبیحات کا معمول:

یہ بھی کہیں لکھوا چکا ہوں کہ میری دادی صاحبہ نور اللہ مرقدہا حافظہ تھیں اس لئے ایک منزل روزانہ فی بشوق کا تو ان کا مستقل معمول تھا اور ماہ مبارک میں چالیس پارے یعنی ایک پورا قرآن کر کے دس پارے مزید روزانہ پڑھنا تو ہمیشہ کا معمول تھا اور اس کے علاوہ بیسیوں تسبیحیں مختلف کئی کئی سو کی دائمی مشغلہ تھا، جن کی تعداد ۱۷/ ہزار کے قریب ہوتی ہے جس کی تفصیل تذکرۃ الخلیل میں ہے۔

ہمارے گھر کی مستورات کا قرآن شریف کے ساتھ خصوصی شغف:

اور میرے والد صاحب کی نانی صاحبہ کا قصہ بھی اسی رسالہ میں گذر چکا ہے کہ انہوں نے پورا قرآن شریف ایک رکعت میں اپنے صاحبزادے مولوی رؤف الحسن مرحوم سے سنا، اللہ کا بڑا ہی احسان ہے کہ مستورات میں رمضان المبارک میں قرآن پاک کا زور اب تک باقی ہے، ان بیچاریوں کو رات دن میں سونے کا وقت بہت ہی کم ملتا ہے، رات کا حصہ تو یہ اپنی تلاوت اور قرآن شریف سننے میں خرچ کرتی ہیں، جب بچے سوتے رہتے ہیں

اور دن میں جب یہ سونا چاہتی ہیں تو ایک بچہ ادھر سے آکر نوچنے لگتا ہے، دوسری بچی ادھر سے ٹیں ٹیں کرنے لگتی ہے، مجھے تو بعض مرتبہ بڑا ہی ترس آتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی قبول فرمائے۔

رمضان المبارک میں تمام رات عبادت میں گذارتے:

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ کا معمول مشائخ کاندھلہ میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں تمام رات عبادت میں گذارتے اور ایک لمحہ کے لئے نہ سوتے تھے اور نہ بستر پر لیٹتے تھے، روز حشر کے خوف سے ہر وقت آنسو آنکھوں سے جاری رہتے تھے (مشائخ کاندھلہ) یہ تو تبعاً آ گیا۔

میرے والدؒ کا اصل ذوق اول وقت نماز پڑھنے کا تھا:

میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کا اصل ذوق تو اول وقت نماز پڑھنے کا تھا، لیکن سہارنپور کی جملہ مساجد میں اس وقت اسفار ہی میں نماز ہوتی اس لئے وہ بھی اسفار ہی میں پڑھتے تھے، البتہ حضرت قدس سرہ کے دور میں گیارہ مہینے تو اسفار کامل میں ہوتی تھی ماہ مبارک میں معمول سے دس پندرہ منٹ قبل۔

میرے والدؒ کا معمول صبح کی نماز پڑھ کر آرام کا تھا:

میرے والد صاحبؒ کا معمول بھی صبح کی نماز پڑھ کر آرام کا تھا اور دو تین گھنٹے سونے کے بعد اٹھ کر اپنے مشاغل علمیہ میں لگ جاتے، بعض طلبہ کو رمضان میں خصوصی اسباق بھی پڑھایا کرتے جو مدرسے میں مقیم ہوتے اور والد صاحب سے مانوس ہوتے افطار تک کا یہی معمول تھا، دن میں قرآن پاک کے سنانے یا دور کرنے کا معمول نہیں تھا، البتہ دن کے اوقات میں جو تھوڑا بہت وقت فارغ ملتا اس میں بالجہر پڑھنے کا معمول تھا۔

مغرب کی اذان خود کہنے کا بڑا معمول تھا:

یہ بھی کہیں گذر چکا کہ گنگوہ میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے دور میں مغرب کی اذان خود کہنے کا بڑا معمول تھا اس میں جھوری الصوت اور نہایت طویل اذان کا معمول تھا وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس وجہ سے اہتمام کرتا تھا کہ اطمینان سے لوگ اپنے اپنے گھروں سے فارغ ہوکر آجائیں دور تک اذان کی آواز پہنچتی رہے، میری اذان کے درمیان میں بہت اطمینان سے آدمی افطار سے فارغ ہوسکتا ہے، اور اذان کے بعد اپنے گھر سے چلے تو حضرت قطب عالم امام ربانی قدس سرہ کی تکبیر اولیٰ میں شریک ہوسکتا ہے، حضرت قطب عالم قدس سرہ کے یہاں نصف النہار سے گھڑیوں کے ملانے کا بہت اہتمام تھا۔

خودرو گھاس کے دو چار پتوں سے افطار کرتا:

والد صاحب فرماتے تھے کہ میں غروب آفتاب سے ایک دومنٹ پہلے خانقاہ کی چھت پر چلا جایا کرتا تھا، خودرو گھاس کے دو چار توڑ کر ان کو چبا کر ان سے افطار کر کے اذان شروع کردیتا تھا اور بہت ہی لمبی اور اطمینان سے اذان کہا کرتا تھا، میرٹھ اور نواب والی مسجد دہلی اور قصبہ بہٹ کے رمضان کے قصے پہلے گذر چکے۔

ایک ہی شب میں پورا قرآن سنانا:

مشائخ کاندھلہ میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحبؒ کا معمول تھا کہ ہر رمضان المبارک میں اپنی والدہ صاحبہ اور نانی صاحبہ کو قرآن شریف سنانے کے لئے کاندھلہ تشریف لاتے اور ہمیشہ تین شب میں پورا قرآن شریف سنا کر واپس تشریف لے جاتے، جس سال ذی قعدہ میں آپ کا وصال ہوا اس رمضان میں ایک ہی شب میں پورا قرآن مجید سنایا اور اگلے ہی دن واپس تشریف لے گئے۔

اخیر شب میں جہر سے قرآن پڑھنے کا معمول:

(مشائخ کاندھلہ) میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مختلف طور پر آپ بیتی میں وقتاً فوقتاً لکھواتا رہا ہوں اس وقت تو ذہن میں نہیں اور اس رسالہ کے شروع میں بھی حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ذیل میں کچھ واقعات لکھوا چکا ہوں، اس وقت تو جو واقعات یاد آئے ان کی طرف اشارہ کر دیا یہ بھی میں کسی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ اخیر شب میں جہر سے قرآن پاک پڑھنے کی ان کی عادت بہت تھی نماز میں بھی اور بغیر نماز کے بھی، بسا اوقات رات کو میرے گہری نیند سے سوتے ہوئے جاگنا بھی ان کے رونے کی آواز سے ہوا کرتا تھا، میں نے اپنے اکابر میں بکاء فی اللیل دو کو دیکھا۔

اپنے اکابر میں بکاء فی اللیل دو کو دیکھا:

ایک حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ ایک اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ، میں نے آپ بیتی میں کسی جگہ لکھوایا کہ ایک زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے قرب و جوار نواح سہارنپور کے جو سفر ہوتے تھے ان میں یہ ناکارہ تقریباً ہر سفر میں ساتھ ہوتا تھا اس لئے کہ حضرت قدس سرہ کا طوفانی سفر ہوتا تھا کہ شام ۴/ بجے یہاں تشریف لائے اپنی کار میں مجھے بٹھایا ریڑھی کے جلسے میں یا دھلا پڑھ تشریف لے گئے، رات یا صبح میں مجھے گھر چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے۔

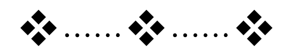
حضرت شیخ الاسلام کی ہمرکابی کا واقعہ:

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کی ہمرکابی میں ایک مرتبہ آبھہ جاتا ہوا، حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ اس کی چارپائی میری کوٹھری میں ہوگی، حضرت کے کئی خدام ساتھ تھے، سردی کا موسم تھا ان سب کی چارپائیاں دوسری کوٹھری میں تھیں، آبھہ کے بڑوں کا تعلق چونکہ حضرات شیخین گنگوہی اور نانوتوی سے ان کے بعد مشائخ اربعہ سہارنپوری، دیوبندی،

رائے پوری، تھانوی سب ہی سے تھا، اس لئے وہ لوگ جری بہت تھے، حضرت شیخ الاسلام سے ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ کیا بات ان کی چار پائی تو یہاں ہو اور سارے خادموں کی دوسری جگہ قبل اس کے کہ حضرت کوئی جواب دیں میں جلدی سے بولا کہ میں بتاؤں کہ تم لوگوں کے پاس ہونے سے حضرت کا حرج ہوگا، میرے متعلق حضرت کا خیال ہے کہ ایک بکری دروازہ پر بندھ رہی ہے، ایک بکرا اندر پڑا ہوا ہے"۔

دونوں رات کو بلبلا کر روتے تھے:

واقعہ یہی تھا کہ حضرت شیخ الاسلام، حضرت رائپوری ثانی، میرے چچا جان، حضرت میرٹھی نور اللہ مراقدہم ان سب حضرات کے یہاں جب حاضری ہوتی تو ان سب کا ارشاد وامر یہ تھا کہ میری چار پائی ان کے قریب ہو والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے قریب تو ہمیشہ سونا ہوتا ہی تھا میں نے رات کو بلبلا کر روتے ہوئے اور ہچکیاں مار کر روتے ہوئے جیسا کوئی بچہ مکتب میں پٹ رہا ہو، حضرت شیخ الاسلام اور اپنے والد ہی کو دیکھا، حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ تو روتے ہوئے ہندی کے دوہے بھی بہت پڑھا کرتے تھے، سنا یہ ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں بھی ظہر کے بعد جب کواڑ بند ہو جاتے تھے بعض اوقات گریہ اور ہچکیوں کی آواز سہ دری تک آتی تھی۔



معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات

بانئ تحریک تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ

میرے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات بھی آپ بیتی میں بھی بے محل گذرتے رہے اس وقت تو خاص رمضان میری نگاہ میں ہے۔

مولانا الیاس صاحبؒ کا کھانا بڑا مختصر ہوتا تھا:

میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ کا معمول کاندھلہ کی خاندانی روایات کے مطابق جیسا کہ اوپر گذرا یہ تھا کہ افطار کے وقت جو کچھ کھانا ہوتا تھا اسی وقت اپنا کھا لیتے تھے، چائے کا اہتمام چچا جان کے دور میں نہیں تھا، بہت ہی مختصر کھانا ہوتا تھا وہ کھانا **عشاء ابیک** نہیں تھا دفعتہً یہ فقرہ ابوداؤد شریف کی حدیث کا یاد آ گیا، ابوداؤد شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جب عشاء کی نماز کا وقت ہو جائے اور شام کا کھانا آ جائے تو پہلے کھانا کھالے۔

عشاء ابیک کا مطلب:

حدیث پاک کا مطلب اور اس کے متعلقات تو شروح حدیث سے تعلق رکھتے ہیں، یہاں تو دفعتہً مجھے یہ فقرہ یاد آ گیا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ ہم نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے اور گویا تعجب اس پر تھا کہ جب کھانے میں مشغول ہوگا تو جماعت وغیرہ تو سب فوت ہو جائے گی، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے کہا **ویحک ما کان عشاء هم اتراه کان مثل عشاء ابیک** جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ارے تیرا ناس ہو ان کا کھانا ہی کیا تھا کیا تیرا گمان یہ ہے کہ تیرے باوا جیسے کھانا تھا، یعنی ان کے لمبے چوڑے دسترخوان نہیں ہوتے تھے، جیسے تیرے باوا کے یہاں ہوں دو چار کھجوریں یا ایک آدھ پیالہ ستو کا، فقط یہی دسترخوان میرے چچا

جان نور اللہ مرقدہ کا تھا، ایک آدھ روٹی اس وقت کھانے کا معمول تھا بہر حال افطار کے بعد مغرب کی نماز پڑھاتے۔

حضرت مولاناؒ کے رات کے معمولات:

مغرب کے بعد کی طویل نفلوں کا معمول تو ان کا بچپن سے تھا، لیکن ماہ مبارک میں وہ عشاء کی اذان کے قریب ختم ہوتی تھیں، نفلوں کے بعد مسجد ہی میں تھوڑی دیر کو لیٹ جاتے، خدام کچھ بدن دبا دیتے، تقریباً آدھ گھنٹہ لیٹنے کے بعد عشاء کی نماز کا وقت ہو جاتا، خود ہی تراویح پڑھاتے تھے، تراویح پڑھانے کے بعد فوراً لیٹ جاتے اس وقت کسی مجلس یا بات کرنے کا معمول نہیں تھا، بہت دفعہ مجھ سے یہ فرمایا کہ وتروں کا سلام پھیرنے کے بعد تکیہ پر سر رکھنے سے پہلے میں سو جاتا ہوں، البتہ جب یہ سیہ کار ماہ مبارک میں حاضر ہوتا اور مجھ حریص واکّال کے یہاں ماہ مبارک میں تراویح کے بعد میری افطاری کا وقت ہوتا جس میں پھلکیاں وغیرہ تو لازمی تھیں اور بھی احباب وغیرہ کچھ پھل وغیرہ لے آتے تو ان سب کا وقت وہی تھا، اس زمانہ میں تھوڑی دیر کے لئے چچا جان ضرور شرکت فرماتے مگر میں ان کو اصرار سے اٹھا دیا کرتا تھا اور وہ میرے اصرار کے باوجود پندرہ بیس منٹ اکثر لگا ہی دیتے۔

رات بارہ بجے اٹھ کر سحر تک قیام فرماتے تھے:

بارہ بجے اٹھنے کا معمول تھا، اس وقت خدام میں سے کوئی شخص دو بیضے ابلے ہوئے گرم گرم پیش کرتا، اس لئے کہ اٹھنے کے بعد اتنے وہ پیشاب وضو کرتے اتنی دیر میں وہ ابل جاتے تھے، وہ دو بیضے نوش فرما کر پھر تہجد کے لئے کھڑے ہو جاتے اور سحر کے آخری وقت میں سلام پھیر کر سحری نوش فرماتے، ایسے وقت میں نے اکثر اوقات خود بھی دیکھا کہ ان کے داہنے ہاتھ میں لقمہ ہوتا ایک شخص سے کہتے کہ پانی لا اور دوسرے سے فرماتے اذان کہو، اتنے مؤذن چھت پر پہنچتا اتنے وہ اپنے لقمہ اور پانی سے فارغ ہو جاتے اور معناً اذان شروع ہو جاتی۔

گولر کا قصہ:

اور گولر کا قصہ تو میں غالباً کئی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ میرے اور ان کے ایک عزیز جو دہلی میں امام تھے وہ یہ سمجھ کر کہ بھائی جان ساری دہلی کے پیر ہیں رمضان میں بہت فتوحات آتی ہوں گی ایک رات گذارنے کو وہاں گئے، افطار کے وقت چچا جان نے پوچھا لاؤ بھائی کچھ کھانے کو ہے، لوگوں نے عرض کیا حضرت...... رات کے گولر رکھے ہوئے ہیں، فرمایا واہ واہ لاؤ، وہی افطار تھا وہی مغرب کے بعد کا کھانا تھا اور پھر سحر کے وقت بھی انہوں نے دریافت کیا کچھ ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ وہی گولر ہیں، چار پانچ گولر نوش فرما کر سحر بن گئی پورا قصہ آپ بیتی میں گذر گیا اذان کے بعد اول وقت نماز پڑھاتے تھے، صبح کی نماز کے بعد کی تقریر کا دستور رمضان میں چچا جان کے یہاں نہیں تھا۔

صبح کی نماز کے بعد تقریر کی ابتداء عزیز مولوی یوسفؒ نے کی:

اس کی ابتداء عزیز مولوی یوسف مرحوم نے کی وہ نماز کے بعد اپنے مصلے ہی پر اشراق تک اور دو وظائف میں مشغول رہتے اور سارے خدام نماز پڑھتے ہی سو جاتے اور حسب توفیق اٹھتے رہے۔

آنے والے مہمانوں کی خاطر معمولات کا بھی حرج فرمایا کرتے تھے:

وہ اشراق تک اپنے مصلے پر رہتے اور اشراق کی نماز پڑھ کر وہاں سے اٹھتے فارغ ہونے کے بعد کبھی تکان محسوس ہوتا اور فراغت رہتی تو تھوڑی دیر کو لیٹتے ورنہ میوات کے جانے والوں کو نصائح آنے والے مہمانوں سے گفتگو فرماتے آنے والے مہمانوں کا چچا جان کے یہاں بہت زیادہ اہتمام تھا اور حسب مراتب ان کی خاطر میں اپنے معمولات کا بھی حرج فرمادیا کرتے تھے، سیدوں کا چچا جان نور اللہ مرقدہ کے یہاں خاص اہتمام تھا، ان کے احترام و اہتمام اور خاطر کی مجھ پر بھی بہت مرتبہ تاکید فرمائی ان کی باوجود شاگرد اور مرید ہونے کے بعد بعض لغزشوں پر بھی چشم پوشی فرماتے۔

سیدوں کا چچا جانؒ کے یہاں خاص اہتمام تھا:

میں نے ایک مرتبہ چچا جان کے شاگرد مرید خادم کی ایک شکایت کی، فرمایا کہ مجھے بھی معلوم ہے، مگر وہ سید ہیں اور اس لفظ کو کچھ ایسی عظمت سے فرمایا کہ میں بھی مرعوب ہو گیا۔

سیادت کے اہتمام سے متعلق واقعہ:

علی میاں چچا جان کی سوانح ''مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت'' میں لکھتے ہیں کہ مولانا معین اللہ ندوی راوی ہیں کہ میں بیمار تھا رمضان کا زمانہ تھا، میرا کھانا جانے لگا مولانا نفل کے لئے کھڑے ہوئے تھے لڑکے سے کہا کھانا رکھ دو میں لیجاؤں گا، وہ سمجھا نہیں کھانا کوٹھے پر پہونچا دیا، نماز پڑھ کر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے بچہ سے کہا تھا کہ کھانا میں لے جاؤں گا یہ خود لے آیا، پھر میرے پاس بیٹھے ہوئے دیر تک شفقت ومحبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے رہے (دینی دعوت) اس میں مولانا معین اللہ صاحب کی سیادت کو زیادہ دخل ہے۔

ظہر سے عصر تک کا معمول:

اور دوپہر کو تھوڑی دیر گھنٹہ دو گھنٹہ آرام فرمانے کا بھی معمول تھا، ظہر کی نماز کے بعد اپنے حجرہ شریف میں تشریف لا کر آنے جانے والے مہمانوں سے گفتگو فرماتے اور عصر تک یہی سلسلہ رہتا، اس درمیان میں ماہ مبارک کا کوئی سبق کسی کا ہوتا تو پڑھاتے۔

عصر سے مغرب تک ذکر بالجہر میں مشغول رہتے:

عصر کے بعد سے مغرب تک ذکر بالجہر میں مشغول رہتے، بغیر رمضان کے یہ ذکر اخیر شب میں ہوا کرتا تھا جو تہجد کے بعد سے صبح کی نماز کے قریب تک رہتا، اسلئے کہ بغیر رمضان کے صبح کی نماز غایت اسفار میں ہوتی میں نے اپنے جملہ اکابر میں ذکر بالجہر کا اخیر

تک پابند جتنا چچا جان نور اللہ مرقدہ کو پایا اتنا کسی کو نہیں پایا، بیماری کے چند سالوں سے قبل بارہ تسبیح اور اسم ذات کا ذکر بغیر رمضان کے اخیر شب میں اور ماہ مبارک میں عصر سے مغرب تک کا بہت اہتمام تھا۔

تراویح نہایت ہی اطمینان سے:

چچا جان نور اللہ مرقدہ کا تیسرا حج ماہ مبارک میں شروع ہوا، علی میاں چچا جان کی سوانح میں لکھتے ہیں ۱۵ھ میں آپ تیسری بار حج کو گئے رمضان کا چاند نظام الدین میں نظر آ گیا تھا، تراویح دہلی کے اسٹیشن پر ہوئی تراویح سے فراغت پر کراچی کی گاڑی میں سوا ہو گئے (دینی دعوت) یہ ناکارہ بھی اس وقت چچا جان نور اللہ مرقدہ کی مشایعت کے لئے دہلی گیا ہوا تھا گاڑی میں سامان وغیرہ رکھوانے کے بعد دہلی کے اسٹیشن پر چچا جان نے تراویح پڑھائی تھی جو حضرات مشایعت کرنے والے ساتھ تھے وہ تو تھے ہی اور دہلی کے لوگ بھی بہت سے جمع ہو گئے، کچھ لوگ اپنی اپنی مساجد میں تراویح پڑھنے کے بعد چچا جان کی تراویح میں آ کر شریک ہوتے رہے کہ مساجد میں عموماً جلدی فراغت ہو جاتی، اور چچا جان کی تراویح سامان وغیرہ رکھنے کی وجہ سے دیر میں شروع ہوئی تھی، الٓم کے پارہ سے تراویح شروع کر دی اور نہایت ہی اطمینان سے جیسا کہ اپنی مسجد میں پڑھ رہے ہوں تراویح پڑھائی کہ گاڑی لیٹ تھی اور سوا گھنٹے کے قریب اس کے چھوٹنے میں باقی تھا۔

عزیزی مولوی یوسفؒ کی تبلیغی گفتگو:

تبلیغی گفتگو تو عزیزی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے جس کے دیکھنے والے اب بھی ہزاروں ہوں گے ہر وقت کا ایک مشغلہ تھا کھانے کے درمیان میں ہوں ریل کے ڈبوں میں ہوں یا اسٹیشنوں پر ہوں، عزیز محمد ثانی سوانح یوسفی میں لکھتے ہیں۔

حضرت جی رمضان المبارک کا بڑا اہتمام فرماتے تھے:

کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ رمضان المبارک کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، میوات کی بکثرت جماعتیں اس ماہ مبارک میں مرکز آتی تھیں نیز اس مہینے میں مختلف علاقوں میں جماعتیں نکلتی تھیں خود مرکز میں مقامی کام بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔ (سوانح یوسفی)

اکابرؒ کے معمولات جمع کر کے فضائل رمضان کا تتمہ بنادوں:

آپ بیتی ۶ رلکھوار ہا تھا، اس میں اکابر کے مجاہدات کا ذکر آ گیا، کچھ واقعات مشائخ کے حالات سننے میں یاد آئے، اور کچھ اپنی یاد سے تو خیال ہوا کہ رمضان کے معمولات ان اکابر کے مستقل علیحدہ جمع کرادوں اوراس کو فضائل رمضان کا تتمہ بنادوں کی جس مصلحت سے میرے چچا جان نوراللہ مرقدہ نے فضائل رمضان لکھوائی تھی یہ اس کا تکملہ بن جائے، مگر وائے محرومی کہ ان آنکھوں نے سب ہی کچھ دیکھا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے آخری دور سے لیکر ان کے خلفاء کو اوران کے خلفاء کے خلفاء کو بھی بہت ہی قریب سے دیکھنے کی نوبت آئی، اوران سب اکابر کی شفقتیں تو جہیں انتہائی سے زیادہ رہیں اور مجھ جیسا محرومی القسمت بھی کوئی ہوگا کہ سارے ہی اکابر نے اس سیہ کار پر تو جہیں فرمائیں، مگر کتے کی دم بارہ برس نہیں ساٹھ برس نلکیوں میں رہی مگر ٹیڑھی ہی رہی۔

من بتو مشغول تو با عمرو وزید:

شاید کسی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ ۴۵ھ میں جب حضرت قدس سرہ بذل المجہود مدینہ پاک میں لکھوار ہے تھے اور یہ نابکار اپنے جثہ سے تو وہاں حاضر تھا، مگر اپنے دل سے نہ معلوم کس خرافات میں تھا، بذل لکھواتے لکھواتے میرے حضرت قدس سرہ نے یہ ارشاد فرمایا ع

من بتو مشغول تو با عمرو وزید

یہ منظر جب بھی یاد آوے ہے تو سناٹا سا چھا جاتا ہے، جب یہ میرے حضرت نے ارشاد فرمایا یہ تو مجھے یاد ہے کہ میں کہیں اور تھا اور یہ بھی یاد ہے کہ میرے حضرت کے اس ارشاد سے ایسی چوٹ لگی تھی کہ اس وقت بھی میں بہت دیر تک سوچتا رہا کہ میں کہاں تھا، کبھی یاد آکے نہیں دیا۔

اکابر کے حالات لکھواتے وقت اپنی بدحالی کو سوچتا رہا:

ان اکابر کے حالات لکھواتے وقت بھی اپنی بدحالی بدکاری کو سوچتا ہی رہا اور ایک کہانی جو ہمیشہ کثرت سے اپنے والد صاحب سے بھی سنی اور کہیں دیکھی بھی تھی کہ گیدڑ جو رات کو بہت شور مچاتے ہیں، بالخصوص اخیر شب میں چیں چیں چیں چیں کرتے ہیں اس کے متعلق مشہور یہ ہے کہ ان گیدڑوں کی فوج جب ایک جگہ جمع ہوتی ہے تو ان کا ایک بڑا کہا کرتا ہے بہت لے سے بہت مزے میں آکر کہ ''پدرمن سلطان بود'' (میرا باپ بادشاہ تھا) اس کے اس کہنے پر سارے گیدڑ ایک دم بیک زبان ہوکر شور مچانا شروع کرتے ہیں ''تراچہ مراچہ، تراچہ مراچہ، تراچہ مراچہ''، (تجھے کیا مجھے کیا)۔

حضرت شیخؒ کی تواضع وانکساری:

بعینہٖ یہی مثال اس سیہ کار کی ہے کہ میں شور مچاتا ہوں کہ میرے باپ ایسے تھے، چچا ایسے تھے، چچا ایسے تھا، بڑے ابا ایسے تھے دادے ابا ایسے تھے، شیخ ایسے تھے شیخ کے شیخ ایسے تھے، لیکن آخر میں پھر وہی تراچہ مراچہ کاش اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان اکابر کے عادات عبادات، اخلاق اور محاسن کا کوئی حصہ بھی کوئی قطرہ بھی اس سیہ کار کو نصیب فرمادیتا تو کیسا لطف آتا ع

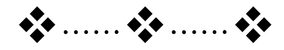
الٰہی ان اکابر کے عادات واخلاق کا کوئی قطرہ عطا فرمادے:

الٰہی صدقہ پیران عظام　　　دم آخر ہو میرا نیک انجام
طفیل آل و اصحاب سرفراز　　　ہو تیرا فضل ہر دم میرا دمساز
وہ قوت بخش دے اے رب عالم　　　کہ اپنے نفس پر قابو ہو ہر دم
بوقت نزع ہو کلمہ زباں پر　　　اٹھوں نیکوں میں شامل روز محشر

غرض دونوں جہاں میں کرتو امداد
بحق ہر ہمہ عباد وزھاد

واٰخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین واٰلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین.

محمد زکریا کاندھلوی
یکم رجب المرجب ۱۳۹۲ھ یوم شنبہ



معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات

امام السلوک حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ

اذان فجر سے ایک گھنٹہ پہلے اٹھنے کا معمول:

حضرت کا معمول اذان فجر سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل اٹھتے، صبح اُٹھ کر حوائج بشریہ سے فراغت کے بعد وضو فرما کر پہلے تہجد پڑھتے، ہمیشہ عادت شریفہ بارہ رکعت پڑھنے کی رہی۔

میری تہجد کبھی قضا نہیں ہوئی:

چنانچہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ سفر، حضر، صحت و بیماری، کسی حال میں آج تک کبھی میری تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی، خواہ میں نے لیٹ کر اشاروں سے پڑھی ہو، مگر تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔

فجر کے بعد کے معمولات:

فجر کے بعد اپنے معمولات کو بیان فرماتے ہوئے بروز بدھ ۱۷/رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو مجلس کے دوران ارشاد فرمایا کہ:

(۱) قرآن پاک کی تلاوت۔

(۲) یٰسین شریف۔

(۳) مناجات مقبول۔

(۴) منزل۔

(۵) شجرۂ طیبہ۔

(۶) درود شریف عربی۔

(۷) حزب البحر۔

ان تمام معمولات سے فارغ ہونے کے بعد ڈاک بھی تحریر فرماتے تھے۔

سحر اور افطار کا دستر خوان:

آپ کی سحری میں ہمیشہ نہایت ہلکی غذا رہتی ہے اور سحری تاخیر کے ساتھ فرماتے ہیں، افطار جامع مسجد کے گولا چھوٹنے پر فرماتے تھے۔

گرمی کے موسم میں شربت کا اہتمام:

بالعموم گرمی کے موسم میں شربت روح افزاء نوش فرماتے ہیں، بعض مرتبہ زیادہ ضعف ہوگیا، رمضان المبارک میں ضعف، کمزوری اور پیرانہ سالی کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہی تو روزہ کا فدیہ ادا کیا۔

حالت مرض کا افطار و سحر:

ملفوظ ۱-۲۱ ؍رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ فرمایا کہ ضعف بہت زیادہ ہے، بس میرا افطار یہ ہے ۶ ؍ماشہ خمیرہ اور تھوڑا سا آب زمزم اور نماز مغرب کے بعد ایک چپاتی جو تقریباً آٹھ انگل کی ہوتی ہے۔

قرآن پاک ادب و احترام:

حضرتؒ جب تلاوت کے لئے قرآن پاک کو کھولتے ہیں تو قرآن پاک کو دونوں ہاتھوں سے دونوں جانب سے تھام کر کھلا ہوا قرآن پاک سینے سے لگاتے تھے، اس کے بعد آنکھوں سے لگاتے تھے، بوسہ دیتے تھے، پھر سر مبارک کو جھکا کر قرآن پاک کو سر پر رکھتے تھے، اس کے بعد پھر سینے سے لگاتے ہیں، اس کے بعد تلاوت فرماتے تھے اور تلاوت ختم فرمانے کے بعد بھی اسی طرح سے قرآن پاک کی تقبیل و تعظیم فرماتے ہیں، اس کے بعد جزدان میں رکھتے تھے۔

تراویح گھر پر پڑھنے کا معمول تھا:

حضرتؒ ہمیشہ نماز اعتدال کے ساتھ پڑھتے تھے، رکوع، سجود، قیام ہر ایک رکن کو تناسب کے ساتھ ادا فرماتے تھے، نوافل، تہجد، چاشت، اشراق، اوابین کی ہمیشہ پابندی فرماتے تھے، رمضان المبارک میں تراویح گھر پر ہی کسی حافظ کے پیچھے پڑھنے کا معمول تھا، ایک قرآن پاک سنتے تھے اور بالعموم ستائیس (۲۷) رمضان المبارک کو ختم ہوجاتی ہے۔

نماز خشوع وخضوع کا مکمل نمونہ ہوتی تھی:

نماز میں زیادہ طولِ قیام یا طولِ سجود ورکوع نہیں فرماتے، آپ کی نماز کی ادائیگی خشوع وخضوع کا مکمل نمونہ ہوتی ہے، نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک پوری طرح سنن ومستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔

امامت نہیں فرماتے تھے:

نماز باجماعت میں کوئی خاص اہتمام ایک جگہ کا نہیں فرماتے، جو جگہ خالی ہو صف میں شامل ہوجاتے تھے، اکثر دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے، امامت نہیں فرماتے۔

بیماری کی حالت میں بھی کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھتے تھے:

حضرتؒ کو اکثر بیماری کی حالت میں جب کہ خود کھڑے ہونے کی سکت بالکل نہیں، دو آدمی پکڑ کر نماز کے لئے کھڑا کرتے تھے اور جب کھڑے ہوجاتے تھے تو پھر پوری فرض نماز کھڑے ہو کر ہی پڑھتے تھے اور عجیب ہمت وقوت منجانب اللہ پیدا ہوجاتی تھی۔

بحالت معذوری وبیماری لیٹ کر چارپائی پر فرض ونفل پڑھی تھی:

البتہ نوافل ضعف ونقاہت کے حال میں بیٹھ کر پڑھتے تھے، چنانچہ بعض مرتبہ بھائی جان کے عرض کرنے پر تراویح بھی بیٹھ کر پڑھی تھی اور بحالت معذوری بیماری کے ایام میں لیٹ کر چارپائی پر بھی نماز ادا فرمائی تھی فرض بھی اور نفل بھی۔

سستی یا تساہل کی وجہ سے معمولات ترک نہ فرماتے:

حضرتؒ ہمیشہ چستی اور ہمت کے ساتھ کام میں لگے رہتے تھے، کبھی سستی یا تساہل کی وجہ سے اپنے معمولات کو ترک یا مؤخر نہیں فرماتے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص سے دریافت کیا حضرت طبیعت کیسی ہے؟

مولوی اور ''سستی'' تعجب ہے؟

اس پر ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ ٹھیک ہوں، اچھا ہوں، تم جوانوں سے اچھا ہوں، تساہل نہیں ہے، الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

پھر فرمایا کہ ''مولوی اور سستی'' تعجب ہے۔ (ماخوذ از سوانح مسیح الامتؒ)



معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ

رمضان کا انتظار واستقبال:

حضرتؒ کے یہاں ماہِ سعید، رمضان المبارک کا کتنا انتظار واستقبال، اس کی قدر شناسی اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کتنا اہتمام وانہماک اور اس کے خصوصی اعمال، ذکر وتلاوت، عبادت میں کتنی محویت واستغراق ہوتا ہے، اس کا کچھ اندازہ دیکھ کر ہی ہوسکتا ہے، یہ کیفیت دیدنی ہے نہ کہ شنیدنی۔

کاغذ میں کب سمائے جو وہ ماجرا لکھوں

لڑکپن کے رمضان حضرت والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے ظل عاطفت میں بسر کئے، اس کے بعد تقریباً ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۴۵ھ تک ۱۷؍سال اپنے مرشد حضرت مولانا خلیل احمد محدث انبہٹویؒ کی خدمت میں گذارے، اسی دوران چند رمضان حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے ساتھ گذارنے کا موقع ملا، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی رفاقت میں پورا رمضان گذارنے کا موقع نہیں آسکا، تاہم رمضان المبارک کے مختلف ایام میں متفرق طور پر کئی بار ساتھ ہوا، اس کی کہانیاں حضرت شیخ الحدیث نہایت ذوق وشوق سے بیان فرماتے ہیں، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی معیت ورفاقت میں بھی دو رمضان گذارنے کا اتفاق ہوا، جس کا ذکر حضرت شیخؒ نے (اکابر کا رمضان) میں فرمایا ہے۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

ایک قرآن یومیہ اور بہت سے اہم معمولات:

حضرت شیخؒ کے معمولات میں سب سے اہم ایک قرآن پاک روزانہ ختم کرنے (پڑھنے) کا معمول ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت والا نے تحریر فرمایا ہے کہ:

۱۳۳۸ھ سے ماہِ مبارک میں ایک قرآن شریف روزانہ پڑھنے کا معمول شروع ہوا، جو تقریباً ۱۳۸۰ھ تک رہا، بلکہ اس کے بھی بعد تک ابتدائی معمول یہ تھا کہ سوا پارہ جس کو عموماً حکیم اسحاق صاحب کی مسجد میں سنانے کی نوبت آتی تھی، یا میرے حضرت نور اللہ مرقدہ قدس سرہ کے گھر میں، اس کو تراویح کے بعد شب میں دیکھ کر اور اکثر ترجمہ کے ساتھ سحر تک چار پانچ دفعہ پڑھتا تھا، گرمیوں کی شب میں کچھ کم، سردیوں میں کچھ زائد، اس کے بعد تہجد میں اس کو دو مرتبہ اس کے بعد سحر کھانے سے لے کر صبح کی نماز تک اور نماز کے بعد سونے تک ایک دفعہ، پھر صبح کو سونے کے بعد اٹھ کر جو عموماً دس بجے ہوا کرتا تھا، چاشت کی نماز میں سردیوں میں ایک مرتبہ گرمیوں میں، دو دفعہ اس کے بعد ظہر کی اذان سے پندرہ منٹ پہلے تک ایک یا دو مرتبہ دیکھ کر، پھر ظہر کی سنتوں میں ابتداءً اوّل کی سنتوں میں ایک دفعہ اور آخر کی سنتوں میں دوسری دفعہ اور بعد میں، دونوں سنتوں میں ایک ہی مرتبہ رہ گیا۔

ظہر کے بعد دوستوں میں سے کسی کو ایک مرتبہ سنانا اور پھر عصر تک موسم کے اختلاف کی وجہ سے ایک یا دو دفعہ پڑھنا، عصر کے بعد کسی اونچے آدمی کو سنانا، ابتداء حضرت کی حیات تک حافظ محمد حسین صاحب اجراڑوی کو اور اس کے بعد دو تین سال تک مولوی اکبر علی صاحب مدرس مظاہر علوم کو، اس کے بعد بہت عرصہ تک مفتی محمد یحییٰ کو اور ان ہی کے ساتھ ان کے دونوں بھائی حکیم الیاس، مولوی عاقل بھی شریک ہونے لگے، مغرب کے بعد نفلوں میں ایک دفعہ پڑھنا اور نفلوں کے بعد تراویح تک ایک دفعہ پڑھنا، تراویح کے بعد یہ پارہ ختم ہو جاتا تھا اور اگلے کا نمبر شروع ہو جاتا تھا، ۲۴ر گھنٹہ میں اس کی تشکیل ضروری تھی کہ ۳۰ر پارے پورے ہو جائیں''۔ (آپ بیتی: ص ۳۵ر ج ۲)

رمضان کی راتوں میں نہ سونے کا معمول:

اس سفر سے ماہ مبارک کی راتوں میں نہ سونے کا معمول شروع ہوا جو اس وقت تک جاری ہے، یہ معمول کیسے شروع ہوا؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے، ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

''رمضان المبارک کی راتیں تو جاگنے کے لئے ہوا کرتی ہیں، میں نے ۱۳۳۸ھ میں پہلا سفر حج کیا، اس وقت سے رمضان المبارک کی راتوں کو جاگنے کا معمول بنالیا تھا، مگر اب پانچ چھ سال سے بیماریوں نے چھڑا دیا ہے، یہ درحقیقت میں نے عرب سے سیکھا ہے، وہاں لوگ رمضان کی راتوں میں بیدار رہتے ہیں۔ [1]

تمام رات تلاوت قرآن پاک کا معمول:

گذشتہ اقتباس میں حضرت والا کے جس معمول (تراویح کے بعد قرآن پاک دیکھ کر تلاوت اور عصر بعد سنانے) کا ذکر آیا ہے، اس معمول کی کچھ اور وضاحت حضرت والا نے دوسرے مقامات پر فرمائی ہے، تالیفات کے ضمن میں حواشی کلام پاک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اس ناکارہ کا معمول ۱۳۳۸ھ سے لے کر ۱۳۸۵ھ تک ماہ مبارک کی راتوں میں سونے کا نہیں تھا، بغیر رمضان کے تو کلام مجید دیکھ کر پڑھنے کا وقت بہت ہی کم ملتا رہا، لیکن رمضان المبارک میں دو چار رمضانوں کے علاوہ علمی کام سب بند ہو جاتے تھے اور قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے کا معمول بہت اہتمام سے ہو جاتا تھا، تراویح کے بعد سے تہجد کے وقت تک ترجمہ کے تدبر و تفکر کے ساتھ پڑھنے کی نوبت آتی تھی اور اس میں جو اشکال پیش آتا تھا، اسی وقت تفاسیر سے مراجعت کر کے بین السطور کے حواشی پر لکھ لیتا۔

(آپ بیتی حضرت: ص۱۵۳/ج۲)

---

(۱) صحبتے با اولیاء (مجموعہ ملفوظات حضرت شیخ الحدیث، مرتبہ مولانا تقی الدین ندوی: ص۲۷، آپ بیتی حضرت شیخ: ۲۴۰/ج۴)۔

عصر بعد قرآن پاک سنانے کا معمول:

سطور بالا میں بعدِ عصر کلام سنانے کا تذکرہ آچکا ہے، اس معمول کی وضاحت حضرتؒ نے مقدمہ اکمال الشیم میں فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

اس سیاہ کار کا معمول رمضان ۱۳۳۵ھ سے گذشتہ سال ۱۳۸۵ھ تک ۵۱ر سال ماہ مبارک میں عصر سے مغرب تک قرآن پاک سنانے کا رہا ہے، رمضان ۱۳۴۴ھ تک جب تک میرے حضرت اور میرے شیخ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا قیام سہارنپور رہا، اس وقت تک دس برس مخدومی جناب الحاج حافظ محمد حسین صاحب ناظم مدرسہ اجراڑہ، جو حضرت گنگوہیؒ کے خدام میں تھے اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد حضرت سہارنپوری کی طرف رجوع کرلیا تھا، وہ ہر سال رمضان المبارک حضرت کی خدمت میں گذارنے سہارنپور تشریف لاتے تھے، وہ ظہر کے بعد میرے حضرت قدس سرہ کا پارہ سنا کرتے تھے اور عصر کے بعد اس ناکارہ کا۔

سولہ شوال چوالیس ہجری کو حضرت اقدس کی مکہ معظّمہ کو روانگی ہوئی اور یہ ناکارہ بھی ہمراہ تھا ایک سال وہاں قیام کے بعد محرم چھیالیس ہجری میں اس ناکارہ کی واپسی ہوئی، واپسی کے بعد مختلف احباب اس ناکارہ پر کرم فرماتے رہے اور گرمی کے شدائد میں بھی وہ اس ناکارہ کا قرآن سنتے رہے، تقریباً ۲۵ر برس تک عزیز ان الحاج مفتی محمد یحییٰ اور ان کے بھائی الحاج مولوی محمد الیاس صاحب اس ناکارہ پر شفقت کرتے رہے اور ہمیشہ عصر کے بعد کا قرآن سننا ان کے ذمہ رہا اور اس کے ساتھ ہی تقریباً تیس سال سے کچھ احباب یہاں رمضان گذارنے آتے رہتے تھے اور وہ بھی عصر کے بعد قرآن پاک کے سننے میں شریک رہتے۔ (۱)

(۱) مقدمہ اکمال الشیم، کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور: ص ۳-۴۔

مفتی سعید احمدؒ کو پارہ سنانے کی خواہش اور انکا جواب:

حضرتؒ کا قرآن پاک سننے والوں میں عرصہ تک مولانا مفتی قاری سعید احمد صاحب اجراڑی بھی شامل رہے ہیں، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک کی سماعت کی خواہش اور مفتی صاحب کا جواب حضرتؒ نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

''۱۳۴۷ھ میں جب وہ نائب مفتی ہوگئے اور یہ ناکارہ حجاز سے واپسی پر اپنے خیال میں کچھ اونچا آدمی بن کر آیا تھا تو میں نے مرحوم سے درخواست کی کہ بعد ظہر میرا ایک سپارہ قرآن پاک کا رمضان میں سن لیا کریں، انہوں نے بہت صفائی سے کہہ دیا کہ وہ مدرسہ کا وقت ہے کہ اس زمانہ میں غیر رمضان کی طرح رمضان میں بھی دفتر اور افتاء کا دونوں کا وقت صبح وشام ہوتا تھا، اگر ناظم صاحب فرمائیں گے تو سنوں گا ورنہ نہیں، ناظم صاحب (حضرت مولانا عبداللطیف صاحب) کی جو شفقتیں اس سیہ کار پر تھیں ان کے لحاظ سے ان میں ذرا تامّل نہ تھا کہ میں ان سے عرض کروں تو وہ بہت زور سے حکم نامہ جاری فرمادیں، لیکن مجھے مرحوم کا یہ جواب بہت ہی اچھا معلوم ہوا''۔ (آپ بیتی: ص۳۷ رج ۵)

ایک رمضان میں ساٹھ قرآن پاک ختم کرنے کی کوشش:

حضرتؒ کا ذوق تلاوت ۱۳۲۵ھ میں قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد سے آج تک روز افزوں ہی ہے، حضرت نے ایک مرتبہ ماہ مبارک میں اکسٹھ قرآن پاک ختم کرنے کے کا ارادہ فرمایا[۱]۔ اور چند مخصوص متعلقین سے بھی ایسا ہی کرنے کی خواہش ظاہر کی ان میں سے اکثر نے کوشش کی اور حضرتؒ کو نتائج سے مطلع کیا حضرتؒ نے اس کا ایک مجلس میں ان الفاظ سے ذکر فرمایا:

---

(۱) حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بھی رمضان مبارک میں اکسٹھ قرآن پاک ختم کرنے کا معمول تھا، روزانہ ایک قرآن پاک دن میں ایک رات میں اور ایک قرآن پورے رمضان مبارک کی تراویح میں (طحطاوی علی مراقی الفلاح۔ استنبول: ۱۳۲۷ھ، ص ۲۲۶)

''ایک رمضان میں میں نے اپنے بعض دوستوں کو اکسٹھ قرآن ختم کرنے کے لئے لکھا، میرے دوستوں نے کوشش کی، مولوی انعام نے اکسٹھ قرآن سنائے، ایک نے چھپن اور بعض لوگوں نے ساٹھ ساٹھ ختم کئے[1]۔

افطار میں کھانا نہ کھانے کا معمول:

حضرتؒ کا......افطار میں مدنی کھجور اور زمزم کے علاوہ کچھ اور لینے کا معمول نہیں ہے، اپنی اس عادت شریفہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''اس نا کارہ کا معمول تو ۱۳۳۸ھ سے افطار میں کھانا کھانے کا نہیں رہا، افطار میں صرف کھجور اور زمزم کے علاوہ کا معمول نہیں تھا میری ضابطہ کی افطاری بھی عشاء کے بعد ہوتی تھی''۔ (اکابر کا رمضان: ص ۵۴، یحیوی کتب خانہ سہارنپور)

دوسری جگہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''اس سیاہ کار کا معمول ہمیشہ سے افطار میں کھانے کا کبھی نہیں ہوا، اس لئے کہ تراویح میں قرآن شریف سنانے میں دقت ہوتی البتہ جب تک صحت رہی سحری میں اناڑی کی بندوق بھرنے کا دستور رہا، ایک مرتبہ حضرت (سہارنپوریؒ) کی مجلس میں اس کا ذکر آ گیا کہ یہ نا کارہ افطار میں نہیں کھاتا تو حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: افطار میں کس طرح کھایا جائے جو کھاویں وہ ضابطہ ہی پورا کرتے ہیں''۔

سحری میں چائے نہ پینے کی عادت:

جس طرح تراویح سے پہلے کھانا نہ کھانے کا معمول ہمیشہ رہا، اسی طرح یہ بھی عادت مستقل رہی کہ کبھی حضرت والاؒ نے سحری میں چائے نہیں پی، اس کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) صحبتے با اولیاء (ملفوظات شیخ) مرتبہ مولانا تقی الدین ندوی: ص ۲۰۴

''سحر میں چائے کا معمول حضرت کے یہاں تھا، اس ناکارہ کا اپنا سحر میں کبھی چائے پینا یاد نہیں، کیونکہ رمضان میں نماز فجر کے بعد سونے کا معمول ہے''۔

لیکن رات کو تراویح کے بعد چائے کا ہمیشہ معمول رہا، اس کے متعلق ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

''چائے کی عادت شام کو ساری زندگی رہی اور رمضان میں تراویح کے بعد چائے پیتا تھا، مگر دو تین دن سے اس کی طرف بھی رغبت نہیں رہی''۔ (۱)

رمضان میں ملاقات کا معمول:

ان ہمہ وقتی معمولات ومشاغل کے ہوتے ہوئے جو بجائے خود عجوبہ اور محیر العقول ہیں، یہ خیال بالکل فطری اور قدرتی ہوتا کہ حضرتؒ ماہِ مبارک میں بالکل یکسور ہتے ہوں گے اور خدام ومنتسبین سے بھی ملاقات کی نوبت نہیں آتی ہوگی، لیکن ایسا نہیں ہے، اس انہماک، تعبد وتلاوت کے باوجود اہل تعلق کو ملاقات کے لئے وقت عنایت فرماتے ہیں، نو واردین اور رخصت ہونے والوں سے روزانہ عشاء اور فجر کے بعد علی العموم مصافحہ ہوتا ہے، اس عمومی مصافحہ کے علاوہ خصوصی مہمانوں سے عشاء کے بعد ملاقات فرماتے ہیں، جس میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہوجاتا ہے، اس معمول کا آپ بیتی میں ذکر آیا ہے:

''رمضان میں ہمیشہ میرا چوبیس گھنٹوں میں تراویح کے بعد کی چائے میں گھنٹہ آدھ گھنٹہ دوستوں اور مہمانوں سے ملاقات کا معمول رہا''۔ (آپ بیتی: ص ۱۳۱ /ج ۳)

رمضان میں خط وکتابت کی ممانعت:

حضرت والاؒ کا رمضان المبارک میں ایک اہم معمول یہ ہے کہ عمومی خط وکتابت بالکل بند رہتی ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ بیتی میں تحریر فرمایا:

(۱) صحبتے باولیاء، ''مجموعہ ملفوظات'': ص ۲۱۰

''اس ناکارہ کا معمول ماہِ مبارک میں تقریباً چالیس سال سے خط وکتابت کا بالکل نہیں مگر یہ کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے جو مدرسہ سے تعلق رکھتی ہیں، یا کوئی اور خاص مجبوری ہوتو لکھنے پڑتے ہیں''۔(آپ بیتی:ص۱۳۰/ج۵)

ماہ مبارک میں حضرت مدنی وغیرہ اکابر کے نام خطوط:

گذشتہ صفحات میں حضرت کا یہ معمول آپ نے پڑھا کہ ماہِ مبارک میں عمومی خط وکتابت بند رہتی ہے، لیکن اپنے اکابر کے نام ایک دوخط دعا کے لئے لکھنے کا ہمیشہ معمول رہا، حضرت شیخؒ نے آپ بیتی میں اس کا بہت تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''اس ناکارہ کا معمول ماہ مبارک میں تقریباً چالیس سال سے خط وکتابت کا بالکل نہیں، مگر یہ کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے جو مدرسہ سے تعلق رکھتی ہیں اور کوئی خاص مجبوری ہوتو لکھنے پڑتے ہیں، لیکن اس ضابطہ میں ایک استثنا ہمیشہ سے رہا، وہ یہ کہ اکابر کی خدمت میں ایک دوخط اس تصریح کے ساتھ کہ ''اس کے جواب کی ہرگز ضرورت نہیں صرف دعا کی یاددہانی ہے'' لکھنے کا ہمیشہ سے رہا، اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ کے متعدد خطوط باوجود اس لکھنے کے کہ جواب کی ضرورت نہیں اور باوجود اس اہتمام کے اعلیٰ حضرت رائپوری اول اور حضرت اقدس رائے پوری ثانی حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہ کے میرے انبار میں متعدد خطوط موجود ہیں اور حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کا تو یہ بھی اہتمام تھا کہ حضرت اقدس باوجود اپنے مشاغل اور ماہِ مبارک کے اہتمام کے ایک دوکارڈ ماہ مبارک میں اگر میں نہ لکھوں تب بھی حضرت اقدس شیخ الاسلام قدس سرہ تحریر فرمایا کرتے تھے، عموماً اس میں ایک یا دو شعر ہوا کرتے تھے، یہ سارے کارڈ بھی محفوظ ہیں اور وہ اشعار اتنے اونچے ہوتے تھے کہ یہ ناکارہ ان کا مصداق نہیں بن سکتا، مگر حضرت شیخ الاسلام کے تعلق کے اظہار اور شفقت کو یاد کرکے رونے کے سوا اب کچھ نہیں رہا، ایک کارڈ کا مضمون جو حضرت نے متعدد رمضانوں میں لکھا تھا یہ تھا:

''گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابرِ کرم بحرِ سخا کچھ تو ادھر بھی''[۱]۔

مجھے یہ شعر اسی طرح یاد ہے کارڈ سامنے نہیں، بعض خطوط میں عربی کے اشعار بھی تحریر فرماتے، اسی طرح اس سیہ کار کا معمول بھی ہر ماہ مبارک میں ایک دو کارڈ حضرت مدنیؒ کو لکھنے کا تھا، اس میں بھی ایک دو شعر ہوا کرتے تھے، یہ شعر مجھے بھی اپنے مختلف کارڈوں پر رمضان میں لکھنا بہت یاد ہے چونکہ حضرت قدس سرہ کا اہتمام و معمول تھا اس لئے حضرت کی روانگی کے بعد جہاں کہیں بھی حضرت قدس سرہ کا رمضان گذرتا میں انتیس شعبان یا یکم رمضان کو کارڈ لکھدیتا، تاکہ میرا کارڈ جوابی نہ بنے، بلکہ ابتدائی درخواست رہے۔

اس واقعہ کی تسوید کے وقت بھی مفتی محمود صاحب میرے پاس ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کا ایک کارڈ حضرت مدنی کے نام ان کے کسی خلیفہ کے پاس دیکھا ہے جس میں صرف یہ مصرعہ تھا۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی[۲]

سہارنپور میں یکسوئی کے رمضان:

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے وصال کے بعد حضرت شیخؒ کے متعدد رمضان سہارنپور میں نہایت یکسوئی کے گذرے، اس وقت حضرتؒ کے اوقات کتنے

(۱) ایک مجلس حضرت مدنی کے نام ماہِ مبارک میں خطوط تحریر کرنے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''رمضان میں میرا اور حضرت مدنی کا یہ معمول رہا کہ ہر ایک دوسرے کو پہلے خط لکھا کرتے تھے، اکثر میں ہی لکھتے تھے، عموماً کوئی شعر ہوتا تھا، ایک مرتبہ میں نے خط لکھا اس میں یہ شعر تھا۔ ع

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی ☆ اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

صحبتے با اولیاء: ص ۱۰۵''۔

(۲) آپ بیتی: ص ۱۳۱ / ج ۵، اور دیکھئے صحبتے با اولیاء: ص ۱۰۵۔

مصروف اور عبادت وتلاوت میں کتنا انہماک رہتا تھا اس کا کچھ اندازہ اس دلچسپ واقعہ سے ہوگا، جسے خود حضرتؒ نے آپ بیتی میں نقل فرمایا ہے۔تحریر فرماتے ہیں:

رمضان میں انہماک کا لطیفہ:

''میرے عزیز مخلص دوست حکیم طیب رام پوری، میرے دوسرے مخلص دوست مولوی عامر سلمہ کے والد اس زمانہ میں ان کی آمدورفت بہت کثرت سے تھی اور چونکہ بہت مختصر وقت کے لئے آتے تھے اور سیاسیات کی خبریں بہت مختصر الفاظ میں جلدی جلدی سنا جاتے تھے، اس لئے ان کی آمد میں میرے یہاں کوئی پابندی نہیں تھی۔

رمضان یوں بخار کی طرح کہیں نہیں آتا:

ایک مرتبہ رمضان میں ۸-۹ ر بجے صبح کو آئے، مولوی نصیر سے کہا کواڑ کھلوادو، اس نے کہا رمضان ہے! خود زنجیر کھڑ کھڑانے کا ارادہ کیا، اس نے منع بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ یا تو وہ سو رہا ہوگا تو نیند خراب ہوگی اور اگر اٹھ گیا ہوگا تو نفلوں کی نیت باندھ لی ہوگی، کھڑ کھڑاتے رہو، اس پر وہ خفا ہوکر مدرسہ چلے گئے، راستہ میں مولانا منظور احمد خاں صاحب ملے، انہوں نے کہا حکیم جی! تم کہاں آگئے، شیخ کے یہاں تو رمضان ہے، اس پر کچھ سوچ پیدا ہوا اور نصیر سے غصہ کم ہوا، اس کے بعد حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچے، وہ ڈاک لکھوا رہے تھے، فرمایا حکیم جی تم کہاں آگئے، شیخ کے یہاں تو رمضان ہے، وہاں سے اٹھ کر مفتی صاحب کے حجرہ میں گئے، مفتی صاحب کا قیام اس زمانہ میں مدرسہ قدیم ہی کے حجرہ میں تھا، مفتی صاحب نے بھی یہی فقرہ دہرایا، حکیم جی نے پوچھا آخر رمضان میں کوئی وقت بات کا ملاقات کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب نے کہا تراویح کے بعد آدھ گھنٹہ، حکیم جی نے کہا مجھے تو رام پور واپس جانا ہے، تب مفتی جی نے کہا ظہر کی نماز سے پندرہ منٹ پہلے تشریف لائیں گے، اس وقت مل لینا، یا ظہر کی نماز کے بعد

گھر جاتے ہوئے راستہ میں مل لینا، وہ ظہر سے پہلے مسجد میں آئے تو میں نیت باندھ چکا تھا، ظہر کی نماز کے بعد پھر میں نے سنتوں کی نیت باندھ لی، بڑی دیر تک انہوں نے انتظار کیا، مگر جب دیکھا کہ رکوع کا ذکر ہی نہیں اس لئے کہ اس زمانہ میں سنتوں میں دو دفعہ پارہ پڑھنے کا معمول تھا، وہ بڑی دیر تک انتظار دیکھ کر گشت میں چلے گئے، وہ واپس آئے تو میں اپنے کمرے میں پہنچ کر قرآن پاک پڑھنے میں مشغول ہو گیا تھا، وہ بہت کھٹ کھٹ کر کے اوپر چڑھے اور جاتے ہوئے بہت زور سے کہا، بھائی جی السلام، بات نہیں کرتا صرف ایک فقرہ کہوں گا، رمضان اللہ کے فضل سے ہمارے یہاں بھی آتا ہے، مگر یوں بخار کی طرح کہیں نہیں آتا۔(۱)

معمولات ونظام الاوقات رمضان ۱۳۸۵ھ:

اس رمضان کے روح پرور ماحول اور دلآویز کیفیات کا تذکرہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مولانا منور حسین بہاری کے حوالہ سے فرمایا ہے حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں:

دن بھر کے معمولات اس طرح ہوتے تھے:

''حضرت شیخؒ کا نظام الاوقات رمضان شریف میں یہ رہا، سحری کے لئے جب لوگ بیدار ہوتے تو حضرت عموماً نوافل میں مشغول ہوتے اور جب سحری کا وقت ختم ہونے لگتا تو ایک دو انڈے نوش فرماتے اور چائے کی ایک پیالی، پھر جماعت تک تکیہ لگائے، لوگوں کی طرف متوجہ رہتے، مہمان حضرات آمنے سامنے ہوتے، بعد نماز فجر آرام فرماتے، تقریباً ۹؍ بجے دن تک پھر ضروریات سے فارغ ہو کر نوافل میں مشغول ہو جاتے، دوپہر زوال کے قریب تک پھر ڈاک ملاحظہ فرماتے اور بعض ضروری خطوط لکھواتے، اذان ظہر تک،

(۱) آپ بیتی: ص ۳۶-۳۷؍ ج ۲، صحبتے با اولیاء: ص ۳۱

پھر نماز میں مشغول ہوتے بعد ،ظہر فوراً تلاوت شروع فرماتے مسلسل عصر تک ، مہمانوں کو ہدایت تھی کہ سب لوگ ہمہ تن ذکر میں مشغول ہوجائیں ، قبیل عصر تک ، چنانچہ ذاکرین ذکر میں مشغول ہوتے اور دوسرے حضرات تلاوت میں مشغول رہتے عصر تک ، بعد عصر حضرت قرآن شریف سناتے اکثر مہمان یا تو قرآن شریف سنتے یا خود تلاوت کرتے ،قبیل افطار تک ،صرف چند منٹ پہلے تلاوت موقوف کرکے مراقب ہوجاتے ، مہمانوں کو ہدایت تھی کہ صحن مسجد میں افطاری کے دسترخوان پر چلے جائیں اور حضرت اکیلے پردہ میں ہوجاتے ،اذان پر مدنی کھجور سے افطار اوراس پر زمزم ایک پیالی نوش فرماتے پھر مراقب ہوجاتے ، یا ٹیک لگا کر بیٹھتے ،نماز مغرب سے فراغت کے بعد مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا اور حضرت دیر تک نوافل میں مشغول رہتے اذان کے آدھ گھنٹہ پہلے تک اس وقت ایک دوانڈے نوش فرماتے اورایک پیالی چائے ، یہ چائے بھی ہفتہ عشرہ کے بعد بہت اصرار پر شروع ہوئی ،اس طرح انڈا بھی سخت اصرار پر منظور فرمایا تھا، روٹی چاول وغیرہ کی قسم سے کوئی چیز بھی رمضان بھر، بلکہ ایک دن پہلے بھی نوش نہیں فرمایا، اذان عشاء سے آدھ گھنٹہ پہلے پردہ ہٹایا جاتا ،حضرت ٹیک لگا کر مہمانوں کی طرف متوجہ رہتے عجب منظر ہوتا، نئے آنے والے ملتے پھر اذان ہوجانے پر ضروریات سے فارغ ہوکر نوافل پھر فرض وتراویح میں مشغول ہوجاتے۔

اس رمضان میں تین قسم کی سماعت فرمائی:

اس رمضان میں تین قسم کی سماعت فرمائی ، پہلے مفتی یحییٰ صاحب نے سنائی ، پھر حافظ فرقان صاحب نے ، پھر میاں سلمان سلمہ پسر مفتی یحییٰ صاحب نے ، پورا ماہ اعتکاف میں گذارا اور اکثر و بیشتر مہمان بھی معتکف رہے حتی کہ بسا اوقات ڈاک خانہ بھیجنے کے لئے کسی آدمی کا ملنا مشکل ہوگیا تھا ،بس حضرت کے تین چار خادم کو خاص کرکے ضروریات کے لئے غیر معتکف دیکھا گیا۔

اس جفاکشی کے باوجود بتیس پارے یومیہ تلاوت کا معمول:

آخر عشرہ میں یا اس سے کچھ پہلے بعض بعض دوستوں کے بار بار مٹھائی یا کباب لانے کی بناپر تراویح کے بعد ایک دولقمہ مٹھائی یا شامی کباب بھی نوش فرمالیتے ،مگر اکثر تو تقسیم ہی کرادیتے ،اوائل رمضان میں اعلان کرادیا گیا تھا،یعنی حضرت نے خود فرمادیا تھا کہ تراویح کے بعد کتاب ہوا کرے گی ،چنانچہ کتاب ہی سنانے کا معمول رہا،اس وقت چنایا پھلکی وغیرہ کا جو معمول پہلے سے چلا آرہا تھا اس رمضان میں بند کروادیا گیا تھا کہ وقت ضائع ہوگا،کتاب وغیرہ سے فراغت کے بعد فرماتے ،حضرت جاؤ وقت کی قدر کرو،چنانچہ اکثر تلاوت یا نماز میں لگ جاتے اور حضرت بھی مشغول ہوجاتے ،کچھ دیر کے بعد کچھ دیر کے لئے آرام فرماتے ،مگر تنام عینائی ولا ینام قلبی کی طرح کیفیت رہتی کہ ابوالحسن سلمہٗ سے جو پاس ہی کو ہوتے کبھی کوئی بات فرمابھی دیتے اور یہ فرماتے کہ تم لوگوں کی تلاوت وذکر سے میرے آرام میں فرق نہیں آتا۔ (۱)

اس جفاکشی ومجاہدہ اور قلیل غذا کے باوجود حضرتؒ کا بتیس پارے یومیہ تلاوت کا معمول رہا،تلاوت کی......ترتیب اس طرح رہتی تھی۔

ترتیبِ یومیہ تلاوت:

’’بعد مغرب چھ/پارے،استماع تراویح اوسط تین/پارے اس کے بعد فضائل کی کتاب ۱۲/تک نوم ساڑھے تین بجے تہجد چھ پارے اول وقت نماز پڑھ کر نوم ساڑھے نو تک،اس کے بعد ضحیٰ میں چھ پارے پھر ڈاک ظہر تک،سنن ظہر تین پارے،بعد ظہر بالنظر آٹھ پارے،بعد عصر سماع یحییٰ وغیرہ ۳/پارے۔میزان ۳۲/پارے‘‘۔ (۲)

---

(۱) سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ: تالیف مولانا محمد ثانی حسنی :ص ۱۱۲-۱۱۳۔

(۲) روزنامچہ حضرتؒ،بحوالہ معمولاتِ رمضان :ص ۶۸۔

۱۳۸۶ھ کا رمضان اور اس کے معمولات:

۱۳۸۶ھ ۶۷-۱۹۶۶ء کا رمضان بھی اسی شان سے آیا، خدمت عالی میں رمضان گذارنے والوں کی تعداد گذشتہ سالوں سے زیادہ بھی تقریباً سو اشخاص حضرت والا کے ساتھ ۲۹؍شعبان کی شام کو دارجدید منتقل ہوئے، حسب سابق اس تعداد میں اضافہ ہوتا رہا، آخر رمضان تک یہ تعداد چار سو سے متجاوز ہوگئی تھی، اس رمضان کی بھی مفصل سرگذشت اور نظام الاوقات منور حسین صاحب کے ہی قلم سے پڑھیے مولانا لکھتے ہیں:

حضرت شیخؒ کی خدمت میں معتکفین کی کثرت:

''۲۹؍شعبان کو فجر کی نماز سے پہلے ہی مہمانوں اور معتکفوں نے اپنی اپنی جگہوں پر قبضہ کرنا اور بسترے پھیلانا شروع کردیئے، چنانچہ بعد فجر لوگ گئے تو اکثروں کو تیسری صف میں جگہ ملی، حضرت پہلے ہی اعلان فرماچکے تھے کہ ۲۹؍شعبان کو بعد عصر مسجد ہی سے اعتکاف گاہ منتقل ہوجائیں، چنانچہ تشریف لے گئے اور نوّے سے اوپر سو سے تین چار کم مہمان بھی مسجد دارالطلبہ جدید میں اقامت واعتکاف کی نیت سے پہونچ گئے، حالانکہ مسجد بہت وسیع اور اندر چھ صفوں کی جگہ ہے، مگر مہمانوں اور سامان سے مسجد بھرگئی، چنانچہ جو مہمان رات کو یا صبح سے پہلے یا بعد پہونچے ان کو مسجد کے برآمدے میں جگہ دلوائی گئی، شام کے دسترخوان میں سو سے کم اور سحری کے وقت سو سے زائد مہمان ہوگئے تھے، پھر مہمان آتے گئے اور برآمدہ مسجد کے پُر ہوجانے پر اندرون مسجد جگہ جابجا دلوائی گئی اور ہر مہمان کو تو تقریباً ڈیڑھ فٹ کی جگہ اخیر کے دوعشروں میں میسر رہی۔

مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے دوسرے عشرہ کے وسط میں ایک عظیم الشان خیمہ نصب کرایا گیا، یعنی مسجد کے کھلے صحن میں وہ بھی اخیر عشرہ میں بھرگیا، پہلے ہی سے دارالطلبہ جدید کے چھ کمروں کو خالی کرالیا گیا، چنانچہ پہلے دوسرے عشروں میں تو صرف معززین کو

ان کمروں میں چار پائیوں پر ٹھہرایا جاتا تھا، مگر اخیر عشرہ میں دو کمرے تو معززین کے لئے رہے، باقی چار کمروں میں پرال ڈالوا کر عام مہمانوں کو ٹھہرایا گیا، بعد کو سب ہی کمروں میں پرال پڑے، ۲۳ر سے ۲۸ر تک تقریباً پونے تین سو مہمان دسترخوان پر کھاتے رہے، مزید مولوی نصیر الدین صاحب کے پاس کھاتے رہے۔

اس سال تبلیغی جماعتیں علماء اور مدرسین اور اہل علم کثرت سے آئے، حضرت نے متعدد اشخاص کو اجازت دی، گجرات، بمبئی، پالن پور کے مہمانوں کی تعداد نمایاں تھی، یوں یوپی والوں کی تعداد مجموعی طور پر زیادہ تھی، افریقہ، انڈمان، میسور، مدراس، بنگال، اڑیسہ، بہار اور آسام کے مہمان بھی تھے"۔

ظہر سے عصر تک کا معمول:

ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے رہتے، تمام مہمان ذکر میں مشغول رہتے، عصر تک اکثر ذکر جہری میں بعض ذکر سری یا مراقبہ میں اور کچھ تلاوت میں بات چیت کرنے کی قطعی اجازت نہیں تھی، عام ہدایت تھی کہ ہمارے یہاں آؤ تو بات چیت نہ کرو، خواہ سو رہو یا خاموش بیٹھے رہو کوئی حرج نہیں۔

عصر بعد کتابیں سنائی جائیں:

عصر کے بعد کتابیں سنائی جاتیں امداد السلوک، علامہ سیوطی کا ایک رسالہ، نیز ایک اور رسالہ پھر اتمام النعم ترجمہ تبویب الحکم، پھر اکمال الشیم شرح اتمام النعم، سلوک کی کتابیں پورے رمضان میں سنائی گئیں، افطار سے پندرہ منٹ پہلے کتاب سنانی موقوف کردیتے اور پردہ میں مراقب ہوجاتے، مدنی کھجور اور زمزم سے افطار فرماتے کچھ کھانے کا معمول نہیں تھا، پھر مراقب ہوجاتے نماز مغرب کے بعد تقریباً پون گھنٹے نوافل میں مشغول رہتے، پھر دو انڈے کی زردی نوش فرما کر ایک پیالی چائے پی لیتے اور پردہ ہٹادیا جاتا۔

نئے آنے والوں سے مصافحہ:

تقریباً سواسات بجے عام مجلس شروع ہوجاتی ، نئے آنے والوں سے مصافحہ فرماتے اور کب تک قیام کا سوال فرماتے اور محل قیام کے لئے ہدایت فرماتے ، پھر آٹھ بجے تک بزرگوں کے واقعات بیان فرماتے ، اسی درمیان میں بیعت بھی ہوتی ، اذان ہوتے ہی نماز کی تیاری کو فرماتے خود ضروریات سے فارغ ہوتے اور نوافل شروع فرماتے۔

تراویح کے بعد کا معمول:

تراویح سے فراغت پر سورۂ یٰسین کا ختم ہوتا اور دیر تک دعا فرماتے رہتے ، تبلیغی جماعت کے مخصوص حضرات ہوتے تو ان سے دعا کی فرمائش کرتے پھر کتاب سنانے کا سلسلہ ساڑھے گیارہ بجے تک رہتا اور تبلیغی کارروائی سنائی جاتی ، اس کتابی مجلس کے اختتام پر تقریباً ۱۲ر بجے پردہ گرادیا جاتا۔

فاقہ رہنے پر پیاس کا غلبہ:

اس سال گھر والوں اور دوستوں کے اصرار وتقاضا اور اس بنا پر کہ بالکل فاقہ رہنے پر پیاس کا غلبہ ہوتا تھا اور پانی پینے پر معدہ میں رطوبت بہت بڑھ گئی تھی ، جس کے نتیجہ میں رمضان کے بعد بھی کچھ عرصہ تک کچھ کھایا پیا نہیں جاتا تھا ، افطاری کا سلسلہ شروع کیا گیا ، حضرت کچھ تفکر فرما لیتے پون بجے تک مخصوص مجلس جاری رہتی مراقب کی کیفیت رہتی ایک بجے کے بعد سوجاتے ، چار بجے اٹھتے ضروریات سے فارغ ہوکر نوافل میں مشغول ہوجاتے ، صبح صادق سے پہلے پاپے کے چند چمچے نوش فرما کر ایک پیالی یخنی نوش فرماتے پھر نوافل میں مشغول ہوجاتے ، یہاں تک کہ اذان ہوجاتی۔ (۱)

(۱) سوانح محمد یوسف: مولانا محمد ثانی حسنی: ص ۱۱۳-۱۱۵

رمضان ۱۳۹۴ھ سہارنپور میں:

۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء کا رمضان سہارنپور میں ہوا، اس رمضان کے لئے بھی وہی اہتمام والتزام ہوا جو برسوں سے معمول ومشہور ہے، ایک حاضر باش نے (جسے اس سال رمضان میں حاضری کی سعادت حاصل رہی) اپنی ڈائری میں حضرت کے یہاں رمضان کے شب وروز کے معمولات کا ان الفاظ میں اندراج کیا ہے:

رمضان کے شب وروز کے معمولات:

''یہاں کا پروگرام یہ رہتا ہے کہ صبح تین بجے سحری کے لئے بیدار کر دیا جاتا ہے، ساڑھے چار بجے تک تمام مہمان کھانے اور چائے سے فارغ ہوجاتے، آج کل مہمانوں کی تعداد ساڑھے چھ سو کے قریب بتائی جاتی ہے (اخیر عشرہ میں یہ تعداد گیارہ سو تک پہونچ گئی تھی) صبح صادق کے بعد اوّل وقت فجر پڑھ کر سب مہمان سوجاتے ہیں اور ساڑھے آٹھ بجے، نو بجے یا اس کے بعد حسب خواہش اٹھتے رہتے ہیں، بعض حضرات اس کے بھی بہت بعد تک سوتے ہیں اس کی با قاعدہ اجازت حاصل ہے کہ معتکفین نماز کے اوقات کے سوا جس وقت تک چاہیں سوتے رہیں کوئی دوسرا ان کی نیند میں مخل نہ ہو۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ کا بیان:

ٹھیک دس بجے مولانا عبید اللہ بلیاویؒ کا بیان شروع ہوجاتا ہے، جو بالعموم چالیس منٹ کا ہوتا ہے، جو حضرات بیدار ہوجاتے ہیں وہ سب بیان میں شریک رہتے ہیں، اس کے بعد سب ہی حضرات حسب توفیق تلاوت یا نوافل میں مشغول ہوجاتے ہیں، زوال تک یہی عمل رہتا ہے، اس کے بعد سب حاضرین سوجاتے ہیں، دو بجے ظہر کی اذان ہوتی ہے، اذان کے بعد سب اٹھتے ہیں۔

ظہر کے بعد کے معمولات:

ظہر کے بعد متصلاً ختم خواجگان کا معمول ہے، اس کے بعد مجلس ذکر گرم ہوتی ہے، جن حضرات کو ذکر کی اجازت ہے وہ سب ذکر کرتے ہیں، باقی حضرات کو ذکر کی اجازت ہے وہ سب ذکر کرتے ہیں، باقی حضرات تلاوت میں مشغول رہتے ہیں، اس مجلس انوار و تجلیات کی حلاوت ولطافت کو محسوس تو کیا جا سکتا ہے، بیان نہیں کیا جاتا، شاید یہی محفل سب سے نشاط آور اور پر کیف ہوتی ہے۔

ظہر بعد اور عصر بعد کے معمولات:

اس مجلس کے بعد کچھ معتکفین آرام کرتے ہیں اور بعض باہمت حضرات تلاوت میں مصروف ہو جاتے ہیں، نماز عصر تک یہی سلسلہ رہتا ہے، کچھ سونے میں اور کچھ تلاوت وتسبیح میں، عصر کی نماز کے بعد امداد السلوک یا اکمال الشیم میں سے کوئی ایک کتاب پڑھی جاتی، آج کل امداد السلوک ہو رہی ہے، مولانا معین الدین مرادآبادی پڑھتے ہیں، مولانا کا انداز بیان ایسا پر جوش و پر جلال ہوتا ہے کہ سامعین پر ایک محویت اور رعب سا طاری ہو جاتا ہے، مجھ جیسے کم فہم جو صوفیا کی اصطلاحات سے ناواقف اور ان مقامات و کیفیات سے نا آشنا ہیں، کتاب کے معانی و مطالب سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، مگر مولانا کی پر جلال آواز اور ماحول کا سحر اسی مجلس کا اسیر رکھتا ہے، یہ مجلس افطار سے دس پندرہ منٹ پہلے اختتام پذیر ہوتی ہے۔

افطار کا دستر خوان:

اس مجلس سے اٹھ کر سب دستر خوان پر جمع ہوتے ہیں، دستر خوان پر متوسط افطاری لگی ہوئی ہوتی ہے، امرود، کیلے وغیرہ کی چاٹ، سیب کی قاشیں اور چنے جنہیں ہمارے یہاں گھونگیاں کہا جاتا ہے اور کچھ فاصلے سے آٹھ آٹھ دس دس ہندوستانی کھجوریں رہتی ہیں

اور مدنی کھجور بھی تبرکاً تقسیم ہوتی ہے، ٹھنڈے پانی کا وافر مقدار میں معقول انتظام رہتا ہے، افطار کے بعد اتنا وقفہ دے کر نماز ہوتی ہے جس میں سب پانی پی لیں اور کلی وغیرہ کرلیں، نوافل کے بعد کچھ اشخاص اوابین میں مشغول ہوجاتے چند افراد اسی وقت نوافل میں قرآن پاک سناتے ہیں سات بجے کھانا شروع ہوتا ہے جو سوا آٹھ بجے تک اختتام کو پہنچتا ہے، کھانے میں نان گوشت کے علاوہ...... گجراتی کھچڑی اور اکثر پلاؤ بھی ہوتی ہے کھانے کے بعد مولانا مفتی کفایت اللہ وغیرہ گجراتی صاحبان کی جانب سے چائے کا بہت اچھا انتظام ہے، جو حضرات کھانے اور چائے سے فارغ ہوجاتے ہیں وہ حضرت کے خلوت کے قریب آکر بیٹھتے رہتے ہیں، آٹھ بجے کے قریب خلوت کے پردے اٹھادیئے جاتے ہیں اور حضرتؒ مختلف نصائح، عبرت آموز واقعات اور تصوف کے بعض اسرار ونکات پر مختلف کلمات ارشاد فرماتے رہتے ہیں، مجلس کے اختتام کا وقت قریب ہوتا ہے تو خواہش مندوں کو بیعت فرماتے ہیں، مولوی احمد لولات صاحب گجراتی حضرت کے کلمات بلند آواز سے حاضرین تک پہونچاتے ہیں بیعت کے بعد مختصر سی دعا اور اس کے بعد بیعت ہونے والوں کے لئے معمولات کا کتابچہ لینے کی ہدایت اور ابتدائی ضروری معمولات کے اعلان کے ساتھ مجلس ختم ہوجاتی ہے۔

رات کے معمولات:

نو بجے عشاء کے فرض ہوتے ہیں، سوا نو بجے تراویح شروع ہوجاتی ہے جو ساڑھے دس، پونے گیارہ کے درمیان ختم ہوتی ہے، آجکل تراویح مولانا سلمان صاحب پڑھارہے ہیں، پانچوں نمازوں کے امام بھی وہی ہیں، تراویح میں تین پارے ہوتے ہیں، تراویح کے بعد متصلاً سورہ یٰسین کا ختم ہوتا ہے، تلاوت سورۂ یٰسین کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی دعا کراتے ہیں، اس کے بعد فضائل رمضان پڑھی جاتی ہے، یہ مولوی شاہد صاحب سناتے ہیں، اس کے بعد حضرت شیخ شب میں واپس جانے والوں اور

دن میں آنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں، مصافحہ پر اجتماعی پروگرام ختم ہوجاتے ہیں، یہ وقت عموماً ساڑھے گیارہ کا ہوتا ہے اس کے بعد بلا استثناء تمام معتکفین وغیر معتکفین کی اپنے اپنے رفقاء ومحبین کے ساتھ تفکہات اور چائے کی مجلسیں جمتی ہیں، اس کے بعد کچھ حضرات سوجاتے ہیں، کچھ افراد تھوڑی دیر گپ شپ کے بعد لیٹتے ہیں، کچھ خوش نصیب تلاوت میں مصروف ہوجاتے اور قرآن پاک سنانے والے نوافل شروع کردیتے ہیں، سماعت قرآن میں عام حاضرین بہت ذوق وشوق سے حصہ لیتے ہیں، جگہ جگہ حفاظ قرآن پاک سناتے رہتے ہیں، ہر ایک کے ساتھ تین سے پندرہ بیس تک سامعین ہوتے ہیں، بعض عمدہ پڑھنے والوں کے پیچھے ساٹھ ستر تک بھی دیکھے گئے ہیں اسی مبارک مشغلہ میں سحر ہوجاتی ہے۔ یہی روزانہ کا معمول ہے۔ (۱)

رمضان ۱۳۹۶ھ:

اس سال اندرون ملک ہنگامی حالات (Internal Emergency) کے نفاذ کی وجہ سے خوف وہراس کی فضا عام تھی اور نس بندی کی بلا ہر پیر وجوان کے تعاقب میں لگی ہوئی تھی، تاہم آنے والے آئے اور حضرت کے زیر سایہ رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے لطف اندوز ہوئے، اس رمضان کے معمولات حضرتؒ کے روز نامچہ سے نقل کیے جاتے ہیں، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

نظام الاوقات ومعمولات خود حضرت شیخ الحدیثؒ کے قلم سے:

”نظام الاوقات زکریا، بعد مغرب اوابین ایک پارہ، اس کے بعد مجلس میں بجائے زبانی کچھ کہنے کے ضعف دماغ کی وجہ سے صوفی اقبال کا رسالہ ”اکابر کا سلوک واحسان“ تا اذان عشاء، اذان پر بیعت، تراویح از ساڑھے نو بجے تا گیارہ بجے، اس کے

(۱) بحوالہ معمولاتِ رمضان شیخ الحدیثؒ

بعد بارہ بجے کواڑ بند، تراویح کے بعد فضائل رمضان ہوتی تھی، مگر امسال حکومت منجملہ مظالم کے یہ بھی تھا کہ ساڑھے گیارہ بجے کے بعد جس کو دیکھا اس کو پکڑ کر نس بندی کر دی، جس کا بہت زور ایک سال سے چل رہا ہے، مسلمان نہایت پریشان اپنے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں، اس لئے تراویح کے بعد اعلان کیا جاتا کہ مقامی حضرات فوراً چلے جائیں کہ یہ کتاب تمہاری سنی ہوئی ہے، خواہ مخواہ پولیس دق کرے گی، بارہ بجے تک فضائل رمضان، ایک تک عمومی خصوصی ملاقات ایک سے تین تک نوم۔

عمومی کھانے کے لئے ڈھائی بجے پر سب کو اٹھا دیا جاتا ہے، اور چار بجے تک سب فارغ ہوجاتے ہیں اور تلاوت وغیرہ میں لگ جاتے، چار بجے تک تہجد استنجاء وغیرہ، اس سال ضعف دماغ کی وجہ سے بجائے دو کے ایک ہی پارہ رہ گیا، جو بڑی مشکل سے پورا ہوتا ہے، چار بجے سحور، صبح صادق کے بعد اول وقت نماز، پھر آنے جانے والوں سے مصافحہ، اس کے بعد نو بجے تک نوم، اس کے بعد بجائے پارہ بالنظر کے استماع ایک پارہ، پھر چاشت تحیۃ الشکر والحاجہ وغیرہ تا گیارہ بجے سے دو بجے تک استراحت پھر وضو، سنتوں میں ایک پارہ، بعد ظہر ختم خواجگان، اس سال ضعف دماغ کی شدت کی وجہ سے حکیموں کا پارہ ملتوی کر دیا، کہ بعض دن دوران سر کی وجہ سے بالکل نہیں پڑھا گیا، البتہ مولوی احمد کو بعد ظہر سنانا شروع کیا کہ تھوڑا سا ہوجاتا، پھر روک دیا جاتا، ذکر بالجہر ساڑھے چار بجے، اذان عصر بعدہ نماز ساڑھے پانچ بجے بعدہ کتاب، ارشاد تا افطار، اس سال دوپہر کی تقریر مستقل دس بجے سے گیارہ بجے تک مولانا عبید اللہ''۔

گذشتہ سطور سے معلوم ہوگیا ہے کہ سخت حالات کی وجہ سے آنے والوں کی تعداد نسبتاً کم رہی، مگر معمولات اور نظام الاوقات میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ (۱)

(۱) بحوالہ معمولات رمضان شیخ الحدیثؒ

معمولات رمضان ۱۳۹۷ھ:

یہ رمضان بھی سہارنپور میں گذرا، مہمانوں کی آمد ورفت گذشتہ سال کی نسبت زیادہ رہی، عام معمولات گذشتہ سال کی طرح تھے، مفصل نظام الاوقات حضرتؒ کے روز نامچہ سے نقل کیا جاتا ہے:

روز نامچہ سے حضرتؒ کے منقول:

''بعد مغرب قرآن پاک تو اس سال نہ ہوسکا دورانِ سر کی وجہ سے معمولات قدیم سنن نطل العرش، تحیۃ الشکر، صلوٰۃ الحاجۃ اس کے بعد اوراد معمولہ، حزب البحر وغیرہ، نیز سور خمسہ از قل یا قل اعوذ از بداتیہ، بسم اللہ ۱۴۱ر، وبہا الاختتام اور اس کے بعد چائے اور کوئی چیز شروع میں تو علالت کی وجہ سے بالکل نہ کھائی گئی۔

''کھانے سے فراغ کے بعد ساڑھے آٹھ بجے سے مجلس عامہ تا نو بجے اسی میں بیعت، نو بجے کے بعد اذان، تراویح سلمان از ساڑھے نو بجے تا پونے گیارہ، اس کے بعد اکابر کا رمضان ساڑھے گیارہ بجے تک بندش دروازہ، ساڑھے بارہ بجے تا ڈھائی بجے مجمع کی زیادتی کی وجہ سے آٹھ گھنٹہ فتح الباب مقدم کیا گیا، نوم بعد صبح تا نو بجے، اس کے بعد ضحیٰ بسور، قرآن پاک بالنظر ایک پارہ دو مرتبہ یٰسین تین مرتبہ الشیخ وبالاصول، اصول الاربعہ وللمحسنین، اس کے بعد گیارہ بجے تا ایک بجے مختلف ملاقاتیں، ایک تا دو بجے استراحت، چونکہ اس سال پیر ہی کے دن (۲۹ر شعبان) سے بخار کی شدت ہوگئی تھی، اس لئے شروع میں تو چائے کے سوا (وہ بھی آدھی پیالی) اور دو انڈے کے سوا کچھ کھانے کی نوبت نہیں آئی، نہ شروع میں نہ آخر میں۔

ڈھائی بجے سے مہمانوں کا آنا شروع ہوتا ہے اور چار بجے تک سلسلہ چلتا ہے، کھانے سے اور چائے سے فراغ پر چار بج کر دس منٹ پر (سحری کی) بندش، دوپہر کو دس

بجے سے ساڑھے دس بجے تک تقریر مولانا عبید اللہ، مگر وہ بھی بیمار رہے، محمد نیابت کرتا ہے، بعد ظہر ختم خواجگان وذکر، بعد عصر اکابر کا سلوک پھر ارشاد، پھر اکمال، بعد تراویح اکابر کا رمضان پھر فضائل رمضان، تقریر محمد از دس بجے تا ساڑھے دس بجے مولوی عبید اللہ صاحب کا معمول تھا، لیکن امسال وہ بہت زیادہ بیمار رہے اور محمد کی تقریر کے بجائے پھر مولانا عبدالحلیم نے شروع کردی کہ اس نے جوش میں آکر مدرسوں اور خانقاہوں پر تبرا کردیا تھا اس لئے بند کردی۔

اس سال قرآن پاک نہ حفظ ہوسکا نہ سنانے کا بہت زیادہ دورانِ سر کا سلسلہ رہا، باالنظر دوقرآن ہوئے، بعد مغرب سے اذان عشاء وقتاً فوقتاً مجلس نہیں ہوئی، لیکن جب ہوئی تو پھر علماء کو مختلف طریقوں سے مدارس کے چندہ مال کے سلسلہ میں اور دوسرے مدارس کے گھٹانے بڑھانے کے سلسلہ میں بات چیت ہوئی۔

اس اقتباس سے حضرتؒ کے ان چند مخصوص معمولات کا بھی علم ہوتا ہے، جن کا گذشتہ صفحات اور آپ بیتی میں ذکر نہیں آیا ہے۔[1]



(۱) بحوالہ معمولاتِ رمضان شیخ الحدیثؒ

معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات

رئیس التبلیغ حضرت جی مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ

حضرت جیؒ کا اہتمامِ رمضان:

اکابر ومشائخ کے یہاں رمضان المبارک خاص ذوق وشوق اور حلاوت کا مہینہ ہے، اس ماہ میں ان کی طاعات وعبادات بالخصوص تلاوت قرآن پاک میں کمیت وکیفیت کے اعتبار سے نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے یہاں بھی رمضان المبارک اوراس کے آخری عشرہ کا اعتکاف کا بہت اہتمام ہوتا تھا، مولانا محمد یوسف صاحب بھی ان ہی خاصان خدا میں تھے جو اس ماہ سے پورا پورا لطف وسرور حاصل کرتے اور دعوتی مشاغل کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت، تسبیحات اور اوراد ووظائف کا کچھ زائد ہی اہتمام فرماتے نیز تصنیف وتالیف کا اوسط اس ماہ میں پورے سال کے مقابلہ میں بڑھ جایا کرتا تھا، آپ گاہ بگاہ اپنے روزہ وتراویح کے معمولات حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو بھی تحریر کرتے رہتے تھے۔

حضرتؒ کے رمضان کی تفصیلات:

حضرت مولانا الیاس صاحب کے جانشین ہونے کی حیثیت سے آپ بائیس سال حیات رہے، اس بائیس سالہ دور کے رمضان المبارک کے تفصیلات قدرے وضاحت کے ساتھ یہاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف اور خلوت واعتکاف کا ایک مجموعی نقشہ قارئین کے سامنے آجائے۔

روزہ وتراویح کے معمولات:

دورامارت کے رمضان المبارک کی تفصیلات لکھنے سے قبل یہاں آپ کے دورشباب کا ایک مکتوب پیش کیا جاتا ہے، اس میں مولانا نے بڑی وضاحت کے ساتھ اپنے روزہ وتراویح وغیرہ کے معمولات حضرت شیخؒ کوتحریرفرمائے ہیں، ۲۲؍رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ، ۹؍جنوری ۱۹۳۴ء میں لکھے جانے والے اس مکتوب کے موقع پر حضرت مولانا کی عمر صرف سترہ سال تھی۔

یا کتابی اذا وصلت الیہ　　فبحق اللّٰہ لہ قبل یدیہ

صف لہ ماتری من الوجہ عندی　　وبکائی وطول شوقی الیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے نام مکتوب

مخدومی ومکرمی جناب حضرت بھائی صاحب دام مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خداتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہاں سب خیرت سے ہیں اورآپ کی مع سب اعزہ خیرت مطلوب، عبدالحمید کے ہاتھ ایک عطر کی شیشی اورایک ٹوکری ارسال کررہاہوں، شرفِ قبول سے ممنون ومشکورفرمادیں، نیزگھرمیں سے کچھ چیزیں ایک ٹوکری میں بندھی ہوئی ارسال ہیں، حضرت والا کا اب کے کوئی والا نامہ صادرنہیں ہوا، جس سے تشویش ہے، اگرچہ اس میں اپنی نااہلیت اورتساہل کو دخل ہے، بندہ کے لئے اوقات خاصہ میں دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ نیک کاموں کی مع اخلاص کے توفیق عطافرماکراپنے رضا سے مالامال فرمادیں۔

عشاء کے بعد معمولات:

آج تک تو اپنا دستور العمل یہ رہا کہ عشاء کے بعد چائے اور اس کے بعد ایک منزل پڑھنی پھر کل والے سپارہ کو ایک دفعہ پڑھنا اس کے بعد ڈیڑھ بجے تک لکھنا۔

ایک گھنٹہ نماز میں قرآن کی تلاوت:

دو سے تین تک اس سپارہ کو تہجد میں پڑھ کر استغفار و درود کی تسبیح پڑھنا، ساڑھے تین بجے سے پونے پانچ بجے تک ڈیڑھ سپارہ کو تین دفعہ پڑھنا پونے پانچ بجے سے سوا پانچ بجے تک سحری۔

بعد فجر کے معمولات:

پھر نماز، بعد نماز تا طلوع شمس جو کچھ کام باقی ہو اس کو پورا کر کے سوم کلمہ کی تسبیح پڑھنا اور بعد طلوعِ فجر اشراق کی نماز پڑھ کر سو رہنا، ظہر کے بعد ایک دفعہ سپارہ کو کہہ کر سنانا۔

نماز مغرب کے بعد کے معمولات:

نماز مغرب سے قبل چائے و کھانے سے فارغ ہو کر نماز کے بعد اس ڈیڑھ سپارہ کو صلوٰۃ الاوابین میں پڑھنا پھر تراویح، رات قرآن شریف ختم ہو گیا، آج دوسرا قرآن شروع کرنے کا ارادہ ہے حق تعالیٰ کامیاب فرما دیں، بھائی ظہیر آج کل دہلی آئے ہوئے ہیں اور اس وقت وہ اور حافظ صاحب وغیرہ یہیں موجود ہیں، اب کے رمضان میں بھائی ظہیر بیعت ہوئے ہیں، دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ بہتر فرماویں۔

خویدکم الفقیر

محمد یوسف غفرلہ

۲۲/رمضان ۱۳۵۲ھ (سات بجے)

رمضان سے متعلق ایک تاریخی مکتوب:

رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ حضرت مولانا الیاس صاحب کی وفات کو ابھی ایک ماہ سے کچھ زائد عرصہ گزرا تھا کہ ماہ رمضان المبارک شروع ہو گئے، مخلصین ومحبین کے دلوں میں گذشتہ رمضان کی یاد تازہ تھی اور ان پر اس کا گہرا اثر تھا، اس لئے اس رمضان کا پورا پورا اہتمام کیا گیا، جماعتوں کی نقل وحرکت اور مرکز میں ان کی زائد سے زائد آمد کو بڑھانے کے لئے مراکز تبلیغ کو متوجہ کیا گیا، اس موقع پر خود مولانا محمد یوسف صاحب نے ایک زوردار دعوتی خط رفقائے جماعت کو ارسال فرمایا جس میں رمضان کی اہمیت اور اس ماہ کو ہدایت سے خصوصی مناسبت تحریر فرماتے ہوئے قربانی کی مقدار بڑھانے کی ترغیب دی، مولانا کا وہ مکتوب کا یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

۲۸/ شعبان ۱۳۶۳ھ
مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین

تبلیغ کا مقصد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تبلیغ کا مقصد کسی خاص چیز کی اشاعت نہیں، بلکہ اس کے ذریعہ ہمیں اس چیز کو زندہ کرنا ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم مسلمانوں کی فلاح کے لئے لے کر آئے اور تدریجی طور پر ہم مسلمانوں کی استعداد کے مطابق عمل پر ڈالتے رہے، اس سب کی بنیاد اللہ کی رضا کے لئے گھر بار کو چھوڑنے کی عادت کو عمومیت دینا ہے جتنی یہ چیز عام ہو جائے گی، حق تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں عام طور پر نازل ہونی شروع ہو جائیں گی۔

مقصدِ تبلیغ اعمال کو جلا دیتا ہے:

ان رحمتوں اور نعمتوں کا انداز قائم کرنا جو اس سنت کے زندہ ہونے پر حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں ایسے لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے جن کے لئے ہر دنیاوی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کے لئے سفر سہل اور اس اعلیٰ ترین مبارک سنت کے احیاء کے لئے سفر کرنا مشکل ہو گیا ہے، مشکل اس لئے ہے کہ ہم نے ابھی تک ان تبلیغی اسفار کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا، ہم اس کو تصحیح کلمہ یا تصحیح نماز کی تحریک سمجھتے ہیں، لہٰذا زیادہ اہمیت نہیں دیتے، حالانکہ اس کا مقصد ان سب کو جلا دینا ہے اور منور کرنا ہے جن کے ذریعہ ہمارے اعمالِ دنیاوی دینی بن جاویں۔

مقصد تبلیغ کے اتمام کیلئے رمضان کا مہینہ موزوں ہے:

اور دینی اعمال سطحیت کے بجائے حقیقت اختیار کر لیں ایک اور اس کے ذریعہ جو اسلام کا مقصد ہے بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ و تعلق کا، قوی اور مضبوط ہونا، یہ کیفیت پیدا ہو کہ استقامت کی صورت اختیار کر لیں، چونکہ یہ مقصد ایک نورانی و روحانی مقصد ہے، لہٰذا اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں رمضان کا مہینہ ہے۔

یہ رمضان دہریت کی ہواؤں کو مذہب کی ہواؤں سے بدل دیگا:

اس کا موضوع نورانیت کو پیدا کرنا اور اس میں ترقی دینا ہے، لہٰذا جتنا زیادہ اس ماہ مبارک میں اس مبارک کام کو زندہ کیا جائے اور اس کی کوشش کی جائے کہ اس مبارک سنت کے احیاء کے لئے جائے اور اس کی کوشش کی جائے کہ اس مبارک سنت کے احیاء کے لئے عام حرکت ہو جائے، تو حق تعالیٰ کی مسلمانوں پر وہ عمومی رحمتیں اور نعمتیں نازل ہونی شروع ہو جائیں گی، جو عموم کے بگڑنے کی وجہ سے بند ہیں، اس مبارک کام کو اس مبارک ماہ میں رواج دینے سے اور مہینے کی بہ نسبت ستر گنی زائد استقامت و نوارنیت پیدا ہوگی اور اگر اہل دل، اہل درد، حق تعالیٰ کے نام و کام کو بلند دیکھنے والے حضرات اپنی جدوجہد کے ذریعہ

بارہ ہزار آدمیوں کو اس کام کے لئے حرکت دے دیں تو پھر یہ کام مستحکم اور مضبوط ہو جائے گا اور یہ رمضان دہریت کی ہوواؤں کو مذہب کی ہواؤں سے بدل دے گا، اور مذہب سے اعراض والی کیفیت استقبال سے بدل جائے گی۔

رمضان کا کام بقیہ گیارہ مہینوں کے کام سے زائد ہے:

بہرحال رمضان کا کام بقیہ گیارہ مہینوں کے کام سے زائد ہے، اور رمضان ہر چیز کو موجودہ سطح سے ترقی دینے کے لئے آتا ہے، جس چیز میں ترقی دینا چاہو اس کو اس میں زیادہ کرو، اور اپنی خصوصی ترقی چاہو جو عموم کے تابع اور اس سے مربی ہوگی تو کونے سنبھالو، اور اگر عمومی مذہبی انقلاب چاہتے ہو تو رمضان میں اس مبارک عمل کے لئے فارغ ہو کر نکلو۔

امت میں انقلاب چاہتے ہو تو رمضان میں اس مبارک عمل کیلئے نکلو:

اس سے عموم درست ہوگا اور خصوصی کاموں میں نورانیت و استقامت پیدا ہوگی، بہرحال کام وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کا تھا، وہی اجر و ثواب ہے، اس کے لئے ان کی سی صورت درکار ہے، صحابہ کرام اس چیز کے لئے رمضان کی تنہائی کو قربان کرتے تھے، ضرورت سمجھتے تھے تو روزہ کھولتے تھے، مگر سفر میں کمی نہیں آنے دیتے تھے، اس چیز کی آج بھی اسلام کو ضرورت ہے، ہمت کیجئے اور باہر نکل کھڑے ہو جایئے۔

بندہ

محمد یوسف غفرلہ

تمام اکابر ومشائخ کے نام مکتوب:

اسی مبارک ماہ کی نو تاریخ میں مولانا محمد یوسف صاحب نے تمام اکابر ومشائخ کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں ان سے اس دعوتی کام کے لئے دعا وتوجہ کی درخواست فرمائی، ذیل میں وہ خط پیش کیا جاتا ہے۔

''گذارش خادمانہ آں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ سراپا خلوص اور مجسم دعا تھے اور ہر وقت اس مبارک کام اور تبلیغ کے لئے جلوت وخلوت میں دعا فرماتے رہتے تھے، ساری ساری رات اس کام کے کامیاب ہونے اور اصولوں کی پابندی ونیت رضاء الٰہی کے ساتھ دنیا میں رائج ہونے اور اسلام کے سرسبز ہونے اور اوامر خداوندی کے دنیا میں ازسرنو چمک جانے کے لئے تڑپتے تھے اور گڑگڑاتے تھے، مگر اس کے باوجود اس کو ناکافی سمجھ کر اہل حق کی خدمت میں اس کام کی کامیابی کے لئے تمام اوقات میں عموماً اور رمضان میں خصوصاً (دعا کی) استدعاء فرمایا کرتے تھے اور بارہا فرمایا کرتے تھے کہ نظام عالم اہل حق کی توجہات باطنیہ اور دعاؤں کے ساتھ ہے، لہٰذا اب ایسے وقت میں جب کہ ہم خدام ان بے نہایت توجہات اور دعاؤں سے بظاہر محروم ہوگئے ہیں، اس وقت آپ کی دعاؤں اور توجہ کی بے حد ضرورت ہے، اب تک بھی یہ کام آپ کی دعاؤں اور توجہات سے چلا اور آئندہ بھی انشاء اللہ آپ کی توجہات اور دعاؤں سے چلتا رہے گا۔

خوید کم-محمد یوسف غفرلہ

۹/رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

آخری رمضان المبارک کے معمولات:

رمضان المبارک کے معمولات گذشتہ صفحات میں حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے معمولاتِ رمضان لکھے جاچکے ہیں، یہ معمولات آپ کی جوانی اورعہدامارت کے تھےاب آپ کی حیات کے آخری رمضان مبارک کے معمولات تفصیل کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔

آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے والوں کا ہجوم:

ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ میں ملک اور بیرون ملک سے آنے والی جماعتوں اورآخری عشرہ میں اعتکاف کرنے والوں کا ہجوم گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں کہیں زائد تھا واردین کوشب میں مسجد میں قیام کی جگہ نہیں ملتی تھی ،جس کی وجہ سے قرب وجوار کی مساجد میں شب گذاری کے لئے جانا پڑتا تھا۔

نمازفجر کے بعدطویل بیان فرماتے تھے:

نمازفجر اذان ہونے کے بعد ادا کرلی جاتی اور پھر مولانا محمد یوسف صاحب کا ڈھائی تین گھنٹے طویل بیان ہوتا اوراس پورے عرصہ میں تقریر کی روانی اوردردوسوز میں کوئی کمی نہ ہوتی تھی۔

بیان کے بعد کے معمولات:

بیان سے فراغت پر تشکیل ہوتی اس میں بھی کافی وقت صرف ہوتا ، اس مرتبہ رمضان مبارک کے شروع ہی سے مولانا نے تین چلوں کا مطالبہ شروع کردیا تھا،تشکیل سے فراغت کے بعد مولانا اپنے حجرے میں نوافل پڑھ کر کچھ دیر قرآن پاک دیکھ کر تلاوت فرماتے ،تقریباً گیارہ بجے پھر مسجد میں تشریف لاکر دعا فرماتے اور جماعتوں کو رخصت

کرتے ،اسی طرح جو جماعتیں اپنا وقت گذار کر واپس مرکز میں آئی ہوئی ہوتیں ان سے بھی مصافحہ وملاقات فرماتے ،اس کے بعد حسب گنجائش وقت آرام فرماتے اذان ظہر پر بیدار ہوکر نماز کی تیاری ہوتی۔

پانچوں نمازوں کی امامت خود فرماتے:

رمضان المبارک میں چونکہ سفر نہ کرنے کا معمول تھا اس لئے پانچوں نمازوں کی امامت خود فرماتے ،نماز ظہر سے فارغ ہوکر حافظ محمد شفیع صاحب کو تراویح میں پڑھا جانے والا سپارہ سناتے ، بعد اذان خصوصی خطوط کے جوابات لکھواتے ، یہ سلسلہ عصر کی اذان پر ختم ہوتا۔

عصر کے بعد کے معمولات:

نماز عصر کے بعد کچھ دیر کے لئے گھر میں تشریف لاتے ، والدہ محترمہ، اہلیہ محترمہ اور خاندان کی دیگر مستورات سے ملاقات مزاج پرسی اور خانگی امور پر بات چیت فرماتے ، غروب آفتاب سے دس منٹ قبل قبلہ رو ہوکر متوجہ الی اللہ ہوجاتے ، روزہ افطار کرنے کا معمول حجرہ میں تھا جس میں ۱۵-۲۰ر کی تعداد میں مخصوص احباب اور خدام کی شرکت ہوتی ، نماز مغرب سے قبل ہی افطاری کھانا اور چائے سے فراغت ہوجاتی۔

ایک گھنٹہ تک اوابین میں مصروف رہتے:

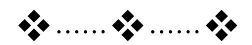
نماز مغرب کے بعد صلوٰۃ اوابین پڑھتے ،جس میں کم وبیش ایک گھنٹہ صرف ہوتا، اوابین سے فارغ ہوکر کچھ دیر آرام فرماتے اتنے میں عشاء کی اذان ہوجاتی تو نماز اور تراویح کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔

حضرتؒ تراویح نہایت اطمینان سے پڑھنے کے عادی تھے:

مولانا محمد یوسف صاحبؒ اطمینان اور ترتیل کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کے عادی تھے جس کی بنا پر دو گھنٹے میں تراویح پوری ہوتی تھی ، وتر سے فارغ ہوکر کچھ دیر کے لئے حجرے میں تشریف فرما ہوتے ،مولانا معین الدین بلندشہری اس وقت کوئی مقوی خمیرہ یا دوا کھلاتے۔

بعد تراویح حیاۃ الصحابہ پڑھ کر اس کا ترجمہ وتشریح فرماتے:

اس کے بعد پھر مسجد میں آکر کتاب حیات الصحابہ اور اس کا ترجمہ سنا کر اس کی توضیح وتشریح فرماتے ، کتاب سے فارغ ہوتے ہوتے تقریباً آدھی رات گذر جاتی ،بمشکل ڈیڑھ دو گھنٹے آرام کے بعد نماز تہجد میں مصروف ہوجاتے اور اس سے فارغ ہوکر سحری تناول فرماتے۔(۱)



ماخوذ از سوانح حضرت جی ثالثؒ

معمولات رمضان ونظام الاوقات

حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ

ماہ مبارک میں حضرت مولانا کے چوبیس گھنٹے کے معمولات ومشاغل یہ ہوتے تھے۔

نماز فجر کے بعد کے معمولات:

نماز فجر کے بعد ضروریات سے فارغ ہوکر اوپر زنان خانہ کے کمرہ میں تقریباً بارہ بجے تک آرام فرماتے، پھر نیچے تشریف لاکر وضو کرتے اور واپسی والوں سے گفتگو وملاقات فرما کر ڈاک ملاحظہ کرتے، اس کے بعد مسجد میں آتے اور روانگی والوں کو پند ونصائح فرما کر دعا ومصافحہ کرتے پھر مسجد والے حجرہ میں تشریف فرما ہوتے، وہاں بیعت ہوتی، اسی دوران مرکز کے روزمرہ کے مشورہ کے لئے احباب جمع ہوجاتے اور وہاں چوبیس گھنٹہ کی ترتیب بن کر مشورہ ختم ہوجاتا، ذکر بارہ تسبیح سیکھنے والے اور اپنی ضروریات اور حوائج کے لئے دعا کی درخواست کرنے والے بھی اسی وقت آتے تھے ان تمام امور سے فارغ ہوکر اگر کچھ وقت بچ جاتا تو تراویح میں سنانے والے سپارہ کی تلاوت کرتے اور اگر تعب محسوس ہوتا تو آرام فرماتے، اذان ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔

ماہ مبارک میں تراویح والا پارہ سنانے کا معمول:

پھر ظہر کی سنتیں پڑھ کر نماز ظہر ادا کرتے اور تراویح والا سپارہ مختلف حفاظ مولانا معین الدین صاحبؒ، مولانا محمد یعقوب صاحب، حافظ نور الدین صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، مولانا محمد سلیمان صاحب جھانجی وغیرہ کو سناتے۔

گھڑی کا وقت صحیح کا رکھنے کا اہتمام تھا:

ماہ مبارک میں گھڑی کا وقت بالکل صحیح رکھنے کا بڑا اہتمام تھا، اس کے لئے مولانا معین الدین صاحب متعین تھے وہ پہلے صحیح وقت معلوم کرکے اپنی گھڑی درست کر لیتے، اس کے بعد حضرت جی کو بتلاتے، حضرت کے سامنے اس وقت تین ٹائم پیس رکھے رہتے اور حضرت اپنے ہاتھ سے تینوں گھڑیوں کا وقت خود درست فرماتے، اس کام سے فارغ ہوکر کبھی آرام فرمالیتے یا ڈاک کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہوتا تو اس کو ملاحظہ فرماتے۔

نماز عصر کے بعد گھر تشریف لے جاتے:

نماز عصر کے بعد کچھ دیر گھر میں مستورات کے پاس تشریف لاتے اور گھر سے متعلقہ امور ان سے دریافت فرماتے، مثلاً کس کس نے آج کتنا قرآن پاک پڑھا، شب میں نوافل میں کتنے سی پارے ہوگئے، افطار میں مہمان مستورات کا کیا اوسط رہا، گھر میں اگر مستورات کی کوئی جماعت آئی ہوتی تو اس کی نوعیت اور حیثیت سے اہل خانہ کو مطلع کرکے ان کی خاطر داری اور مناسب دیکھ بھال کی تاکید فرماتے، ماہ مبارک سے دو، تین یوم قبل گھر کی مستورات سے پورے ماہ کے لئے سامان خورد ونوش کا تفصیلی پرچہ لکھوا لیتے اور پھر یہ سب سامان گھر میں آجاتا۔

روزمرہ کے متعلق دریافت فرماتے:

روزمرہ کے سامان خورد ونوش کے متعلق بھی وقفہ وقفہ سے دریافت فرماتے اور جس چیز کی اہل خانہ ضرورت بتلاتے اس کے متعلق باہر تشریف لاکر ہدایت دیتے۔

کھجور اور زمزم سے روزہ افطار کرنے کا معمول:

افطار سے تھوڑی دیر قبل زنان خانہ کے باہر تشریف لاکر قبلہ رخ متوجہ الی اللہ ہوکر دعا میں مشغول ہوجاتے، مولانا معین الدین صاحب مولانا محمد بن سلیمان پہلے سے کھجور

زمزم میں بھگو کر تیار رکھتے تھے، افطار کا بالکل صحیح وقت ہوجانے پر روزہ کھولتے اور اسی وقت گھر کی جملہ مستورات کو اطلاع کردی جاتی کہ وہ بھی افطار کرلیں۔

اہل تعلق احباب کے ساتھ روزہ افطار کرتے:

نیچے حجرہ میں ہمیشہ روزہ کھولنے کا معمول رہا، پچیس تیس خواص نیز دہلی کے اہل تعلق احباب بھی ساتھ میں روزہ افطار کرتے، افطار کے ساتھ کھانا کھا کر فوراً چائے پینے کا ہمیشہ معمول رہا، اس دسترخوان کا نظم مولانا محمد اظہار الحسن صاحب زادمجدہ فرماتے تھے، شرکائے دسترخوان کو چائے پلانے کی ذمہ داری ابتدا میں مولانا محمد ہارون صاحب مرحوم کی تھی، ان کی وفات کے بعد یہ خدمت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے سپرد ہوگئی تھی، آخری سالوں میں مولوی محمد سعد سلمہ بھی اس ذمہ داری کی ادائیگی میں شریک ہوگئے تھے۔

اوابین کا اہتمام اور تراویح و وتر کی امامت فرماتے:

کھانے پینے سے فارغ پر نماز مغرب کی ادائیگی ہوتی اور اس کے بعد حضرت مولانا اوابین ادا فرماتے جس میں اچھا خاصا وقت صرف ہوتا، اس کے بعد تھوڑا سا وقت حجرہ میں گذرتا اور پھر اذان عشاء ہوجاتی تو نماز کی تیاری فرماتے، پھر مسجد میں تشریف لاکر فرض اور تراویح و وتر کی امامت خود فرماتے۔

قرآن صاف اور جہر کے ساتھ پڑھتے تھے:

عادت مبارکہ مناسب جہر کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھنے کی تھی کہ ایک ایک حرف واضح طور پر سمجھ میں آتا تھا، تراویح سے فراغت پر کتاب حیات الصحابہ پڑھتے اس کے بعد مختصر سی دعا کے بعد آرام فرماتے، سحری سے دو گھنٹہ قبل بیدار ہوکر تہجد میں مشغول ہوجاتے۔

صرف تہجد میں تین یوم میں ایک قرآن ختم فرما لیتے:

جس زمانہ کے یہ معمولات لکھے جا رہے ہیں اس زمانہ میں صرف تہجد میں تین یوم میں ایک کلام مجید ختم فرما لیا کرتے تھے۔

ایک قرآن یومیہ پڑھنے کا معمول سالہا سال رہا:

تراویح میں کلام پاک سنانے کا معمول برسہا برس رہا، لیکن جب عمر ستر سال سے تجاوز کر گئی اور ضعف بڑھ گیا تو پھر سنانا ترک کر دیا تھا، لیکن مختلف اوقات میں تلاوت کا معمول زیادہ ہو گیا تھا، نیز صحت وقوت کے زمانہ میں سالہا سال تک ایک کلام پاک یومیہ ختم کرنے کا معمول رہا، ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اپنے مخصوصین سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اکسٹھ کلام پاک ماہ مبارک میں ختم کریں، چنانچہ حضرت مولانا کے ذریعہ حضرت شیخ کی یہ خواہش پوری ہوئی، ایک مجلس میں حضرت شیخ نے اس کا ذکر ان الفاظ سے فرمایا۔

> ''ایک رمضان میں میں نے اپنے بعض دوستوں کو اکسٹھ قرآن ختم کرنے کے لئے لکھا، میرے دوستوں نے کوشش کی، مولوی انعام نے اکسٹھ قرآن پاک پڑھے، ایک نے چھپن اور بعض لوگوں نے ساٹھ ساٹھ ختم کئے''۔ (صحبتے با اولیاء، یعنی مجموعہ ملفوظات حضرت شیخؒ)

آخری عشرہ کے اعتکاف کا اہتمام فرماتے:

آخری عشرہ کا اعتکاف بھی سالہا سال تک بہت اہتمام سے فرماتے رہے، مسجد کی صف اول میں داہنی جانب آپ کا معتکف ہوتا، اس سے متصل مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اور پھر ترتیب وار مرکز کے دیگر خواص کی جگہیں ہوتی تھیں۔

آخری زمانہ کے معمولات:

یہ تمام معمولات اس زمانہ کے ہیں جو نسبتاً صحت کا زمانہ تھا، آخر زمانہ میں جب ضعف زیادہ ہوا اور قیام بھی مستقل طور پر بالائی کمرہ میں ہو گیا تو پھر یہ معمول بن گیا تھا کہ گیارہ بجے اوپر سے تشریف لا کر روانگی و رخصت ملاقات و مصافحہ فرما کر، نیچے حجرہ میں مغرب تک قیام فرماتے اور بعد نماز مغرب اوپر واپسی ہو جاتی اور وہیں تراویح ادا کرتے جو اول وقت پڑھی جاتی تھی، اس تراویح میں شرکاء کی تعداد دس پندرہ سے زیادہ نہ ہوتی تھی، مولانا محمد یعقوب صاحب ڈاکٹر محسن ولی صاحب، مولانا محمد سلیمان، مولانا احمد مڑھی اور چند دیگر خدام بھی تراویح یہیں پڑھتے تھے، ڈاکٹر محسن صاحب اس موقع پر اہتمام سے آ کر دن بھر کی طبی اور ڈاکٹری رپورٹ دیکھ کر مولوی محمد بن سلیمان صاحب یا خود حضرت مولانا سے احوال دریافت کرتے تھے کسی مناسب دوا کا تغیر و تبدل کرنا ہوتا تو وہ بھی کر دیتے، کسی روز اگر سرکاری مصروفیت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو آنے میں کچھ تاخیر ہو جاتی تو حضرت یہ کہہ کر ان کا انتظار فرماتے کہ بھائی محسن ہمارے یہاں نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں، لہٰذا کچھ دیر انتظار کر لو، چنانچہ ان کا انتظار ہوتا تھا۔

مائک کھلوا کر مسجد میں ہونے والی تراویح سنتے:

چونکہ تراویح کے لئے اول وقت کھڑے ہوتے تھے اس لئے عام طور سے مسجد کی تراویح شروع ہونے تک فراغت بھی ہو جاتی تھی اور پھر آپ اہتمام سے مسجد کا مائک کھلوا کر وہاں ہونے والی تراویح (جو مولانا زبیر صاحب پڑھاتے تھے) کچھ دیر سنتے، مولانا محمد بن سلیمان کے ذمہ اس وقت مختصر مختصر طور پر ملکی و غیر ملکی خبروں کا سنانا بھی تھا۔

سحری سے ایک گھنٹہ قبل تہجد کا اہتمام فرماتے:

ان تمام امور سے فراغت پر گیارہ بجے کے قریب آرام فرماتے، پھر سحری کے

متعینہ وقت سے ایک گھنٹہ قبل بیدار ہوکر نماز تہجد میں مصروف ہو جاتے، آخر زمانہ میں تین سی پارے پڑھنے کا معمول رہ گیا تھا، فرماتے تھے کہ زیادہ پڑھا نہیں جاتا، دماغ تھک جاتا ہے، تہجد سے فراغ پر سحری نوش فرماتے، مولانا زبیر صاحب، عزیزان حافظ محمد زہیر، حافظ محمد صالح سلمہا اور چند خدام شریک ہوتے، سحری سے اتنی دیر قبل فارغ ہو جاتے کہ بآسانی پان کھا کر کلی وغیرہ کرسکیں، اذان فجر کے فوراً بعد نماز ادا کر کے آرام فرماتے اور دس بجے کے قریب بیدار ہوتے، ایک عجیب وغریب معمول تمام ماہ مبارک میں یہ رہتا کہ افطار کے بعد یا کھانا کھانے کے بعد پانی بالکل نہیں پیتے تھے، خواہ کیسی گرمی کا روزہ ہو بلکہ پانی ہمیشہ تراویح سے فارغ ہوکر پیتے تھے۔

رمضان میں حضرت شیخ حضرت رائپوری کی خدمت میں تشریف لیجاتے:

ماہ رمضان المبارک میں دعوتی وتبلیغی سفر بند رہتے اور پورے ماہ مرکز میں قیام رہتا، البتہ حضرت شیخ اور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہما کی حیات تک ایک سفر سہارنپور اور رائے پور کا ضرور ہوتا رہا۔

عید الفطر پورا پورا اہتمام فرماتے:

عید الفطر کا زمانہ جب قریب آتا تو اس کی مناسبت سے پورا پورا اہتمام فرماتے، حتی کہ بچوں کے کپڑوں اور جوتوں کے متعلق بھی گھر کی مستورات سے دریافت فرماتے کہ آ گئے یا نہیں۔

عید الفطر کے چاند کا پورا اہتمام فرماتے:

رمضان المبارک کے چاند کی طرح عید الفطر کے چاند کا بھی پورا پورا اہتمام فرماتے، مولانا محمد الیاس صاحب بارہ بنکویؒ، وغیرہ کو مسجد کے بالائی حصہ پر جا کر چاند دیکھنے کی تاکید فرماتے رویت ہلال کمیٹی جامع مسجد دہلی اور جمعیۃ علماء ہند کے دفتر سے بھی

معلومات کے لئے مستقل طور پر آدمی بھیجتے اور پورا وثوق واعتماد حاصل ہونے کے بعد خدام کو نقارہ بجانے کی اجازت دیتے۔

تمام مہمانوں کو دودھ میں پکی ہوئی سویاں کھلائی جاتیں:

عیدالفطر کی صبح ہی سے اس کا اہتمام شروع ہو جاتا، تمام مہمانوں کو دودھ میں پکی ہوئی سویاں کھلائی جاتیں، حضرت مولانا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نئے کپڑے زیب تن فرما کر اس پر موسم کے مطابق مشلح اور عمامہ باندھ کر مسجد میں تشریف لاتے، نماز عیدالفطر سے فارغ ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوتے اور عیدالفطر کی مناسبت سے تقریر فرما کر جماعتیں رخصت کرتے، یہاں یکم شوال ۱۳۸۶ھ (۱۳؍جنوری ۱۹۶۷ء) کی ایک تقریر نمونہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے، یہ تقریر آپ کی امارت کے بالکل ابتدائی دور کی ہے۔

عیدالفطر میں کیا گیا ایک اہم خطاب:

خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا: ''دین کی ہر چیز کے دو رُخ ہیں، اگر اللہ کے کہنے کے مطابق زندگی ہوگی تو یہ خدائے پاک کے یہاں سے بہت کچھ دلوانے والی ہے ورنہ پکڑوانے والی ہے۔

عیدالابرار وعیدالفجار:

یہی حال عید کا ہے، عیدالابرار وعیدالفجار، رمضان اور عید دو نمونے ہیں، رمضان کی طرح اگر پوری زندگی گذاریں گے تو موت پر ہمیشہ کی عید ملے گی، پائیدار اور دوامی ملے گی۔

جذبات وخواہشات کو دبانے کی ضرورت ہے:

زندگی میں خواہشات کو دبا کر احکامات پر عمل کیا تو مت پر واطربا کہا گیا، اگر غفلت میں زندگی گذاری تو پھر پکڑ ہوگی، جذبات کو قابو میں لانے اور خواہشات کے دبانے

کی اللہ جل شانہ نے یہ صورت پیدا فرمائی کہ اپنے مشاغل میں سے وقت فارغ کریں تو زندگی کا دھارا صحیح رُخ پر خدائے پاک ڈال دیں گے۔

آج تم بھی عید کے دن فیصلہ:

آج تم بھی عید کے دن فیصلہ کرو کہ زندگی کو نفس کے تابع کرنے کے بجائے خدا کے احکامات کے تابع کر کے اس کے راستہ میں نکلیں گے، لیکن میرے بھائیو! اس میں پہلا قدم اپنی خواہشات سے اپنے آپ کو فارغ کرنا ہے، اللہ نے چلے میں جو خاصیت رکھی ہے، وہ ۳۹/دن میں نہیں ہے، چنانچہ چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے پر بہت کچھ مرحمت فرمانے کا وعدہ ہے''۔

عادت مبارکہ یہ تھی کہ اپنے ہاتھ سے عیدی تقسیم فرماتے:

عادت مبارکہ یہ تھی کہ عید الفطر کے مختصر بیان کے بعد جماعتوں سے رخصتی، مصافحہ کے بعد گھر میں مستورات میں تشریف لاتے، اولاً کھانا کھاتے جس میں افراد خاندان اور بچے بھی شریک ہوتے، پھر سب کو اپنے ہاتھ سے عیدی تقسیم فرماتے، قرب وجوار کی مستورات اور ان کے بچوں کو اسی طرح، گھر میں پڑھنے والی بچیوں کو بھی ان کی عیدی دی جاتی تھی، مولانا اظہار الحسن صاحب بھی ہمیشہ اس مجلس میں تشریف لاکر حضرت مولانا سے اپنی عیدی وصول فرماتے تھے۔

اب یہاں وہ معمولات لکھے جاتے ہیں جو آپ کے دور امارت سے قبل کے ہیں، راقم سطور (مولانا شاہد صاحب مدظلہ العالی) مولانا مفتی عبدالشکور صاحب (میوات) کا ممنون ومشکور ہے، کہ انھوں نے اس سلسلہ کی واضح تفصیلات قلم بند کر کے ارسال فرمائیں، یہاں یہ تفصیلات انہی کے الفاظ میں پیش کی جاتی ہیں، لکھتے ہیں کہ:

بعد فجر آرام فرماتے:

''حضرت اقدس سیدی ومرشدی مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول رمضان المبارک حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانہ میں یہ تھا کہ بعد نماز فجر آرام فرماتے اور ساڑھے آٹھ یا نو بجے تک بیدار ہوکر مرکز سے مقبرہ ومسجد عیسیٰ خاں تک بلاناغہ سیر وتفریح کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

چہل قدمی فرماتے ہوئے دس پارے تلاوت فرمالیتے:

اور حجرہ سے حفظ تلاوت فرماتے ہوئے مقبرہ کے ہرے بھرے میدان میں چہل قدمی فرماتے، وہاں سے واپس ہوتے ہوتے دس پارے تلاوت فرمالیتے تھے، یہ تلاوت حضرت کی بہت دھیمی آواز سے ہوتی تھی۔

حجرہ میں تشریف لاکر سوا پارہ دیکھ کر تلاوت فرماتے:

حجرہ میں تشریف لاکر وضو فرماتے اور حضرت شیخ الہندؒ والے قرآن پاک سے اپنا تراویح میں پڑھا جانے والا سوا پارہ دیکھ کر بار بار تلاوت فرماتے۔

ظہر سے قبل حضرت ڈاک دیکھتے، پھر نماز ظہر ادا فرماتے، اور پھر تلاوت شروع فرمادیتے، عصر سے آدھا گھنٹہ پہلے مولانا کی ہدایات پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے خادم خاص مولانا معین الدین صاحب ریلوے اسٹیشن سے صحیح وقت معلوم کرکے آتے، پھر حضرت مولانا اپنی تمام گھڑیوں کی جانچ فرماتے، ان کے اوقات درست کرتے، پھر وضو فرماکر عصر کی نماز کے لئے اپنی جگہ پہونچ کر نماز باجماعت ادا فرماتے۔

بعد عصر مراقبہ فرماتے تھے:

بعد عصر مراقبہ فرماتے تھے، اس وقت حجرہ کا دروازہ بند ہوجاتا تھا، غروب سے پندرہ منٹ پہلے باہر تشریف لاتے اور خدام کسی اونچی جگہ کھڑے ہوکر غروب شمس دیکھنے کا

حکم فرماتے اور بار بار دریافت فرماتے کہ اب کتنا ہو جانا چاہئے۔

غروب شمس دیکھنے کا اہتمام:

جب ہم یہ کہہ دیتے کہ بالکل غروب ہو چکا تو اپنی گھڑی سے اطمینان فرماتے اور واپس حجرہ میں تشریف لاتے، بسا اوقات خود بہ نفس نفیس چڑھ کر غروب کو دیکھتے، ایک مرتبہ مسجد کی چھت پر جو جنگلے لگے ہوئے ہیں ان پر چڑھ کر آپ غروب دیکھ رہے تھے کہ اچانک پاؤں پھسل گیا اور چوٹ آگئی، کافی دن تک ہم اس کی مرہم پٹی کرتے رہے۔

افطار وطعام سے فراغ پر نماز مغرب ادا کی جاتی، بعد نماز مغرب سوا پارہ نوافل میں پڑھتے۔

تراویح پڑھانے کا اہتمام:

تراویح شروع میں مسجد نل والی میں پڑھاتے تھے، ایک مرتبہ میوات کے میاں جی رحمت نے کہا کہ مولوی انعام ہم کو روٹی کھلانے میں بہت دیر ہو جاتی ہے اور مسجد کی تراویح نکل جاتی ہے، اس لئے آپ ہم کو تراویح پڑھا دیا کرو، ہم میانجی، آپ کے پیچھے پڑھ لیا کریں گے، حضرت نے ان کی درخواست قبول فرما لی، اور پھر کئی برس تک مطبخ کی چھت پر یہ تراویح ہوتی رہی، وہاں آپ کے مقتدی صرف تین چار ہوتے تھے، میانجی رحمت ناگل، میانجی مشرف، میانجی عیسیٰ، میانجی سلیمان، جب قرآن ختم ہوتا تو دعاء کے بعد کھجور بانٹتے تھے، ہم طلباء بھی ختم قرآن میں شریک ہوتے تھے۔[1]

---

(۱) مطبخ کی چھت کے اوپر والے مقتدیوں میں مولانا محمد عامر صاحب ابن حکیم محمد طیب صاحب اور بابو ایاز صاحب بطور خاص ہوتے تھے، بقول مولانا عامر صاحب آپ کے قرآن کریم کی یادداشت نوادرات میں سے تھی اور پڑھنے کا انداز از اول تا آخر یکساں ہوتا تھا، الفاظ خلط ملط ہونے یا حروف کے کٹنے کا سوال ہی نہیں تھا، کبھی کبھی تراویح سے فارغ ہونے کے بعد پڑھے ہوئے پارے کے مضامین کو اجمالاً مقتدیوں کے سامنے بیان بھی فرماتے تھے۔ (روایت مولانا محمد الیاس پتھرالوی، میوات)

سات پارے دو رکعت نفل میں پڑھ ڈالے:

تراویح سے فارغ ہوکر آپ حجرہ میں تشریف فرما ہوتے ، ایک مرتبہ بندہ اپنی تراویح سے فارغ ہوکر حضرت کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ حضرت نوافل کی تیاری فرمارہے ہیں، چنانچہ نماز کی نیت باندھ لی ، احقر نے بھی اس ارادہ سے نیت باندھ لی کہ حضرت ایک آدھ پارہ پڑھ کر سلام پھیر دیں گے ، لیکن حضرت نے دوسرا پھر تیسرا یہاں تک کہ سات پارے دو رکعت میں پڑھے اور پھر سلام پھیرا، سلام پھیرتے ہی میں نے نیند کی مدہوشی میں کہا کہ آپ کو اتنی لمبی رکعتیں نہیں پڑھنی چاہئے تھیں، آپ نے کچھ جواب نہیں دیا اور دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے، میں نے بھی آپ کے ساتھ دعاء میں شرکت کی۔

رُسُلُ اللہ پر وقفہ فرمانے کی حکمت:

حضرت جب پارہ ”ولو اننا“ تلاوت فرماتے اور آیت ”**واذا جاء تهم اٰية قالوا لن نومن حتى نوتى مثل ما اوتى رسل اللّٰه، اللّٰه اعلم حيث يجعل رسالته** پڑھتے تو رسل اللہ پر بہت وقفہ فرماتے ، ہر تلاوت میں یہی معمول تھا، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ وقفہ کیسا ہے؟ تو فرمایا کہ دونوں اسم جلالت کے درمیان دعاء قبول ہوتی ہے، اس لئے میں اس میں مشغول ہو جاتا ہوں۔

پھر جب تلاوت فرماتے تو پہلے **اعوذ باللّٰه السميع العليم من الشيطان الرجيم** پڑھتے اور پھر جہاں سے پڑھنا ہوتا پڑھتے۔

تراویح کے بعد کتب مسائل کے دیکھنے کا اہتمام:

بسا اوقات تراویح کے بعد مسائل کی کوئی کتاب ہدایہ یا عالمگیری وغیرہ کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔

ایک اہم اور دلچسپ واقعہ:

کبھی کبھی کچھ دلچسپ حالات اور واقعات بھی سنا دیتے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے تراویح کے بعد کی مجلس میں فرمایا کہ تم میں ہر شخص اپنی بیوی کی کوئی خصوصی صفت بیان کرے کہ اس میں کیا خوبی ہے، حاضرین مجلس نمبروار اپنی اپنی بیویوں کے اوصاف بیان کرنے لگے، کسی نے کہا پانچ وقت کی نماز کی پابند ہے، کسی نے کہا خدمت میں بہت آگے ہے، کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ، جب حضرت کا نمبر آیا، تو فرمایا: بھائی مجھے بھی بیان کرنا پڑے گا؟ پھر سب کے عرض کرنے پر فرمایا کہ میری بیوی کے اندر یہ صفت ہے کہ جب وہ چاہتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لیتی ہے۔

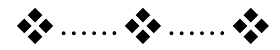
کاندھلہ سے بنگلے والی مسجد پہونچتے پہونچتے ایک قرآن پورا فرمالیتے:

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں بڑے حضرت جیؒ کے زمانہ میں ماہ رمضان المبارک کاندھلہ گذارتا تھا اور تراویح کا قرآن شریف ختم کر کے فوراً وہاں سے روانہ ہو کر عید کی نماز دہلی میں بڑے حضرت جی کے ساتھ پڑھتا، جب کاندھلہ سے چلتا تو قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیتا، مسجد بنگلہ والی تک پہونچتے پہونچتے ایک کلام پاک پورا ہو جاتا، ایک مرتبہ میں اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا پڑھ رہا تھا، سامنے کی سیٹ پر ایک غیر مسلم عورت بیٹھی ہوئی میرے مسلسل پڑھنے کو دیکھ رہی تھی، کچھ دیر کے بعد وہ کہنے لگی ''ہائے رام اس کا منہ بھی نہیں دکھتا''۔

تراویح کے بعد کے معمولات:

تراویح کے بعد کی یہ مجلس تھوڑی دیر جمتی اور پھر آپ کچھ دیر نوافل پڑھتے یا کوئی حدیث وفقہ کی کتاب مطالعہ کرتے اور پھر ادعیۂ ماثورہ ''**اللّٰھم لک اسلمت وجھی ووضعت جنبی** اور **اللّٰھم باسمک اموت واحیی**'' نیز چاروں قل پڑھتے ہوئے آرام فرماتے، سحری کے وقت بسا اوقات خود ہی بیدار ہو جاتے اور بسا اوقات ہم خدام

بیدار کرتے، جیسے بیدار ہوتے فوراً **الحمدللّٰہ الذی احیانا بعدما اماتنا والیہ النشور** اور **ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنہار لاٰیات لاولی الالباب، الذین یذکرون اللّٰہ قیاما وقعوداً وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض، ربنا ماخلقت ھٰذا باطلا سبحٰنک فقنا عذاب النار** تلاوت کرتے، جب **ربنا ماخلقت ھٰذا باطلا سبحُنک فقنا عذاب النار** تلاوت کرتے، جب **ربنا ماخلقت ھٰذا باطلا** پر پہونچتے، تو اس کو بآواز بلند بار بار پڑھتے، اس کے بعد وضو ونوافل سے فارغ ہو کر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے پاس تشریف لے جاتے اور سحری تناول فرماتے۔[1]



(۱) ماخوذ از سوانح حضرت جی ثالث، مکتوب مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ہینگوٹہ، میوات

معمولات رمضان ونظام الاوقات

جنیدِ وقت حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندویؒ

رمضان کا اہتمام ومعمول:

حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی مدظلہ العالی یوں رقم طراز ہیں کہ رمضان کے فرض روزوں کی پابندی تو کوئی خاص بات نہیں کہ یہ روزے رکنِ اسلام ہیں، ہر مسلمان کو ان کا اہتمام کرنا چاہئے اور لوگ خوب کرتے ہیں، حضرت کے حالات میں اہمیت ہے رمضان کے اعتکاف کی، اس کے اہتمام کی اور رمضان میں روزوں کے علاوہ دوسرے معمولات کی۔

عاشوراوغیرہ کے روزے:

رمضان کے روزوں کے چھوٹنے کا سوال ہی نہیں تھا، رمضان کے ماسوا، ہم نے حضرت کے یہاں نفل روزوں کی کثرت نہیں دیکھی، البتہ سال کے چند دن، جن کے روزوں کی فضیلت ہے، ان کا اہتمام اوران کی فکرضرور دیکھی یعنی یوم عرفہ (نو ذی الحجہ) یومِ عاشورا (۱۰رمحرم) اور پندرہ شعبان، ان دنوں کا روزہ حضرت پابندی سے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ بچپن سے پابندی ہے، حتی کہ سفر میں بھی اہتمام فرما لیتے تھے، پابندی تو نہ تھی مگر یہ بھی نہ تھا کہ سفر میں بالکل نہ رکھتے ہوں۔

اعتکاف کا التزام:

رمضان میں یوں تو پہلے عشرہ کا معاملہ میں اعتکاف جیسا ہوتا تھا، اگرچہ باقاعدہ اعتکاف نہیں ہوتا تھا، اصل میں رمضان اور اس کے معمولات کے اہتمام کے پیشِ نظر

حضرت پہلے عشرہ میں بھی مسجد کے اندر ہی رہا کرتے تھے، خاص ضرورت کے تحت نکلتے اور خاص طور سے جب تک جامع مسجد باندہ میں سناتے رہے تو جتنے دن سناتے اتنے دن کے اعتکاف کی نیت فرما لیتے تھے۔

باقی آخری عشرہ کا اعتکاف جو مسنون ہے، اس کا اہتمام نہیں بلکہ ایک طرح سے التزام تھا، پہلے عشرہ میں ایک ختم کے بعد حضرت سفر فرماتے تھے، مدرسہ کی نسبت سے کچھ لوگوں سے ملنا ہوتا ورنہ اصلاً بزرگوں کے یہاں چند یوم کو جانا ہوتا، حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ جب تک باحیات رہے تو سہارنپور تشریف لے جاتے، اس کے بعد مفتی محمد صاحبؒ کے قیام ہند کی صورت میں ان کے پاس جاتے، حتی کہ جس رمضان میں حضرت مفتی صاحب مدراس میں تھے، حضرت وہاں بھی چند یوم کے لئے تشریف لے گئے اور ایک سال افریقہ کے قیام کے موقع سے وہاں بھی رمضان کے ابتدائی دنوں میں قیام رہا، ان حضرات کی وفات کے بعد یہ سفر مختصر اور مدرسہ کے مصالح کے لئے رہ گیا، بہر حال جہاں بھی تشریف لے جاتے ۱۸-۱۹/رمضان کو واپس آ ہی جاتے تا کہ وقت پر اعتکاف کر سکیں، ویسے کوشش ۱۸/ویں شب سے ہتورا میں رہنے کی ہوتی تا کہ تین تین پارے کے حساب سے ۲۷/ویں شب کو قرآن مجید پورا ہو سکے۔

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف نہیں چھوٹا:

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف حضرت کا نہیں چھوٹا، شدید بیماریوں کے زمانے میں بھی حضرت نے یہ معمول پورا کیا، اعتکاف کا معمول حضرت کی نوعمری سے اور خود حضرت کے بیان کے مطابق ۱۶/سال کی عمر سے تھا، اس میں اس احساس کا بھی دخل تھا کہ گاؤں میں کسی نہ کسی کو اعتکاف کرنا چاہئے، حضرت نے دادا صاحبؒ کو اہتمام کرتے دیکھا تھا، ان کی وفات کے بعد کچھ دن سلسلہ منقطع رہا، پھر حضرت نے جو اہتمام کیا تو الحمدللہ اب تک ایک جماعت کے اعتکاف کا معمول چلا آ رہا ہے۔

معتکفین کی تعداد:

پہلے تو حضرت گاؤں کی مسجد میں اعتکاف فرماتے تھے، جیسے کہ پہلے عشرہ میں باندہ شہر کی جامع مسجد میں قیام رہتا تھا، بعد میں پہلا عشرہ اور آخری عشرہ دونوں مدرسہ کی مسجد میں گذرنے لگا تھا، جس کی خاص وجہ متعلقین ومہمانوں کی کثرت ووسعت تھی، یوں تو جب تک گاؤں کی مسجد میں اعتکاف کا سلسلہ رہا تب بھی کچھ نہ کچھ لوگ حضرت کے ساتھ اعتکاف میں رہتے اور بعض سالوں میں ۱۵۰/اور ۲۰۰/تک صرف معتکفین ہوئے اور دوسرے حضرات الگ ہوئے، جن کے لئے مسجد سے الگ قیام کا نظم کیا گیا، اگرچہ مسجد چھوڑ کر نہ گئے۔

رمضان کے واردین وصادرین اوران کی ضیافت:

حضرت کی مقبولیت ومحبوبیت کے اضافہ کے ساتھ رمضان میں حضرت کے پاس آنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہا، جامع مسجد میں پہلے عشرہ میں مقامی اور ضلع کے اطراف کے کافی لوگ ہوتے تھے اور باہر سے بھی آنے لگے تھے، اور آخری عشرہ کا اعتکاف جو گاؤں میں ہوتا تھا اس میں کہاں تک نوبت پہونچی جاننے والے خوب جانتے ہیں، ابھی اوپر کچھ تفصیل ذکر کی گئی ہے، بالخصوص آخری عشرہ کے آخری دنوں، اور ۲۵-۲۶/کو تو بہت بڑا مجمع ہونے لگا تھا، مدرسہ وگاؤں میں بڑی رونق آجاتی تھی، مدرسہ جو تقریباً دو ماہ سے خالی ہوتا تھا چند دنوں کے لئے پورا مدرسہ آباد ہو جاتا تھا اور ۲۷/کی صبح سے یہ مجمع واپس ہونے لگتا تھا، کوئی صبح، کوئی شام، کوئی ۲۸/کو، کوئی ۲۹/کو۔

جہاں تک رمضان کے مہمانوں کی ضیافت کا معاملہ ہے تو جب تک پہلے عشرہ میں حضرت شہر باندہ میں قرآن مجید سناتے رہے وہاں مہمانوں کا نظم شہر کے محبین کرتے تھے، اگرچہ حضرت اپنے مہمانوں کے نظم میں بےفکر ومستغنی نہیں رہتے تھے، خود بھی کچھ نہ کچھ

کرتے تھے، مگر اصل ذمہ داری شہر کے حضرات سنبھالتے تھے، جس سے حضرت کو بوجھ بھی محسوس ہوتا تھا اور یہی چیز پہلے عشرہ میں بھی ہتورا کے قیام ونظام کا باعث بنی، کیونکہ حضرت کو یہ بالکل پسند نہ تھا کہ حضرت کی وجہ سے کسی پر کوئی بوجھ ہو، وہ بھی مستقل اور بار بار۔

اسی طرح آخری عشرہ میں گاؤں کی مسجد کا نظام جب تک رہا تو گاؤں کے حضرات بڑے ذوق وشوق سے ضیافت کرتے رہے اور اس میں حصہ لیتے رہے۔

حضرتؒ کی طرف سے مہمانوں کی ضیافت کا اہتمام:

پھر جب حضرت نے پہلے وآخری، دونوں عشروں کا نظام ہتورا اور مدرسہ کی مسجد کا بنایا تو پھر سارے مہمانوں کی ضیافت حضرت کی طرف سے ہوتی، اس میں محبین مختلف قسم کا سامان پہونچاتے، شہر کے حضرات اور گاؤں کے لوگ بھی اپنی اپنی وسعت کے مطابق حسب سابق کرتے رہے، مگر اب آنے والوں کی تعداد بہت ہو چکی تھی اور نظم بھی مختلف قسم کا کرنا ہوتا، اس لئے کہ ملک کے مختلف خطوں کے مہمان اور بیرون ملک کے مہمان بھی ہوتے اور حضرت کا مزاج تھا کہ ضیافت میں آنے والوں کے مزاج ومعمول کے مطابق ضیافت وراحت کا نظم کیا جائے، یہ سارا نظم اور فکر تو حضرت اور حضرت کی ہدایات کے مطابق خدام ہی کر سکتے تھے۔

خرچ کا مدرسے کے بجٹ سے کوئی واسطہ نہ تھا:

بہرحال: اصلاً یہ سارا بوجھ حضرت کے ذمہ ہوتا تھا اور حضرت ایک ایک چیز کا حساب اپنے پاس سے کرتے، مدرسہ کے بجٹ سے اس کا کوئی واسطہ نہ تھا، حالانکہ ان آنے جانے والوں کی وجہ سے مدرسہ کا بہت فائدہ ہوتا تھا، نقد بھی اور بعد میں بھی، مگر حضرت نے رمضان کی ضیافت میں مدرسہ کی شرکت کو بالکل پسند نہ کیا، بلکہ اپنی ضیافت میں مدرسہ کو شریک کیا، یوں کہ رمضان کی ضیافت صرف مہمانوں تک ہی محدود نہ تھی، جو طلباء مدرسہ میں ہوتے وہ حضرت کے دسترخوان ہی سے مستفید ہوتے، نیز مدرسہ کے کارکنوں میں جو لوگ ہوتے اور گاؤں کے بھی

بہت سے لوگ حضرت کی ضیافت سے خوب خوب بہرہ ور ہوتے اور یہ تو ہوتا ہی تھا کہ حضرت کی طرف سے کھانا اور پھل وغیرہ حسب موقع سب کو پہونچتا رہتا تھا۔

مہمانوں کے لئے حضرتؒ کا دستر خوان:

حضرت رمضان کے حساب میں مدرسہ کے مطبخ ،عمارت، برتن وغیرہ سب کا کرایہ بھی ادا فرماتے تھے، حتی کہ مسجد کی بجلی و جنریٹر، چٹائی سب کو شمار کر لیتے تھے اور سب کا پیسہ ادا فرماتے تھے اور رمضان میں بھی حضرت مزاج کے مطابق مہمانوں کے حق میں یہ اہتمام فرماتے کہ ان کو فلاں جگہ ٹھہراؤ، ان کو فلاں جگہ کھلاؤ اور ان کے لئے فلاں چیز کا نظم کرو اور ماہِ رمضان میں آنے والے حضرات خوب جانتے ہیں، کہ کیسے بہتر سے بہتر کھانے کا نظم ہوتا تھا، جیسا کہ عام طور سے ماہِ رمضان میں گھروں میں کرتے ہیں، روزانہ مختلف قسم کا ایسا سالن ہوتا کہ پرہیز والوں کو پریشانی نہ ہو، دال، ترکاری، گوشت اور ادھر تو بڑے کا گوشت بند کر دیا گیا تھا، بسا اوقات شکار کا گوشت بھی ہو جاتا تھا اور افطار میں مختلف قسم کے پھلوں کے علاوہ گرمی کے دنوں میں روزانہ شربت کا بھی نظم رہتا تھا اور سحری میں کوئی میٹھی چیز ضرور ہوتی تھی ، البتہ چائے کا نظم بہت محدود اور خصوصی ہوتا، اس کے لئے حضرت مسجد کے قریب ہوٹل کا نظم فرما دیتے ، بلکہ یہ بات پیشِ نظر رہتی تھی کہ آج کل مدرسہ کی چھٹی کی وجہ سے ہوٹل بند رہتے ہیں تو کچھ ان کا بھلا ہو جائے گا۔

رمضان میں حضرت کا معمول اور اعتکاف کے معمولات:

ماہِ مبارک میں باندہ وہتورا میں رہتے ہوئے حضرت کا جو معمول تھا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت افطار و سحر بہت مختصر برائے نام فرماتے تھے، دونوں مواقع میں اصلاً سنت کی ادائیگی کی بات تھی ، غیر رمضان میں بھی روزہ رکھنا ہوتا تو سحر میں برائے نام کچھ کھاتے ،اسی لئے بے تکلف بغیر سحری کے روزہ رکھ لیتے تھے، کھانا بعد تراویح تناول فرماتے

تھے اوراسی وقت کچھ کھالیتے تھے، چائے وغیرہ کا حضرت کا معمول نہ تھا، قرآن مجید پورا ہوجانے کے بعد مغرب بعد ہی حسب خواہش کھانا تناول فرمالیتے تھے۔

حضرت باندویؒ کے ذاتی معمولات:

یوں حضرت کا دن بھر کا اپنا ذاتی معمول یہ تھا کہ رات کے کچھ حصے میں آرام فرمانے کے بعد بیدار ہوتے اور تہجد ادا فرماتے، جس میں حسب موقع چند پاروں کی تلاوت فرماتے، پھر اپنی سحر اور مہمانوں کی فکر، اس کے بعد اول وقت فجر ادا فرماتے۔

فجر سے ظہر تک کے معمولات:

باندہ کے قیام میں بعد فجر کچھ دیر بیان فرماتے اور اگر کوئی عالم آیا ہوا ہوتا تو اس سے بیان کرواتے، اس کے بعد اشراق ادا کر کے آرام فرماتے، اگر تعویذ والے ہوتے یا کوئی اور جس کا کام ہوتا تو فارغ ہونے کے بعد آرام فرماتے، کچھ گھنٹے آرام کے بعد بیدار ہوتے اور چاشت کی نماز ادا فرماتے، پھر تلاوت فرماتے اور حسب موقع حافظ ملتا تو اس کو سناتے، ظہر سے قبل پھر آرام فرماتے اور ظہر بعد تلاوت، سنانے کی صورت میں فرماتے، ان اوقات میں آنے والوں کا کام اور کچھ لکھنے لکھانے کا بھی کام ہوتا۔

رمضان میں روزانہ صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام:

عصر بعد حضرت دیکھ کر تلاوت فرماتے، حضرت کے حفظ کا قرآن مجید محفوظ تھا، اسی میں تلاوت فرماتے تھے اور اس کے بعد تسبیحات میں رہتے، مغرب بعد معمول کے مطابق اوابین ادا فرماتے، مختصر تلاوت کے ساتھ اور مہمانوں کی فکر میں رہنے، تراویح کے بعد، حسب خواہش کھانا کھاتے اور اعتکاف میں آئے ہوئے نیز دیگر مقیم مہمانوں سے کچھ دیر ملاقات فرماتے، پھر آرام فرماتے، رمضان میں روزانہ یا حسب موقع صلوٰۃ التسبیح کا بھی اہتمام فرماتے۔

متعلقین کے معمولات ونظام الاوقات کی تفصیل:

متعلقین جو رمضان کے لئے آتے تھے، وہ بھی اسی کے مطابق معمولات کے پابند تھے، ہتورا کے اعتکاف میں نظام یہ تھا کہ بعد فجر لوگ اپنی صوابدید پر رہتے، کوئی سوتا، کوئی ذکر کرتا یا تلاوت وغیرہ، حضرت موقع ہوتا تو آرام کو لیٹ جاتے ورنہ لوگوں سے ملاقات اور کام کے بعد اشراق وغیرہ سے فارغ ہوکر آرام فرماتے، پھر دس بجے بیدار ہوتے اور نمازِ چاشت وتلاوت وغیرہ کے علاوہ دیگر کاموں میں مصروف رہتے، قبل ظہر آرام اور بعد ظہر حضرت کا ایک گھنٹہ (تقریباً) بیان ہوتا، اس کے بعد حضرت تلاوت فرماتے یا جو کام سامنے ہوتا، عصر بعد فضائل اعمال سنائی جاتی اور اس کے بعد لوگ حضرت کی ہدایت کے مطابق ذکر کرتے اور حضرت بھی ذکر کرتے نیز دیکھ کر تلاوت کرتے اور تراویح کے بعد زاد السعید سے درود پاک سنانے اور دعا کا بھی معمول تھا۔

آنے والوں کے لئے ہدایات وارشادات:

آنے والوں کا مشغول رہنا اور ان کو مشغول رکھنا ضروری تھا، حضرت اس کی فکر رکھتے اور شروع میں اہتمام سے اور اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً توجہ دلاتے رہتے، اہم ہدایت یہی تھی کہ وقت کی پوری قدر کی جائے اور وقت کو ضائع نہ کیا جائے اور تلاوت وذکر وغیرہ میں کس وقت میں کیا جائے؟ اپنے طور پر، اپنے مزاج کے مطابق معمول مقرر کیا جائے، اس بابت تفصیل مطلوب ہو تو افادات صدیق وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

معتکفین کیلئے تعلیمی مجلسوں اور حلقوں کا انتظام:

ایک اہم سلسلہ بالخصوص آخری عشرہ کے معتکف کے لئے تعلیمی مجلسوں وحلقوں کا تھا، بعد ظہر حضرت کے بیان کے بعد تمام لوگ چھوٹے چھوٹے حلقوں میں ہوجاتے اور خصوصیت سے قرآن مجید کی تصحیح کرتے اور مزید کچھ ضروری مذاکرے بھی کرتے۔

ماہ مبارک کے اہتمام میں حضرت کا شوق وجذبہ:

ماہِ مبارک کے اہتمام میں حضرت کا ذوق ومزاج کیا چاہتا تھا اور کیا جذبہ تھا، ایک ملفوظ ملاحظہ ہو، مولوی احمد عبداللہ صاحب فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا رمضان المبارک کے مہینے میں طبیعت تو یہ چاہتی ہے کہ میں ہوں اور کچھ ہم مزاج احباب ہوں، قرآن پاک کی تلاوت ہو اور اس کی یاد ہو، لیکن کیا کروں، مجبوری ہے، ان دنوں اگر کوئی مجھ سے (بلا مقصد) بات کرتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کسی نے مجھ پر گولی چلا دی ہے''۔

یعنی حضرت کو ماہِ مبارک میں ایک منٹ کا ضائع کرنا اور ادھر اُدھر کے کاموں میں لگانا پسند نہ تھا اور حضرت کا وقت تو یوں بھی ضائع نہ ہوتا تھا، مگر ماہِ مبارک میں بس خاص ہی انداز میں وقت کا گذارنا پسند فرماتے تھے۔

اعتکاف کے دنوں کا ماحول نیز فیضانات اور انعامات:

نیک تو ماہ مبارک کے بابرکت اور پراز انوار دن، پھر اعتکاف ومسجد اور سرپرستی ایک جلیل القدر ولی کامل اور عظیم القدر عالم دین کی، جامعہ عربیہ ہتورا کی مسجد ومدرسہ کا ماحول کیسا پرکشش ہوتا ہوگا، اندازہ لگا لیجئے۔

پھر آنے والے نہ جانے کہاں کہاں سے، کن جذبات اخلاص وللّٰہیت اور بندگی ووابستگی کو لے کر اور کیسے کیسے عالی احوال اور بلند مقامات والے، آتے اور سر بارہی کس کی، ایک بلند پایہ شیخ وقت کی، بارش اس کے علمی اور روحانی فیوض کی، تو کیسا روح پرور سماں ہوتا اور رحمت خداوندی کے کیسے در کھلتے ہوں گے، کیا سوچا جا سکتا ہے۔

حضرتؒ کا ماہِ مبارک میں کیف وسرور:

ہم ناقص لوگوں کے سمجھنے کے لئے تو یہ کافی ہے کہ حضرتؒ ان دنوں میں ایک خاص کیف وسرور میں ہوتے، محبین ومنتسبین کی آمد سے خوش ہی نہیں، بلکہ محظوظ ہوتے اور

چاہتے تھے کہ ایسے لوگ آئیں اور ماہِ مبارک میں دریائے فیض و رحمت کے سیل رواں سے سب مستفید ہوں، معمولات میں تفصیل آ چکی ہے کہ حضرت آنے والوں کو مشغول رکھنے کی کس طرح فکر فرماتے تھے اور کس طرح ان کی روحانی تربیت فرماتے تھے اور ایسی صورت میں آنے والے کیا کیا حاصل کرتے ہوں گے اور خود حضرتؒ حق تعالیٰ کی کن نعمتوں و رحمتوں سے مستفید ہوتے ، اس کو تو صحیح طور پر آنے والے ہی جانتے ہیں اور حضرتؒ کو علم تھا ، ہمارے علم کے لئے تو حضرت آنے والوں کی جو قدر دانی نہیں بلکہ ہمت افزائی فرماتے وہ کافی ہے اور ایک واقعہ و مشاہدہ جو احقر نے خود حضرتؒ کی زبان مبارک سے سنا، مخصوص مجلس میں تفصیلی طور پر اور عمومی مجلس میں اجمالی طور پر تفصیل ملاحظہ ہو۔

رمضان واعتکاف کا عجیب مشاہدہ:

احقر مدرسہ کی سالانہ چھٹیوں میں مدرسہ سے باہر رہا کرتا ہے، رمضان میں مدرسہ کے لئے سفر رہتا ہے، اس لئے کبھی کبھی ایک دو یوم کے لئے آنا ہوتا رہا اور ہوتا ہے، حضرت کے آخری رمضان کے آخری دن حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ، میرے ساتھ دیگر برادران (سعید و عمیر و حافظ ظفر الحسن) بھی تھے ، ہم لوگ ۲۸ / رمضان کو بعد مغرب وہ بھی کچھ تاخیر سے پہونچے ، حضرت کی خدمت میں حاضری دی اور زیارت و محبت سے بہرہ ور ہوئے ، حضرت نے تقریباً فوراً ہی فرمایا:

عجیب وغریب قصہ:

’’کل رات ایک عجیب بات ہوئی (۲۸ / ویں شب کو) میں تو کچھ تکلیف میں تھا جلد ہی لیٹ گیا تھا، اس لئے مجھ کو بعد میں معلوم ہوا، تراویح کے بعد معتکفین میں سے ایک صاحب صحن مسجد میں آئے (موسم سردی کا تھا اور آج کل رمضان میں یہی چل رہا ہے) اوپر نگاہ اٹھی تو ایک عجیب سی روشنی اور قمقمے سے ان کو نظر آئے ، انہوں نے دوسرے کو متوجہ کیا ، اس طرح ہوتے ہوتے کئی آدمی باہر آئے اور سب نے دیکھا ، پھر وہ روشنی غائب ہوگئی۔

بخاری میں اس طرح کی روایت موجود ہے:

ظاہر ہے کہ ماہِ مبارک کی بابرکت رات اور وہ بھی آخری عشرہ کی آخری راتیں، ایک شیخ کامل کی معیت وسرپرستی، یہ روشنی و قمقمے، بظاہر حال، اس روشنی کے علاوہ کیا ہو سکتے ہیں، جن کو صحابی رسول اسید بن حضیرؓ نے دیکھا تھا، بخاری میں روایت آئی ہے کہ وہ ایک رات سورہ بقرہ کی تلاوت کررہے تھے، پاس میں ان کا بچہ سورہا تھا اور قریب ہی گھوڑا بندھا ہوا تھا، اتنے میں وہ بدکنے لگا، انہوں نے بچہ کو الگ کیا اور نگاہ اوپر اٹھی تو ایک سائبان سا نظر آیا جس میں قمقمے چمک رہے تھے، جو تھوڑی دیر کے بعد اوپر کو چلا گیا، جب صبح کو نبی اکرم ﷺ سے ذکر فرمایا تو آپ نے فرمایا: ''ملائکہ تھے، تمہارے قرآن سننے آئے تھے''۔ (۱)

بہر حال یہ جو کچھ تھا دیکھنے والوں اور اعتکاف میں موجود حضرات سب کے لئے ایک بشارت تھی۔

اس مشاہدہ کے بعد رمضان کی آخری صبح کا بیان:

اگلی صبح، جب ہم لوگ ہتورا میں موجود تھے، ماہِ رمضان کی انتیسویں اور آخری صبح تھی، بعد فجر حضرت کا بیان ہوا، جبکہ معمول ظہر بعد بیان کا تھا، لیکن آخری دن کا امکان ہونے کی بنا پر یہ الوداعی بیان تھا اور اتفاق سے اس سے قبل دو باتیں پیش آچکی تھی، ایک تو یہ مشاہدہ جس کا تذکرہ کیا گیا اور دوسری یہ کہ ۲۷/ویں شب میں مجمع کی زیادتی کے ساتھ آنے والوں کی لاپرواہی پر حضرت نے ناگواری کا اظہار فرمایا تھا اور شدید حتی کہ فرمایا تھا کہ آئندہ نہ آئیں اور میں ہی نہ ملوں گا، تو حضرت کے پیش نظر یہ سب باتیں، آخری دن ہونا اور مذکورہ مشاہدہ اور اس پر حضرت کا تاثر جو یقیناً مسرت اور احساس قبولیت وعنایت کا تھا، پھر ۲۷/ویں شب کی بات اور مجمع میں ظاہر ہے کہ بہت مخصوص لوگ تھے، یعنی معتکفین اور

(۱) بخاری، کتاب فضائل القرآن: ج ۲/ص ۷۵۰

مدرسہ و باہر کے کچھ لوگ جو رات تک یا صبح تک اپنے گھروں کو پہونچ سکیں، غیر معتکفین زیادہ تر واپس ہو چکے تھے۔

بہر حال حضرت نے خطاب فرمایا اور بہت لمبی بات نہیں فرمائی، جو مخصوص مجمع سامنے تھا اور ان حضرات کی پورے عشرہ کی جدوجہد پیش نظر تھی اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں نے وقت کی قدر کی، آئندہ بھی آیئے، اسی طرح وقت گذاریئے، یہ آپ کی محنت وقدردانی ہی تھی کہ جس کی بدولت آپ لوگوں نے جو کچھ دیکھا- دیکھا- اللہ تعالیٰ سب کو قبول فرمائے۔

آئندہ مت آیئے گا اور میں ہی نہ ملوں گا:

اسی رمضان میں جو حضرت کی حیات کا آخری رمضان تھا، ایک بات یہ پیش آئی کہ ۲۷/ویں شب کے لئے اطراف سے کافی لوگ آئے تھے اور آتے ہیں، یہ ایک قدیم معمول رہا، آخری عشرہ اور آخری دنوں کے لئے لوگ آتے تھے، پھر اس رات کے اہتمام میں آنے لگے اور اس میں اِدھر چند سال میں بہت زیادہ وسعت ہوگئی، ظاہر ہے کہ سارے آنے والے ذوق وشوق والے ہوتے نہیں تھے، بہت سے حضرات یوں ہی ساتھ میں، مدرسہ دیکھنے اور ملنے وملانے کے جذبے سے آتے اور طلب صادق والے تھوڑے اور دوسرے زیادہ، تو عمومی طور پر نہ ماہِ مبارک کی پوری قدر اور نہ اس بابرکت رات کی۔

باتفاق اسی سال حضرت کی وفات کا حادثہ:

اس مرتبہ کچھ زیادہ ہی غفلت سامنے آئی اور شور شغب تو حضرت نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور اس میں فرمایا کہ اب آئندہ سے مت آیئے گا، یعنی اگر اسی طرح وقت گذارنا ہے اور میں ہی نہ ہوں گا، یعنی آپ تو مانیں گے نہیں نہ آنے سے اور نہ غفلت شعاری سے تو میں ہی کہیں دوسری جگہ چلا جاؤں گا اور وہاں رمضان گذاروں گا، ظاہر ہے کہ اس آخری جملے کا مقصد یہی تھا، مگر اتفاق کہ اسی سال حضرت کی وفات کا حادثہ، اگلے رمضان سے قبل

ہی پیش آ گیا تو حضرت کے اس جملے کا مضمون کچھ اور بن گیا اور لیا گیا، ویسے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ جملہ حضرت کی زبان پر اگر چہ ایک خاص سیاق میں آیا، لیکن دراصل یہ کہلایا گیا، اس وقت تو یہ ایک مبہم جملہ تھا اور وقتی معاملہ سے جڑا ہوا، مگر اس میں آئندہ کی خبر تھی جس کا مصداق بعد میں سامنے آیا۔

۲۷/ویں شب کی مناسبت سے خطاب اور ہدایت:

بات آ گئی ہے تو اس مبارک شب کی نسبت سے حضرت! آنے والوں سے جو چاہتے تھے اور ان کی جس حد تک رعایت فرماتے تھے، اس کو بھی سنتے چلئے اور حضرت کے لفظوں میں کہ اتفاق سے ایک سال کی یادداشت میں محفوظ ہے، دن میں جو لوگ موجود تھے ان سے بعد ظہر وعصر خطاب میں فرمایا:

''آج کی رات کا اہتمام کریں، عشاء سے صبح تک، رات کو ادھر اُدھر کے شغل میں نہ لگائیں، کوئی رات تو ایسی ہو کہ جس کے اہتمام میں چائے و پان چھوڑ دیں، یہ جگہ تو ایسی تھی کہ یہاں کچھ نہ ملتا تھا، مگر آپ کھاتے پیتے ہیں اس لئے سب ملتا ہے، مجھے وقت ضائع کرنا بہت کھلتا ہے، مگر میں بخدا کہتا ہوں کہ آپ کے اکرام واحترام میں کچھ نہیں کہتا''۔

اسی دن کچھ لوگوں نے بعد مغرب تعویذ کے لئے سوال کیا تو ناراض ہو کر فرمایا:

''آج بالکل مت چھیڑو، میرا وقت اِدھر اُدھر مت لگاؤ''۔

قرآن کریم سے شغف:

علم کی لائن سے سب سے پہلے ایک مکمل دولت حضرت کو جو ملی وہ حفظ کلام اللہ کی دولت تھی اور اولین تعلیم جو پورے اہتمام کے ساتھ ہوئی وہ یہی تھی، بار بار ذکر آیا ہے کہ حضرت کے جد امجد اچھے حافظ ومجوّد تھے اور انہوں نے اپنے پوتے کی تعلیم پر پوری توجہ دی، وہ خود قرآن کریم کے جہاں ماہر تھے، وہیں قرآن کریم کی تلاوت سے بڑا شغف رکھتے تھے، تو یہ ان کا روحانی فیض اور ان کی تربیت وتوجہ کا کمال تھا کہ حضرت کو قرآن کریم،

اس کی تلاوت اور علوم تلاوت سے خصوصی تعلق اور بہت شغف تھا، یہی تعلق و دلچسپی حضرت کو قرأت کی تعلیم کے لئے پانی پت لے گئی اور حضرت کو علوم تجوید وقراءت کا ایک باکمال عالم بنایا۔

بالخصوص سفر میں تلاوتِ قرآن کا معمول:

قرآن کریم کی تلاوت سے خصوصی تعلق اور شدید شغف کا معاملہ یہ رہا کہ حضرت موقع وفرصت ملتے ہی تلاوت میں لگ جاتے، بالخصوص سفر میں تو یہ ایک خاص معمول تھا، جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی، حضرت خود بھی فرمایا کرتے تھے، کہ حضر میں مشاغل کی وجہ سے تلاوت کا موقع نہیں ملتا، سفر میں سواری پر خوب موقع رہتا ہے، حضرت اس موقع کو اس کے لئے غنیمت شمار کرتے تھے، کافی تلاوت فرمالیتے تھے اور اس کی خاطر اس موقع کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اسی وجہ سے سفر میں لوگوں کا بات کرنا مجھ کو بہت گراں گذرتا ہے، اپنے لڑکوں کو بھی حضرت سفر میں تلاوت کے اہتمام کو فرمایا کرتے تھے۔

حضرتؒ نہ تلاوت سے تھکتے نہ تراویح سنانے سے تھکتے:

تلاوت کے اس شغف اور اس کی کثرت کا اصل مظاہرہ ماہ مبارک میں ہوتا تھا کہ حضرت رمضان المبارک میں نہ تو تلاوت سے تھکتے اور نہ تراویح میں سنانے سے تھکتے۔

۱۳۵۴ھ سے لے کر ۱۴۱۷ھ تک بغیر ناغہ کے ہر رمضان میں قرآن سنایا:

گذر چکا ہے کہ حضرت نے اولین محراب بلوغ سے پہلے سنائی، جبکہ حفظ بس مکمل ہوا تھا، بلکہ کچھ رہ بھی گیا تھا اور پھر اس وقت سے لے کر عمر کے آخری رمضان تک (یعنی ۵۳-۱۳۵۴ھ سے لے کر ۱۴۱۷ھ تک جو ساٹھ سال سے زائد کا عرصہ ہوتا ہے) بغیر ناغہ کے ہر رمضان میں قرآن مجید سنایا اور کسی سال کا ناغہ نہ ہوا، عمر کے آخری سالوں میں دل کی بیماری اور اس کے بعد آپریشن، کوئی چیز مانع نہ بنی، حالانکہ دل کی بیماری کا حملہ حضرت پر ماہ

شعبان میں ہوا تھا اور اس کے چند سال بعد حضرت کے ایک سے زائد آپریشن بھی اخیر شعبان میں ہی ہوئے تھے، مگر آپ نے قرآن مجید سنانے سے ہمت نہیں ہاری، قرآن کریم سے شغف وتعلق کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوسکتی ہے، اس لئے کہ اس حال میں بھی سنانا، اس شغف وتعلق کے علاوہ کس بنا پر ہوسکتا ہے؟ جبکہ اکثر حفاظ اخیر عمر میں یونہی سنانا بند کردیتے ہیں اور عوارض وبیماریاں وغیرہ تو سب بن ہی جایا کرتی ہیں۔

زندگی بھر کی یہ معمول ایک قرآن مجید کا تو رہا ہی جو حضرت پہلے عشرہ میں سناتے، ایک لمبی مدت تک باندہ جامع مسجد میں سنایا، جس کا ذریعہ الیاس مغربی صاحب بنے، یہ سلسلہ ۱۴۰۰ھ کے آس پاس تک رہا، اس کے بعد جامع مسجد میں مولانا حبیب صاحب سنانے لگے اور حضرت مدرسہ کی مسجد میں سناتے جامع مسجد کے بعد پھر مدرسہ کی مسجد میں اخیر رمضان تک سنایا۔

چار پانچ دن میں قرآن سنایا:

البتہ ایک سال (۱۴۱۲ھ میں) پہلے عشرہ کا دور افریقہ میں سنایا اور وہ بھی پورے عشرہ میں نہیں بس چار پانچ دن میں اور آپریشن کے سال (۱۴۱۶ھ میں) پہلے عشرہ کے بجائے آخری عشرہ میں سنایا، اس میں بھی ابتدائی کچھ پارے نہیں سنائے چونکہ آخری عشرہ کا قرآن مجید ۱۷-۱۸ سے شروع ہوتا تھا اور حضرت ان دنوں کانپور میں تھے اور ہدایت فرما گئے تھے کہ سلسلہ شروع کردیا جائے تو آنے کے بعد جہاں تک ہوا تھا وہاں سے پورا کیا، جامع مسجد سے قبل باندہ شہر کے مختلف محلوں اور مسجدوں میں حضرت نے سنایا۔

اس ایک دور کے علاوہ آخری عشرہ میں دوسرا دور سنانے کا بھی معمول ہی رہا اس لئے کہ آخری عشرہ میں حضرت پابندی سے اعتکاف فرماتے تھے اور یہ عشرہ تو عبادت کے اہتمام کا ہوتا ہی ہے، اس کا سلسلہ گاؤں کی مسجد میں اور بعد میں مدرسہ کی مسجد میں رہا، اخیر کے چند سال ایسے گذرے کہ اس دوسرے دور میں خود پورا قرآن سنائیں، اس کا اہتمام

نہیں رہا، بلکہ حسب موقع دوسروں سے مولوی حبیب ومولوی حسیب وغیرہ یا کسی آنے والے سے بھی سنواتے۔

پہلا دور عموماً پہلے عشرہ کے اندر اندر یا حسبِ موقع دو تین دن کم میں پورا ہوتا اور دوسرا دور ستائیسویں شب کو ختم ہوتا، آغاز اکیسویں شب کو ہوتا اور کبھی اس سے پہلے بھی، یعنی اٹھارویں انیسویں شب سے، یومیہ اصلاً تین پارے کا نظام رہتا، جس میں حسب موقع کمی وزیادتی ہوجاتی۔

عشرہ ہفتہ باندہ ضلع کے اطراف گھوم کر قرآن مجید سناتے:

یہ بات تو اس سلسلہ میں حضرت کے معمول کی ہے، باقی جیسے یہ برابر ہوتا رہا کہ درمیانی عشرہ میں سفر کے موقع سے جہاں آنا جانا ہوتا، تقاضے وگذارش یا ضرورت پر وہاں سناتے۔

اسی طرح ایک زمانے تک حضرت پہلا دور باندہ میں کہیں پورا کر لینے کے بعد جو کم سے کم مدت میں ہوتا، کبھی عشرہ، کبھی ہفتہ، کبھی اور کم میں، باندہ ضلع کے اطراف میں گھوم گھوم کر جہاں موقع ملتا وہیں جا کر قرآن مجید سناتے اور حضرت کا یہ شغل واہتمام، اس تبلیغی جدوجہد کے تحت تھا، جس کا بیڑہ حضرت نے باندہ میں اٹھایا تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح مختلف بستیوں میں قرآن مجید کے سننے سنانے کا اور اس کے حفظ وتعلم کا مزاج بنایا جائے اور سنانے کے عنوان سے قیام کریں، لوگوں کو دین کی باتیں بتائی جائیں اور ان کو دین سیکھنے کی طرف متوجہ کیا جائے۔

باندہ کی نہ جانے کتنی بستیوں میں ایک، دو، تین رات میں قرآن سنایا:

اس طرح حضرت نے باندہ کی نہ جانے کتنی بستیوں میں ایک رات، دو رات، تین رات میں قرآن مجید سنایا، حضرت خود تشریف لے جاتے اور لوگ بلاتے بھی تھے، یہ حضرت کی جوانی وقوت کی اور مدرسہ کے ابتدائی زمانے کی بات ہے، جب نہ تو شہرت بہت

زیادہ تھی اور نہ ہی حضرت کے پاس یا متعلقین کے پاس وسائل تھے اور نہ ہی آمد ورفت کے ذرائع بہت آسان ومہیا تھے، روزہ رکھ کر نہ جانے کتنی لمبی لمبی مسافت پیدل طے فرما کر حضرت قرآن مجید سنانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

حضرتؒ کا قرآن پڑھنے کا انداز:

حضرت کے پڑھنے کا انداز بڑا پیارا، دل لگانے والا اور دل میں بیٹھنے والا تھا، نہ آواز بہت پست نہ بلند، نہ رفتار بہت تیز نہ ہی بالکل دھیمی، بس ایک رفتار اور ایک نغمہ، جیسے سمندر کی پرسکون سطح کہ جس میں بالکل ہی تموّج نہ ہو اور قواعد تجوید کی پوری رعایت۔

شروع کرتے تو بس پڑھتے چلے جاتے اور خود حضرت کی طبیعت منشرح ہوتی اور کھلتی چلی جاتی، جس سال قلب کی شکایت ہوئی ظاہر ہے کہ بڑی پابندیاں تھیں، چاندرات آئی تو فرمایا: ذرا دیکھوں شاید کچھ پڑھ سکوں اور بیٹھ کر نیت باندھی (امام کی حیثیت سے) اور شروع کیا تو معمول کے مطابق چند پارے پڑھ ڈالے اور بس پھر چھ سات دن میں قرآن مجید پورا کرلیا۔

رمضان میں قرآن سنانے کے لئے حضرتؒ کی تیاری کا نظام:

رمضان میں سنانے کے لئے حضرت کی تیاری کا نظام یہ تھا کہ تہجد میں پڑھتے اور دن میں حسب موقع قبل ظہر وبعد ظہر حفظاً پڑھتے، بلکہ اکثر کسی نہ کسی حافظ کو سناتے اور بعد عصر دیکھ کر تلاوت فرماتے تھے۔

بڑھاپے میں قیام کی خواہش:

ایک مرتبہ بات آگئی تو حضرت نے اپنے مذکورہ معمول وحال کی بابت خود فرمایا:

(یہ وفات سے چند سال قبل کی بات ہے) ''یوں قرآن مجید پڑھنے میں (اب بھی) کچھ بوجھ نہیں ہوتا، مگر کھڑے ہوکر پڑھنے میں چکر آتا ہے، یہ اب ہوا ہے، پہلے یہ بات نہ تھی۔

ایک رکعت میں تیرہ پارے پڑھے:

پہلے تو ایک مرتبہ ایک رکعت میں تیرہ پارے پڑھے تھے اور چار پانچ پارے تو پڑھا ہی کرتا تھا اور مدتوں عادت رہی کہ تین تین پارے پڑھتا تھا اور مختلف جگہوں میں جا جا کر سناتا، اس وقت حافظ کم تھے۔

چنانچہ گورے پوروا اور ہڑہا میں بھی سنایا، جموارہ میں تو سناتا ہی تھا، ابرچھی میں کئی مرتبہ سنایا۔

ایک رات میں اکیس پارے پڑھے:

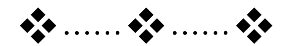
گورے پوروا میں ایک صاحب فدا حسین تھے انہوں نے قرآن سنانے کو کہا تو میں جموارہ سے اپنی ٹیم لے کر آیا، اس وقت ساتھ کچھ نوجوان طلبہ رہا کرتے تھے، شروع کیا تو ایک رات میں اکیس پارے پڑھے، تراویح ختم ہوئی تو بعض بوڑھے بولے:

''جان گئیں جان گئیں ، یہی کا وہابی کہت ہو وہابی ہوت تو اتنا قرآن نہ پڑھت''۔

(جان گئے اسی کو وہابی کہتے ہو، اگر وہابی ہوتا تو اتنا قرآن نہ پڑھتا۔)

واضح رہے کہ گورے پوروا ، ابرچھی، ہڑہا سخت قسم کے گاؤں تھے اور ہیں ، مگر حضرت کسی نہ کسی توسط سے گئے اور خود فرمایا کہ پہلے اتنے سخت نہ تھے، بعد میں ہو گئے۔

(ماخوذ از تذکرۃ الصدیق)



معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات

حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ

ہمارے اکابر واولیاء کا اتباع سنت میں اعتکاف کا اہتمام:

اتباع سنت کے جذبہ وشوق میں اولیاء کاملین وعارفین کا بھی ماہ مبارک میں اعتکاف اور اکثر تلاوت ونوافل کا معمول ہمیشہ رہا ہے۔

متقدمین کا ذکر نہیں، ابھی ماضی قریب کے اکابر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ حضرت رائے پوریؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ اور اخیر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مراقدہم کے یہاں رمضان المبارک میں سینکڑوں کی تعداد میں مریدین وخدام اور ماہ مبارک کے قدرداں حضرات جمع ہوجاتے تھے اور ذکر وشغل، تلاوت وعبادت میں پوری سرگرمی وعالی ہمتی سے مشغول رہتے اور گویا ایک رمضان گزرنے کے بعد سے ہی آنے والے رمضان کا انتظار شروع ہوجاتا اور ان اکابرین کے اندر رمضان آتے ہی ایک نیا جوش وولولہ اور ایک نئی نشاط وامنگ پیدا ہوجاتی تھی اور وہ کبھی زبان حال سے گویا ہوتے تھے ع

هذا الذی کانت الایام تنتظر
فلیوف للّٰه اقوام بما نذروا

یہ وہ دولت ہے جس کا زمانہ کو انتظار تھا اب وقت آگیا ہے کہ نذر ماننے والے اپنی نذر پوری کریں) اور کبھی یہ شعر ان کے حسب حال ہوتا ہے۔

پلاسا قیا وہ مئے دل فروز
کہ آتی نہیں فصل گل روز روز

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ (جوان اکابر کے علوم و معارف اور باطنی وروحانی اوصاف وکمالات کے حامل وامین اوران کے صحیح وارث تھے) کو بھی ماہ مبارک کا اہتمام ہمیشہ سے رہا۔

مسجد چھتہ میں ماہ مبارک کا اہتمام ومعمولات:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ مبارک کا اہتمام شعبان سے ہی فرمایا کرتے تھے، شعبان کا چاند دیکھنے اوراس کے دن شمار کرنے کا اہتمام فرماتے، رمضان ہی کی وجہ سے حدیث پاک میں ہے۔

يتحفظ من شعبان مالا يتحفظ من غيره. (مشکوٰۃ شریف:ص۱۷۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان کی نگرانی وحفاظت کا جتنا اہتمام فرماتے تھے کسی اور ماہ کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

اورشعبان کے آخر میں ماہ مبارک کے فضائل بیان فرماتے اوراس کی قدردانی کی ترغیب دیا کرتے۔(مشکوٰۃ شریف:ص۱۷۳)

رمضان المبارک کا انتظار واستقبال:

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے یہاں بھی شعبان سے ہی ماہ مبارک کا اہتمام شروع ہوجاتا، محترم مولانا ابراہیم صاحب زیدمجدہم شعبان بلکہ بعض دفعہ اس سے پہلے ہی ماہ مبارک میں آنے والے مہمانوں کے لئے انتظامات شروع فرمادیتے، کیا کیا سامان آنا ہے کس کس چیز کی ضرورت پیش آئے گی، کھانا کون پکائے گا، تقسیم کون کرے گا، مہمان اور معتکفین کی خدمت کون کون کریں گے، بیرونی ممالک سے آنے والے مہمانوں کا کیا انتظار ہوگا، ٹکٹ وغیرہ کی سہولیات کس طرح ہونگیں، سردی وگرمی کا کیا ہوگا۔

غرضیکہ ماہ مبارک سے پہلے ہی سے آنے والوں کی ہر امکانی سہولت وراحت رسانی کی فکر کی جاتی اور تمام انتظامات درست کئے جاتے اور ماہ مبارک آنے سے پہلے ہی مسجد مہمانوں سے بھر جاتی ہر وقت مہمانوں کا تانتا لگا رہتا، کوئی دن میں آرہا ہے کوئی رات میں آرہا ہے، کوئی قافلہ صبح پہونچ رہا ہے، کوئی شام میں، کسی کی آمد کی اطلاع آرہی ہے، کسی کو لانے کے لئے اسٹیشن پہونچ رہے ہیں، کوئی اہلیہ کو لئے آرہا ہے اس کے لئے الگ انتظام کیا جارہا ہے، کوئی بچوں کو ساتھ لایا ہے، عجیب ایک بہار ہورہی ہے، دیکھتے ہی دیکھتے ۲۹ر رمضان کو مسجد اندر باہر اوپر نیچے سب بھر گئی مسجد کے دائیں بائیں اور دارالعلوم کے بعض دیگر کمروں میں غیر معتکفین حضرات کا انتظام کرنا پڑتا مجمع کی کثرت کی وجہ سے جگہ تقسیم کی جارہی ہے ایک کے حصہ میں بعض دفعہ ڈیڑھ فٹ ہی جگہ آسکی، مگر اس پر ہر ایک خوش ہے کہ کیا دولت میسر آگئی مہمانوں کی سہولت کے لئے بعض ہدایتیں لکھ کر آویزاں کردی گئیں آنے والے مہمان فلاں کے پاس اپنا نام اور مدت قیام درج کرائیں، زائد سامان فلاں کمرے میں فلاں کے پاس رکھیں دیگر ضروریات کے لئے فلاں سے رابطہ قائم کریں، زبانی بھی ان ہدایات کو دہرایا جاتا، احاطۂ مسجد کے غسل خانے بیت الخلاء ناکافی ہوجاتے، جس کی وجہ سے دارالعلوم کے اندر یا دارالعلوم ہی کی عمارت افریقی منزل میں مزید سہولت فراہم کی جاتی، مہمانوں کو ان کی نشان دہی کی جاتی آداب اعتکاف اور آداب مسجد نیز باہم ایک دوسرے کے حقوق بھی بتائے جاتے اور بار بار اس پر تنبیہ کی جاتی کہ اس کی کوشش ہو کہ وقت ضائع نہ ہو اور کسی کو اذیت نہ پہونچے چوبیس گھنٹہ کا نظام الاوقات کا نقشہ بھی آویزاں کردیا جاتا، نیز ایک کاغذ پر ضروری ہدایات بھی آویزاں کی جاتیں، نظام الاوقات اور ہدایات کا پرچہ قارئین کرام کی خاطر نقل کیا جاتا ہے۔

نظام الاوقات برائے معتکفین مسجد چھتہ دیوبند:

صبح: ۱۱رتا۱۲ر کتابی تعلیم الاعتدال، گلدستۂ سلام ومحبت، فتاویٰ محمودیہ سے ابواب سلوک، حدود اختلاف، نعت محمود المقلب بہ وصف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوپہر: ۱رتا۳ر نماز ظہر آیۃ کریمہ، دعاء وذکر جہری۔

شام: بعد نماز عصر تاقبیل افطار، کتابی تعلیم، فضائل رمضان، اکابر کا رمضان، اکابر کا تقویٰ، اکابر دار العلوم دیوبند۔

اکمال الشیم، ارشاد الملوک ترجمہ امداد السلوک، موت کی یاد۔

بعد نماز مغرب تااذان عشاء، کھانا، چائے، انفرادی اعمال۔

رات: بعد نماز تراویح تا۱۵-۱۱ر فضائل درود شریف، فضائل صدقات بعد ختم سورۂ یٰسین وصلوٰۃ وسلام اور دعا۔

۳رتاانتہائے وقت سحری کھانا چائے، انفرادی اعمال۔

ضروری ہدایات برائے مقیمین ومعتکفین مسجد چھتہ دیوبند:

(۱) خانقاہ میں ہونے والے تمام اجتماعی اعمال میں ہر ایک ساتھی شریک ہو کتابی تعلیم، ختم آیت کریمہ، سورۂ یٰسین، صلوٰۃ وسلام اور کھانا چائے وغیرہ۔

(۲) ہر ساتھی مندرجہ ذیل معمولات کو اختیار کرنے کی سعی فرماویں۔

چوبیس گھنٹے کے اپنے معمولات کا نظام الاوقات مرتب فرمالیں۔

(الف) ہر نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا فرمائیں۔

(ب) ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور تسبیحات فاطمی کا التزام رکھیں۔

(ج) تیسرا کلمہ، درود شریف، استغفار، صبح وشام ایک ایک تسبیح الحزب الاعظم کی ایک منزل، صلوٰۃ وسلام روزانہ پابندی سے پڑھنے کی عادت بنالیں، وقت بچ جائے تو کلمہ طیبہ: لا الٰہ الا اللّٰہ، استغفار، درود شریف اور سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ

سبحان اللّٰہ العظیم، حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر، یا حیُّ یا قیوم برحمتک استغیث اورآیت کریمہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ** کی کثرت رکھی جائے حفاظ کرام تہجد کی نوافل میں قرآن پاک سننے سنانے کی ترتیب بنائیں اورنوافل کی جماعت میں مسلک حنفی کے مطابق زیادہ سے زیادہ ۲-۴/افراد شریک ہوں۔

(د)　ہرروز سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت فرما کر اپنے سلسلہ کے مشائخ کو ثواب پہنچائیں، ہرروز بعد نماز مغرب سورۂ واقعہ، بعد عشاء سورۂ ملک، اور ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت الحمد شریف چاروں قل اور آیت الکرسی پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر پھیرنے کا معمول بنائیں۔

تہجد ۸/رکعات کم ازکم ۲/رکعات، اشراق چار رکعات، چاشت آٹھ رکعات اور اوابین کم ازکم چھ رکعات ان نوافل میں سے ہر ایک کا..................اہتمام رکھیں۔

(ہ)　ہفتہ میں کم ازکم ایک مرتبہ صلوٰۃ التسبیح، جمعہ کے دن سورۂ کہف اور جمعہ کی عصر کی نماز کے بعد **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا** اسّی مرتبہ پڑھنا چاہئے۔

(و)　ہر ساتھی اس بات کا خیال رکھے کہ اس سے دوسرے ساتھی کو کوئی اذیت نہ پہنچے اور اگر کسی سے اذیت پہنچ جائے تو صبر کرے کہ یہ مہینہ صبر کا ہے، کوئی ساتھی کسی دوسرے ساتھی کا سامان بلا اجازت استعمال نہ کرے، بلکہ ان کے سامان کا خیال رکھے۔

(ز)　اپنے اوقات کی حفاظت کریں اور قلت کلام اور قلت طعام، قلت منام میں سے اول الذکر کا خاص خیال رکھیں، بلاضرورت شدیدہ کسی سے بات نہ کی جائے، اجتماعی مٹھائی چائے، پان پھل وغیرہ کے دور چلانے سے سخت احتراز فرماویں، ہمارے حضرت دامت برکاتہم کا منشاء یہی ہے کہ بلاضرورت بات چیت نہ کریں، وقت کی قدر کریں، بقیہ دو کے اختیار کرنے نہ کرنے میں ہمارے

حضرت مدظلہم کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔

(ح) ان سب اعمال کو اپنی زندگی میں اپنانے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ روزانہ سونے سے قبل اپنے نفس سے دن بھر کے اعمال کا محاسبہ (حساب و کتاب) کیا جائے اعمال مطلوبہ پر اللہ تعالیٰ ذوالجلال کا شکر ادا کیا جائے اور غیر مطلوبہ سرزد ہونے پر نفس کو ملامت سرزنش اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے)۔فقط

غرض کہ اسکا پورا اہتمام ہوتا کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہونچے اور وقت بھی ضائع نہ ہو، چنانچہ بہت سے حضرات یومیہ قرآن پاک ختم فرمالیتے تھے، بعض حضرات نصف قرآن یومیہ، اس کا بھی اہتمام ہوتا کہ رات کو حفاظ نفلوں میں قرآن پاک سنانے کا اہتمام کریں، اس کی یہ شکل ہوتی کہ ایک حافظ کے ساتھ دو تین آدمی شریک ہوتے حافظ سناتا یہ حضرات سامع بنتے، بہت سے حضرات مسجد کے باہر صحن میں قرآن پاک دیکھ کر تلاوت میں مشغول رہتے اور پوری رات نوافل و تلاوت کا یہ سلسلہ جاری رہتا، بعض حضرات کچھ دیر آرام کرتے اور پھر اُٹھ کھڑے ہوتے۔

حضرت فقیہ الامت کا آنے والے مہمانوں کی راحت رسانی کی فکر:

حضرت قدس سرہ کی طرف سے مہمانوں کی راحت رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جاتا مختلف شہروں میں مختلف صوبوں اور مختلف ملکوں سے آنے والے مہمانوں کے مزاج کی رعایت کھانے میں رکھی جاتی سحر و افطار اور شام کے کھانے میں دستر خوان صحیح وقت پر بچھانے اور دونوں وقت چائے کا بھی نظم ہوتا، افطار میں مختلف قسم کے میوہ جات اور پھلوں اور مختلف قسم کے مشروبات کا انتظام کیا جاتا، پورے مجمع کے لئے کھجور و زمزم کا بھی انتظام ہوتا، زمزم خواص کے لئے فنجان اور پیالیوں میں پیش کیا جاتا اور بقیہ مجمع کے لئے ایک بڑے ٹپ میں زمزم ڈال دیا جاتا، مدنی کھجوروں کا بھی اہتمام کیا جاتا، حکیم وڈاکٹروں کا بھی انتظام کیا جاتا، ان کا وقت مقرر ہوتا کہ فلاں فلاں وقت حکیم صاحب اور

ڈاکٹر صاحب آئیں گے، بیمار حضرات حسب مزاج ان سے رجوع کرتے۔

تراویح میں قرآن پاک سنانے کا معمول:

تراویح میں عموماً تین قرآن پاک ختم ہوتے، ہر عشرہ میں الگ الگ حافظ سناتا اور درمیانی عشرہ میں بقیہ معتکفین کو موقع دیا جاتا کہ ایک ایک پارہ ایک ایک حافظ پڑھتا اس طرح ہر شب میں تین حافظ تین پارے سناتے۔

ماہ مبارک میں سحری کا اہتمام:

سحر میں ڈھائی بجے بیدار کر دیا جاتا، اخیر رمضان میں تقریباً سوا دو بجے بیدار کیا جاتا جو حضرات بیدار کرنے پر مقرر تھے، وہ سونے والوں کا ہلکے سے پیر دباتے یا پیر پر ہاتھ رکھتے اور سونے والا اٹھ کھڑا ہوتا، چند منٹ میں سب بیدار ہوجاتے، نہ آواز ہوتی، نہ شور، نہ الارم بجایا جاتا نہ اعلان کیا جاتا بتی روشن کردی جاتی، جس کو شب میں تقریباً بارہ بجے حضرت قدس سرہ کے بیان کے چند منٹ بعد بند کردیا جاتا تھا، ہر شخص استنجاء وضو سے فارغ ہوکر نوافل میں مشغول ہوجاتا اور منتظمین کی جانب سے اڑھائی بجے ہی دسترخوان بچھا دیا جاتا اور برتن لگا دئے جاتے اور اعلان کردیا جاتا مہمان حضرات دسترخوان پر تشریف لے آئیں، کھانا شروع ہوجاتا، جو حضرات کھانا کھلانے اور پانی پلانے پر مقرر تھے سب خوبصورتی اور خاموشی کیساتھ اس کو انجام دیتے، کھانے چائے سے فارغ ہونے والے نوافل تلاوت اور دعاء میں مشغول ہوجاتے، ساڑھے تین بجے یا پونے چار بجے عموماً سب فارغ ہوکر تلاوت میں مشغول ہوجاتے، یہ منظر بھی عجیب پر کیف منظر ہوتا، نماز فجر اول وقت ہوتی اور پھر اندر کے حصہ کی بجلی بند کردی جاتی اور سب سوجاتے کچھ حضرات اس وقت بھی تلاوت کرتے اور وہ باہر صحن میں بیٹھ کر تلاوت کرتے تا کہ سونے والوں کو اذیت نہ ہو۔

رمضان المبارک میں فجر بعد سونے کا معمول:

سونے کا یہ وقت دس بجے تک ہوتا دس بجے سے قبل کسی کو بیدار نہ کیا جاتا، البتہ ازخود حسب توفیق بیدار ومشغول ہوتے رہتے، لیکن دس بجے سب کو بیدار کردیا جاتا، دس بجے تک وہی حضرات عموماً سوتے جو شب میں بالکل نہ سوتے، اور سب استنجاء وغیرہ سے فارغ ہوکر نوافل وتلاوت میں مشغول ہوجاتے، گیارہ بجے سے بارہ بجے تک کتاب سنائی جاتی۔

نظام الاوقات برائے مریدین ومتوسلین:

فضائل رمضان اکابر کا رمضان اور الاعتدال فی مراتب الرجال اس کے بعد پھر تلاوت کا سلسلہ شروع ہوجاتا، کچھ حضرات تھوڑی بہت دیر استراحت فرماتے اذان پر اٹھ کر نماز ظہر کی تیاری اور اس سے فارغ ہوکر آیت کریمہ کا ختم ہوتا اس کے بعد اجتماعی دعاء ہوکر ذکر بالجہر کی مجلس شروع ہوجاتی، کسی پر ذوق وشوق کسی پر لطف وسرور اور کسی پر گریہ وبکا کا غلبہ طاری رہتا، قبل عصر یہ مجلس ختم ہوکر عصر بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی مجلس ہوتی جس میں ارشاد الملوک اکمال الشیم پڑھ کر سنائی جاتی مغرب سے پندرہ منٹ پہلے یہ مجلس ختم ہوتی اور سب حضرات دعا وتلاوت مراقبہ وغیرہ میں مشغول ہوجاتے منتظمین حضرات افطار کے لئے دسترخوان بچھا دیتے اور افطار سے پانچ منٹ پہلے اعلان ہوتا کہ مہمان حضرات دسترخوان پر تشریف لے آئیں افطار کا اعلان کبھی زبانی ہوتا کبھی صرف اذان پر اکتفا ہوتا گھنٹی یا نقارہ کا دستور نہیں تھا، افطار اطمینان سے ہوتا، اس کے بعد نماز ادا کی جاتی، نماز کے بعد کھانے کے لئے دسترخوان لگا دیا جاتا، مہمان حضرات مختصر نفلیں پڑھ کر دسترخوان پر آجاتے اور پھر بعد میں اپنی نوافل پوری کرتے کھانے کے بعد چائے کا بھی اہتمام ہوتا۔

سحر وافطار ہر موقع پر میزبان (حضرت قدس سرہ) کی سخاوت اور فیاضی کا خوب

ظہور ہوتا، مختلف انواع کے ذریعہ مہمانوں کی دلداری کی جاتی، عشاء کے بعد معمولات تراویح وغیرہ سے فراغت پر تقریباً بارہ بجے رفقاء کار آپس میں مذاکرہ کرتے کسی مہمان کو کسی کے رویہ سے شکایت تو نہیں ہوئی کسی کے بارے میں معلوم ہوتا اس سے احتساب ہوتا باز پرس ہوتی اوراس مہمان سے معافی مانگی اور تدارک کی کوشش کی جاتی۔

رمضان میں حضرت مفتی صاحب کے بیان کرنے اور دعا مانگنے کا اہتمام:

دعاء کے بعد صلوٰۃ وسلام کی چہل حدیث ہوتی ایک شخص پڑھتا اور پورا مجمع سنتا اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کا بیان ہوتا سیدھے سادھے الفاظ ہوتے، مگر آبدار موتیوں کی طرح صاف ستھرے، نہ واعظوں جیسا جوش ہوتا نہ آواز سخت ہوتی اور نہ ہی اس میں تکلف وتصنع کا شائبہ ہوتا، اخیر سالوں میں ناسازی طبع کی وجہ سے وعظ کے بجائے فضائل صدقات یا حضرت والا کے مواعظ پڑھ کر سنائے جاتے، دعاء کبھی بالجہر ہوتی کبھی بالسر کسی ایک طریق کا التزام نہیں تھا، دعاء میں بھی سادہ الفاظ ہوتے، دعاء بالجہر ہوتی یا بالسر مجمع پر گریہ غالب ہوتا، اکثر کی ہچکیاں بندھ جاتیں اور بعض کی چیخیں نکل جاتیں، دعا شروع ہوتے ہی مجمع کی حالت بدل جاتی، بجلی کے مثل کوئی چیز قلوب میں کوند جاتی جو دلوں میں گرمی ورقت پیدا کر دیتی اور مجمع کو بےخود بنا دیتی۔

ماہِ مبارک میں معمولات فقیہ الامت قدس سرہ:

ابتدائی دور کے رمضان کے معمولات تو اوپر گزر چکے ہیں، اخیر دور میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ شب میں ڈھائی بجے یا اس سے پہلے بیدار ہوکر نوافل میں مشغول ہوجاتے طویل نفلیں ہوتیں جن سے ساڑھے تین بجے کے قریب فراغت ہوجاتی، پھر سحری تناول فرماتے جو صرف چند لقمے ہوتی اور پھر نوافل میں مشغول ہوجاتے اذان فجر پر سنت الفجر مختصر پڑھتے، فوراً فرض نماز ہوتی نماز بعد استراحت فرماتے اور سات ساڑھے سات بجے تقریباً بیدار ہوجاتے، استنجاء ووضو سے فراغت فرماتے۔

اشراق میں قرآن پاک پڑھنے کا معمول:

اشراق میں مشغول ہوجاتے اس وقت قرأۃ کافی طویل ہوتی اور نماز میں استغراق اور انقطاع عن الخلق کی وہ کیفیت ہوتی گویا **الصلوٰۃ معراج المؤمنین و مناجات رب العالمین** اور **فلا تسئل عن حسنهن و طولهن** (ان کی خوبصورتی اور لمبائی کو مت پوچھ) کا پورا ظہور ہوتا، اس......ضعف پیری و ناتوانی و کثرت امراض (کہ کھڑے ہوتے ہی عموماً فوراً چکر آتا تھا) کے باوجود نماز میں خدا معلوم کہاں سے یہ قوت آجاتی کہ ضعف کا شائبہ تک بھی نہ ہوتا، کمال خشوع و خضوع کے ساتھ ساڑھے نو بجے تقریباً اشراق سے فراغت ہوتی اس کے بعد ایک دو صاحب کا قرآن پاک سماعت فرماتے تقریباً دس بجے تک۔

حضرت کا رمضان میں اہم خطوط اور ضروری فتاویٰ کے جوابات املا کرانا:

اس کے بعد اہم اور ضروری خطوط اور فتاویٰ کے جوابات املا کراتے اسی دوران معتکفین میں سے کوئی سوال کرتا، حضرت جواب ارشاد فرماتے تقریباً گیارہ بجے تک یہ سلسلہ رہتا گیارہ سے ساڑھے گیارہ تک حضرت قدس سرہ کے فتاویٰ یا اور کوئی رسالہ حضرت قدس سرہٗ کو سنایا جاتا اور حضرت قدس سرہٗ مناسب ترمیم حذف، اضافہ فرماتے ساڑھے گیارہ بجے کتاب الاعتدال فی مراتب الرجال پڑھ کر سنائی جاتی، جس میں تمام معتکفین شرکت فرماتے حضرت والا قدس سرہٗ اپنے معتکف ہی میں کتاب سنتے اور توجہ فرماتے اور حاضرین کو ہر کتاب میں شرکت کا حکم فرماتے، بارہ بجے کتاب ختم ہوتی اس کے بعد کسی کو کوئی خاص مشورہ کرنا ہوتا کرتا، بعض اصحاب یکے بعد دیگرے کوئی کتاب حضرت قدس سرہ سے پڑھتے اذان ظہر کے قریب تک یہی سلسلہ رہتا اذان سے قبل ہی حضرت استنجاء وضوء وغیرہ سے فراغت فرماتے اور سنتوں میں مشغول ہوجاتے اور ان چار سنتوں میں بھی قرأت کافی طویل ہوتی اور جماعت کے وقت تقریباً سنتوں سے فراغت ہوتی۔

نماز کے بعد معمولات آیت کریمہ کا ختم بعدہ دعا میں حضرت قدس سرہ شرکت فرماتے اس کے بعد ذاکرین ذکر میں مشغول ہوجاتے۔

رمضان میں بیعت لینے کا معمول:

حضرت قدس سرہ اپنے معتکف میں تشریف لیجاتے جہاں بیعت ہونے والے حضرات پہلے سے جمع ہوجاتے ان کو بیعت فرماتے پہلے سے بیعت شدہ حضرات میں سے کسی کو کچھ پوچھنا ہوتا یا ذکر میں اضافہ کرانا ہوتا وہ بھی حاضر ہوکر اپنی اپنی باتیں مختصراً عرض کرتے حضرت والا ہر ایک کے موافق جواب سے سرفراز فرماتے اس کے بعد ذکر میں مشغول ہوجاتے اور ذاکرین کی طرف توجہ فرماتے جس کے اثرات حسب حال ذاکرین محسوس فرماتے بعض مخصوص احباب نے بیان کیا کہ دوران ذکر محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز قلب میں بھری جارہی ہے اپنے ذکر کے بعد حضرت قدس سرہ کچھ وقفہ کے لئے استراحت فرماتے جو برائے نام ہی استراحت ہوتی، چونکہ استراحت کا وقت دن بھر میں عموماً فجر بعد ہی ہوتا، پھر استراحت کا موقعہ نہ ہوتا کچھ دیر بعد ہی مردانہ وار کھڑے ہوجاتے اور استنجاء وضوسے فارغ ہوکر پھر نفلوں میں مشغول ہوجاتے، اذان عصر کے بعد سنتیں پڑھتے جن میں قرأت کافی طویل ہوتی اور کبھی یہ سنتیں زیادہ طویل نہ ہوتیں، بلکہ مختصر ہوتیں اور سنتوں سے فارغ ہوکر تلاوت میں مشغول رہتے۔

عصر بعد حضرت جیؒ کا مجلس میں شرکت فرمانا:

نماز عصر کے بعد پھر عمومی مجلس ہوتی، جس میں خود حضرت قدس سرہ شرکت فرماتے غروب سے پندرہ منٹ قبل تقریباً یہ مجلس ختم ہوتی، جس میں کتاب اکمال الشیم اور ارشاد الملوک اور بعض دیگر کتابیں پڑھی جاتیں اس کے بعد حضرت قدس سرہ تلاوت، تسبیح، دعاء وغیرہ میں مشغول ہوجاتے۔

افطار میں تھوڑا کھانا کھانے کا معمول:

اس کے بعد افطار میں ایک فنجان زمزم ایک آدھ کھجور تناول فرماتے، فنجان بھی آدھا خود نوش فرماتے اور آدھا خادم خاص مستغنی عن الالقاب محترم مولانا الحاج محمد ابراہیم صاحب مدظلہ وزاد لطفہ افریقی پانڈور کے حوالے فرماتے چند گھونٹ کوئی شربت نوش فرماتے اور دوسری چند چیزیں بھی چکھتے، گو بظاہر بالکل اخیر تک مشغول رہتے، مگر یہ مشغولی محض خدام کی دلداری کے طور پر ہوتی اس کے بعد نماز مغرب ہوتی، حضرت قدس سرہ نماز مغرب کے بعد نوافل میں مشغول رہتے اور اطمینان کے ساتھ نوافل سے فراغت پر کھانے میں شرکت فرماتے یہ شرکت بھی برائے نام شرکت ہوتی آدھی چپاتی شاید ہی بمشکل تناول فرماتے ہوں ورنہ تو کوئی ہڈی چوستے رہتے، جس سے معلوم ہو کہ کھانے میں مشغول ہیں، کئی سال قبل ایک موقع پر ماہ مبارک ہی میں شام کے کھانے کے بارے میں فرمایا تھا، مہمانوں کی رعایت میں بیٹھ جاتا ہوں ورنہ خواہش نہیں ہوتی، کھانے کے بعد ۱۵-۲۰ر منٹ استراحت فرماتے اور اذان عشاء پر وضوء استنجا سے فارغ ہو کر قبل عشاء کی سنتوں میں مشغول ہوتے، پھر فرض وتراویح ادا ہوتی اس کے بعد یٰسین شریف کا ختم پھر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا، جس میں حضرت قدس سرہ برابر شریک رہتے اس کے بعد حضرت قدس سرہ کا وعظ ہوتا، آدھ پون گھنٹہ کبھی کم وبیش حسب ذوق جس کی کچھ کیفیت اوپر گزر چکی، اخیر سالوں میں ناسازئ طبع کی وجہ سے کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جاتی، بیان کے بعد نئے آنے والے یا صبح کو جانے والوں کا مصافحہ ہوتا کہ عمومی مصافحہ کا ایک یہی وقت ہوتا تھا دن میں آئے ہوئے مہمان حضرات اسی وقت مصافحہ کرتے اور جو حضرات کل کسی وقت جانے والے ہیں وہ بھی اسی وقت مصافحہ کر لیتے خواص حضرات دن میں بھی کسی وقت موقع پا کر جب حضرت والا استنجاء ووضوء کے لئے تشریف لے جاتے، آتے جاتے وقت مصافحہ کر لیتے مصافحہ سے فراغت پر حضرت قدس سرہ اپنے معتکف میں تشریف لے جاتے، خدام حضرات کوئی پھل یا کبھی کوئی آئسکریم وغیرہ یا کوئی شربت وغیرہ لاتے جس میں بعض خصوصی مہمان

بھی شریک ہوتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض خصوصی حضرات کے لئے ان کے اپنے اپنے معتکف پر پہنچا دیا جاتا، جس میں کبھی ۱۲؍ کبھی اس سے زائد وقت ہوجاتا اس کے بعد حضرت والا قدس سرہ بظاہر استراحت فرماتے کہ دیکھنے والے سمجھتے کہ سورہے ہیں ورنہ بعض خدام خواص نے لیٹے ہوئے بھی آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا۔

نصف صدی زائد ایک قرآن یومیہ پڑھنے کا معمول:

ان تمام معمولات ومشاغل کے ساتھ ایک قرآن پاک یومیہ ختم فرماتے کہ نصف صدی سے زائد سے ہر ماہ مبارک میں یومیہ ختم کلام کا معمول تھا۔ (مواعظ فقیہ الامتؒ)

غرضیکہ ماہ مبارک میں وہ دینی وروحانی ماحول ہوتا کہ اسی جیسے ماحول کا حال غالبًا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے، جو خدا کا بندہ تھوڑی دیر کے لئے بھی اس ماحول میں آجاتا وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوجاتا، افسردہ طبیعتوں میں نئی گرمی بلکہ...............سرگرمی پست ہمتوں میں عالی ہمتی اور اولوالعزمی، بلکہ مردہ دلوں میں زندہ دلی اور بلند پروازی پیدا ہوجاتی، بجلی کا ایک کرنٹ تھا جو دلوں سے دلوں کی طرف پہونچ جاتا ہے اور مردہ جسموں میں ایک بجلی سی پیدا کردیتا ہے، جو شخص اس روحانی وملکوتی فضا کو دیکھتا، اس کا قلب شہادت دیتا کہ جب تک خدا طلبی کا یہ ہنگامہ برپا ہے اور دین وروحانیت کی شمع کے پروانوں کا ہجوم ہے اور ہر قسم کے دنیوی اغراض اور نفس پرستی ودنیا طلبی سے بالاتر ہوکر خدا کو راضی کرنے اور اپنی آخرت کو بنانے کے لئے اتنے آدمی کسی جگہ جمع ہیں، دنیا تباہ نہ ہوگی اور زندگی کی اس بساط کو تہہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا اس وقت وہ بے اختیار خواجہ حافظ کے الفاظ میں اس طرح گویا ہوجاتا تھا۔

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرایا داست
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباداست

ترجمہ: مجھے اپنے پیر کی سو باتوں میں سے ایک نکتہ یاد ہے۔
جب تک میکدہ آباد ہے دنیا برباد نہیں ہوسکتی۔

اعتذار فقیہ الامت قدس سرہٗ:

ان تمام تر خدمات معتکفین و مقیمین کی امکانی راحت رسانیوں کے باوجود حضرت فقیہ الامت قدس سرہ اخیر دن میں آنے والوں کا شکریہ ادا فرماتے اور معذرت فرماتے کہ میں آپ حضرات کے شایان شان کوئی خدمت نہیں کرسکا، اپنے گھروں میں آپ حضرات آرام سے رہتے یہاں وہ آرام نہیں مل سکا اس لئے معافی چاہتا ہوں، آپ حضرات معاف فرمائیں۔

ان کلمات کے سنتے ہی حالت بدل جاتی چیخ و پکار اور ہچکیوں کی آواز بلند ہوجاتی اور یہ حال ہوتا گویا ذبح کر دیا گیا بہ مشکل حاضرین اپنے آپ کو قابو میں کر پاتے۔

معمولاتِ عید الفطر:

(نماز عید اور مہمانوں کی واپسی) ماہ مبارک ختم ہوتا نماز عید کا اعلان کر دیا جاتا اول وقت اشراق کے وقت ہی نماز میں ہوتی تاکہ بآسانی دور دراز جانے والے حضرات جاسکیں قریب کے بہت سے حضرات شام ہی میں چاند ہوتے ہی اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔

شب عید کے معمولات:

شب عید میں ذکر صبح صادق سے قبل ہی کرلیا جاتا اور نماز فجر کے بعد فوراً ہی حدیث مسلسل بیوم العید اور حدیث مسلسل بضیافت الاسودین پڑھی جاتی اور سب کو زمزم کھجور تقسیم کیا جاتا نماز فجر کے فوراً بعد دستر خوان لگ جاتا اور سویاں وغیرہ کھلائی جاتیں، اور معتکفین مہمانان کرام حضرت والا قدس سرہ سے مصافحہ کرتے حضرت والا مصافحہ کے ساتھ ساتھ ہر ایک کو ایک عطر کی شیشی کوئی رومال یا تولیہ وغیرہ عنایت فرماتے اور عید کی نماز ہوتے ہی اکثر حضرات اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔

اور ماہ مبارک کی ساری رونق ختم ہوجاتی خود حضرت والا قدس سرہ کے چہرۂ اقدس پر محسوس کرنے والے رنج وغم کے اثرات محسوس کرتے۔ (ماخوذ از حیاتِ محمود)

معمولاتِ رمضان ونظام الاوقات

فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنیؒ

حضرت امیر الہندؒ اور ماہِ رمضان المبارک:

حضرت امیر الہندؒ کے یہاں رمضان المبارک، تراویح، قیام لیل اور اعتکاف کا خاص اہتمام ہوتا تھا، اس ماہ میں آپ کے مخصوص معمولات ہوتے تھے، ان معمولات کو ذیل میں مختصراً ذکر کیا جارہا ہے۔

حضرت امیر الہندؒ کی عبادت وریاضت:

رمضان المبارک کے مہینے میں حضرت کا پورا وقت تراویح، تہجد، اعتکاف، ذکر وظائف اور دیگر اعمال میں گزرتا، لیکن دن کا اکثر حصہ تلاوت کلام اللہ میں صرف فرماتے، کسی مجبوری کی بنیاد پر اگر دہلی آنا ہوتا تو صبح تشریف لاتے اور کوشش ہوتی کہ واپسی نماز عشاء تک ہوجائے تاکہ تراویح کی نماز نہ چھوٹے۔

حضرت امیر الہندؒ اور آپ کا رمضان المبارک:

رمضان المبارک کے مہینے میں اعتکاف میں آنے والے معتکفین مہمانوں کے انتظام کے لئے اور ان کو سہولیات فراہم کرانے کے لئے حضرت کم از کم تین مہینہ یا اس سے بھی پہلے تیاری شروع فرمادیتے، گیہوں کہاں سے آئیں گے؟ مہمانوں کے لئے اچھے چاول کا انتظام کون کرے گا؟ لکڑیاں کون لائے گا؟ خرچے کی باریک باریک چیز کی نگرانی حضرتؒ خود فرماتے۔ Sample منگواتے، یہاں تک کہ گوشت کہاں سے آئے گا؟ باورچی کہاں سے اور کتنے آئیں گے؟ مکمل تفصیل حضرت بذات خود معلوم کرتے، معتکفین

کے لئے افطار میں زمزم اور مدینہ طیبہ کی کھجوروں کا پابندی سے اہتمام فرماتے، اس میں بھی اس بات کا اہتمام رہتا کہ وہ خاص مدینہ طیبہ سے منگوائی گئی ہوں، رمضان المبارک میں حضرت امیر الہندؒ دیوبند کے اکابر کے گھروں میں افطار کا سامان بھیجنے کا اہتمام فرماتے، خاص کر حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت شیخ الہندؒ اور اپنے رشتے داروں کے گھروں میں پھلوں کی بڑی بڑی ٹوکریاں اور دوسری اقسام کے افطار کا سامان بھیجنے کا اہتمام فرماتے، تندرستی کے زمانے میں جب حضرت چل پھر سکتے تھے تو ہم نے دیکھا کہ افطار سے فارغ ہوکر، مغرب کی نماز کے بعد کھانا لگ جاتا تو حضرتؒ بذات خود چل پھر کر مہمانوں کی نگرانی فرماتے اور ایک ایک دستر خوان پر پہنچتے کہ کہیں کوئی کمی تو نہیں ہے اور یہی معمول حادثے کے بعد بھی رہا، حضرتؒ وہیل چیئر پر تشریف رکھتے اور انتہائی تکلیف کے باوجود گھوم گھوم کر ایک ایک مہمان کی خبر لیتے اور تہجد کے بعد سحری کے وقت بھی یہی معمول دیکھنے میں آتا تھا، کبھی منتظمین کی خبر گیری فرماتے کہ کہیں کوئی بدنظمی نہ ہو اور اگر کہیں کوئی بدنظمی یا کمی ہوتی تو منتظمین حضرات پر خوب برستے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرتؒ کے گھرانے کے سارے بچے خدمت گاروں میں ہوتے اور ہر ایک خادم بن کر تمام معتکفین کی خدمت میں مشغول نظر آتا، رمضان المبارک میں پوری دنیا سے آنے والے معتکفین میں جو مخصوص مہمان ہوتے ان کے لئے حضرت تاکید کے ساتھ ناچیز سے ہدیہ دینے کے لئے اچھا عطر منگایا کرتے اور خود ہی ان میں تقسیم بھی فرماتے، مغرب کے بعد کھانے کے دستر خوان پر یا سحری کے وقت وہ ہمیشہ کچھ سستی کی وجہ سے تاخیر سے پہنچتا، لیکن اس درمیان حضرتؒ کئی مرتبہ زور سے آواز لگواتے کہ ''مولوی بدرالدین کہاں ہے؟'' یہ بڑے پن کی بات ہے اور مجھ بے حیثیت کے لئے لائق فخر اور باعث سعادت ہے کہ جب تک بندہ نہ پہنچتا، کھانا تناول نہ فرماتے، آپ کے یہاں آخری رمضان المبارک سے پہلی والی رات قرآن کریم ختم کرنے کا معمول تھا، شروع زمانے یعنی ۱۹۷۵ء کی بات ہے کہ اس زمانے میں حضرتؒ کا مدنی مسجد میں اعتکاف کا

معمول تھا، اس وقت احقر کا معمول یہ تھا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں دیوبند حاضر ہوتا جن میں اول پانچ دن سہارنپور میں حضرت شیخ زکریاؒ کے یہاں گذارتا تھا اور باقی ایام دیوبند میں، البتہ مسجد میں صرف رات ہی میں قیام ہوتا تھا، حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب تراویح پڑھاتے تھے اور ختم والی رات میں بڑی لمبی دعا ہوتی تھی، دور دراز سے ہزاروں لوگ تشریف لاتے، اس دوران بھی الحمدللہ بندہ کئی بار شریک ہوا، ان کی سحری اور افطار کا انتظام ہوتا، آخر میں جب حضرت امیر الہندؒ جامع رشید میں اعتکاف فرمانے لگے تو اکثر بھائی محمود نے تراویح پڑھائی، آخری رات میں وہی معمول ہوتا کہ ختم قرآن کریم بڑے اہتمام سے ہوتا، جس میں عورتیں بھی شریک ہوتیں، مسجد کی بالائی منزل میں دائیں طرف انتہائی پردے کے ساتھ ان کے لئے علیحدہ انتظام ہوتا اور دور دور تک عورتوں اور مردوں کا اختلاط بالکل نہ ہوتا، اکثر رمضان المبارک کے آخری دن بعد نماز ظہر حضرتؒ تقریر فرماتے، جس میں رمضان المبارک میں اپنی کوتاہیوں کا ذکر کرتے، رمضان المبارک کی ناقدری پر افسوس کا اظہار فرماتے، مہمانوں سے مہمان نوازی میں کمی کی وجہ سے انتہائی شرمندگی کا اظہار فرماتے، خود بھی روتے اور سارے اہل مجلس کو رلاتے، یہاں تک کہ لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتیں، اسی مجلس میں اکثر جن حضرات کو اجازت دینی ہوتی تو اجازت بھی مرحمت فرمادیتے، اجازت دینے کا سلسلہ کبھی رمضان المبارک کے دو تین دن کے بعد بھی ہوتا۔

وفات سے قبل آخری رمضان المبارک میں حضرت امیر الہندؒ نے حسب سابق معذرت کی اور شرمندگی کا اظہار کیا، فرمانے لگے: ”کمزوری بڑھ گئی ہے، بیماریوں نے گھیر لیا ہے، مجھے جس طرح آپ حضرات کا خیال رکھنا چاہیئے تھا ویسا نہ کرپایا کہ دیوبند بہت چھوٹا سا قصبہ ہے، یہاں تمام سہولیات میسر بھی نہیں ہیں اس لئے میں انتہائی شرمندہ ہوں، مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں زندگی سے دور اور موت سے قریب ہوتا جارہا ہوں، مجھے نہیں لگتا کہ آئندہ سال تک زندہ رہوں گا“ اتنا کہنا تھا کہ پوری مسجد میں لوگوں کی چیخیں نکل گئیں،

لوگ دہاڑیں مار مار کر رونے لگے، اسی ہماہمی میں جیب سے ایک پرچہ نکالا اور کچھ خاص لوگوں کو اجازت مرحمت فرمائی، اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ آخری نام حضرتؒ نے خاکسار کا لیا اور اجازت مرحمت فرمائی، یہ سنتے ہی احقر کی جو کیفیت ہوگئیں وہ بیان سے باہر ہے، ہچکیاں بندھ گئیں، میں سر جھکائے ہوئے تھا، لوگ مجھے مبارکباد دینے میں مشغول تھے، مجھے کچھ پتہ نہیں چلا کہ حضرتؒ مسجد سے کب تشریف لے گئے؟ کہاں کیا ہوا؟ بس ایک بے خودی کی کیفیت تھی جو مجھ پر طاری تھی، اسی حال میں عصر کا وقت ہوگیا اور دوڈھائی گھنٹے کیسے گذر گئے؟ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اس کے بعد حسب معمول میں نے ممبئی کے لئے روانہ ہونا چاہا تو واپسی کی اجازت لینے مغرب کے بعد حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر نکل جاؤ، احقر نے درخواست کی سر پر ہاتھ پھیر دیجئے، حضرتؒ نے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی، پھر بندے نے کہا کہ آپ کے ساتھ پڑھ کر جاؤں گا۔

حضرتؒ گھر تشریف لے گئے، عشاء کی اذان ہوئی اور عشاء کی نماز بندے نے حسب معمول حضرت کے برابر میں پڑھی، میرا معمول تھا کہ میں حضرتؒ کے دائیں جانب کھڑا ہوتا اور کبھی کاندھے کا سہارا ہوتا، نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کی بھیڑ لگ گئی بعض لوگوں نے سر پر ہاتھ بھی پھروایا، مجھے بھی خیال آیا کہ ہاتھ پھرواؤں، لیکن پھر خیال آیا کہ باہر سے آنے والوں کا حق زیادہ ہے اور پھر خیال آیا کہ میں تو ایک ہفتہ کے بعد دہلی آ ہی رہا ہوں، پھر ملاقات ہوجائے گی اس لئے میں نے اصرار سے کام نہیں لیا، کیا پتہ تھا کہ اپنے پیرومرشد سے پھر ملاقات نہ ہوگی، اس کے بعد ہی آپ کے ساتھ حادثہ پیش آیا اور پھر تقریباً تین مہینے بعد ۶ رفروری ۲۰۰۶ء میں طویل بے ہوشی کے بعد حضرتؒ کا وصال ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

حضرتؒ کے علالت کے زمانے میں بھائی محمود مدنی اوران کے تمام بھائی بہنوں نے عیادت کا مکمل حق ادا فرمایا، حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب، مولانا اسجد مدنی

صاحب اور خاندان کے دیگر افراد نے حضرتؒ کی خدمت اور خبر گیری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اللہ تعالیٰ سب کو اپنے شایان شان جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

مسجد رشید میں حضرت امیر الہندؒ کے یہاں قیام اللیل:

حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور عزیزم حافظ محسن ابن حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہ العالی کا حضرت امیر الہند کے پاس قیام ہوتا تھا، دونوں حضرات مل کر تہجد کی نماز باجماعت پڑھاتے تھے، کبھی معتکفین کی درخواست پر حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب بھی چند رکعتیں پڑھا دیا کرتے تھے، تہجد کے بعد حضرت انتہائی پابندی کے ساتھ آخری رات تک اس میں شریک ہوتے رہے، انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ دعا فرماتے، اخیر عشرے میں حضرت کے اوپر گریہ وزاری کی کیفیت بہت زیادہ طاری رہتی تمام اوقات آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور بہت زیادہ رقت طاری رہتی۔

حضرت امیر الہندؒ کو انگریزی اخبار اور اسلامی ٹی وی چینل کی فکر:

آخری دنوں میں حضرتؒ پر انگریزی اخبار کی دھن سوار تھی، اسی طرح ایک اسلامی ٹی وی چینل کی بہت ہی زیادہ فکر تھی، آپ بار بار فرماتے کہ اس دور میں ایک اسلامی ٹی وی چینل کی بہت سخت ضرورت ہے، اس سلسلے میں پہل کے لئے ابتداء میں (Jain TV) والوں سے کچھ بات چلی تھی، لیکن ان کے ساتھ انتہائی تعلق کے باوجود شاید معاملہ طے نہیں ہو پایا، پھر ممبئ کے کچھ ذمے داران اختر صاحب وغیرہ نے "کتاب ٹی وی" کے نام سے ایک اسلامی ٹی وی چینل شروع کرنے کا ارادہ کیا تھا، حضرتؒ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اس منصوبے میں بہت دلچسپی دکھائی اور اس ناچیز، بھائی محمود مدنی اور مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہ العالی سے اس معاملے میں آگے بڑھنے کو کہا اور دونوں حضرات کے لئے اس غرض سے ممبئ کا سفر طے کیا، حضرت نے بھی اس سلسلے میں ممبئ جانے کی خواہش ظاہر کی

اور تیار بھی ہو گئے، مگر چند وجوہات کی بنا پر یہ پروگرام ملتوی ہو گیا۔

اس منصوبے سے آپ کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ رمضان المبارک کی ۲۷/ویں شب جو اہم ترین رات ہوتی ہے، حضرتؒ نے اس ناچیز کو لے کر ''کتاب ٹی وی'' مالکان، مولانا محمود مدنی اور مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ ایک گھنٹے کا وقت دیا اور طے پایا کہ عید کے بعد تفصیل سے بات ہوگی، غرض کہ حضرتؒ کو اس منصوبے سے بے انتہا دلچسپی تھی۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ ناچیز کو حضرتؒ کی انگریزی روزنامہ نکالنے کی آرزو کو پورا کرنے کا ذریعہ بنادے، آج بڑے حضرت زندہ ہوتے تو اس بات سے بڑے خوش ہوتے کہ آسامی روزنامہ جو ''اے دن'' کے نام سے مشہور ہے بندے نے اپنی ذاتی کمیٹی سے شروع کردیا ہے اور تقریباً سال بھر ہونے جارہا ہے، اس کا سرکولیشن اب بیس ہزار تک پہنچ چکا ہے، بڑے حضرتؒ، شیخ بانسکنڈیؒ، مولانا شیخ عبدالحق صاحب مدظلہ العالی اور مولانا محمد طاہر صاحبؒ، یہ تمام حضرات جو شیخ الاسلام مدنیؒ کے خلفاء ومجازین میں سے ہیں ان سبھی اکابر کی دیرینہ آرزو تھی کہ کوئی آسامی روزنامہ شائع ہو، الحمدللہ یہ کام شروع ہو چکا ہے، خدا کرے کہ یہ ترقی کے منازل طے کرتا جائے اور مقبول خاص وعام ہو۔

حضرت امیر الہندؒ کے یہاں افطار کا منظر:

نماز عصر کے بعد حضرت امیر الہندؒ قرآن پاک کا دور کرتے، دور ختم ہوتے ہی مسجد میں دو دسترخوان لگا دیئے جاتے، ان میں سے ایک عام اور ایک خاص ہوتا، عمومی دسترخوان چار یا پانچ لائن پر مشتمل ہوتا، جو زائرین کو مدنظر رکھ کر لگایا جاتا، الحمدللہ اس میں تمام انواع واقسام کے پھل اور دوسری اشیاء ہوتیں جن میں چنے، جلیبیاں اور مکس پھل کے قریب امام کے پیچھے لگایا جاتا، ابتدا میں تو اس میں بیس پچیس آدمی ہوتے، لیکن رفتہ رفتہ یہ تعداد بڑھتی جاتی، اس کے اردگرد بیٹھنے والے حضرات کے لئے کچھ خاص اہتمام ہوتا اور

مدینہ طیبہ کی رطب اور زمزم لوگوں کو پلایا جاتا، سادے پانے میں ملا ہوا زمزم کا ایک ڈول دستیاب تھیں، حضرت امیر الہندؒ خود ان رطب کو نکال کر لاتے اور لوگوں میں اپنے ہاتھ سے تقسیم فرماتے، لوگ منتظر ہوتے کہ حضرت کوئی ایک رطب انہیں بھی عطا فرمائیں۔

افطار ختم ہوتے ہی نماز کے لئے اقامت کہی جاتی، بندہ الحمد للہ حضرت امیر الہندؒ کی دائیں جانب ہوتا، نماز سے قبل ''دہن العود'' کی خصوصی شیشی کھول کر حضرتؒ کو لگاتا، کوئی خصوصی مہمان ہوتا تو وہ ان کی طرف بھی لگانے کے لئے اشارہ فرماتے، اقامت شروع ہوتے ہی حضرت امیر الہندؒ امام کے بالکل پیچھے ذرا سا دائیں طرف کھڑے ہوتے تھے، باوجودیکہ حضرت امیر الہندؒ چلنے پھرنے سے معذور تھے اور زیادہ تر وہیل چیئر پر ہی کہیں آنا جانا ہوتا تھا، لیکن نماز الحمد للہ باقاعدہ کھڑے ہوکر پڑھا کرتے اور وہیل چیئر کو منبر کے پیچھے رکھ دیتے، تمام ارکان، رکوع وسجود، اچھے طریقے سے ادا کرتے، نماز کے فوراً بعد دعا سے فارغ ہوکر مائک ہاتھ میں لے کر آپ یہ اعلان فرماتے کہ: ''بھائی! جتنے معتکفین ہیں، ان کے کھانے کا انتظام مسجد رشید میں ہے، وہ تہہ خانے میں تشریف لے چلیں اور ان کے علاوہ جو مہمانانِ کرام ہیں وہ مکان میں تشریف لے چلیں، ان کے کھانے کا وہیں انتظام ہے، وہ براہ کرم معتکفین میں نہ بیٹھیں''۔

رمضان المبارک میں حضرت امیر الہندؒ اور قرآن سننے کا معمول:

رمضان المبارک میں بعد نماز عصر تا مغرب مسجد رشید میں کبھی بھائی محمود مدنی صاحب، کبھی مودود مدنی، کبھی مسعود مدنی اور کبھی محمد مدنی سے مغرب تک قرآن کریم کے پارے تمام معتکفین سمیت خود بھی سنتے، خاص طور پر اخیر عشرے میں بھائی محسن مدنی ہی چونکہ تراویح، تہجد اور دور میں بھی سنایا کرتے تھے، اس لئے وہی قرآن پاک سنایا کرتے تھے۔

رمضان المبارک میں نماز تراویح کے بعد حضرتؒ خود دس پندرہ منٹ امداد السلوک پڑھتے، پھر حضرتؒ کے حکم سے مسجد کی بتیاں بجھادی جاتیں، لوگ ذکر وفکر میں

مشغول ہوجاتے اور حضرتؒ بھی کافی دیر تک اس میں تشریف رکھتے اس کے بعد تہہ خانے میں تشریف لے جاتے اور وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر بیعت ہونے والے لوگوں کو بیعت فرماتے۔

آخری عشرے میں دن میں ظہر کے بعد لوگوں سے پرچیاں لی جاتیں، تصوف وسلوک میں جس کا جہاں درس ہوتا سالک کے احوال کے اعتبار سے حضرت رہنمائی فرماتے، آخری دنوں میں کسی ایک دن ظہر کے بعد صحن میں سارے معتکفین کو لے کر حضرت امیر الہندؒ پہنچ جاتے، آخری تین دنوں میں کبھی ۲۷/ کبھی ۲۸/ اور کبھی ۲۹/ کو جن حضرات کو قرآن پاک یاد ہوتا، وہ ختم قرآن کریم میں شرکت فرماتے اور باقی لوگ ''لا الہ الا اللہ'' کا ختم فرماتے، پھر پوری امت کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام کیا جاتا۔

حضرت امیر الہندؒ کا اخیر عشرے میں ظہر کے بعد کا معمول:

حضرت امیر الہندؒ حسب معمول ظہر کے بعد متوسلین کے اسباق کی دیکھ ریکھ کرتے، متوسلین حضرات ظہر کے بعد اپنے اپنے اسباق کی پرچی داخل کرتے، بھائی چمن صاحب دہلی والے جو حضرت کے خادم خاص تھے، ان پرچیوں کو جمع فرما کر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کرتے جن پر متوسلین کے اسباق اور احوال وکوائف تحریر ہوتے، نماز عصر کی اذان تک حضرتؒ کا روزانہ کا یہی معمول تھا، پھر اس کے بعد حضرتؒ متوسلین میں سے ایک ایک کو بلاتے اور اپنی صواب دید سے کسی کا وظیفہ بڑھا دیتے، کسی کا سبق آگے کر دیتے اور کسی کو اسی جگہ اور زیادہ معمولات ادا کرنے کی ہدایت فرماتے تھے، ۲۵-۲۶/ رمضان المبارک تک تقریباً یہی سلسلہ چلتا رہتا، اخیر کے دو دن ان حضرات کے لئے مخصوص تھے جن کا سبق مراقبے میں ہوتا ان سے تفصیلی بات چیت فرماتے، اس کے بعد درمیان میں ایک دو دن کا فاصلہ دے کر دوسرے لوگوں کو بلاتے اور پھر آخری دن، جن منتخب لوگوں کو آپؒ چاہتے بلاتے اور ان کے احوال بالتفصیل دریافت فرماتے۔

آخری دنوں میں حضرتؒ کی کمزوری بہت بڑھ گئی تھی، فجر کی نماز یا عشاء کی نماز میں حجرے سے باہر آتے یا تراویح کے لئے نکلتے تو بھائی محمود مدنی صاحب کا ہاتھ تھامے ہوئے تشریف لاتے تھے، ویسے گذشتہ دو تین رمضان المبارک سے لیبیا میں سیڑھی سے گر جانے سے کمر میں چوٹ آنے کے بعد حضرتؒ وہیل چیئر والی گاڑی سے ہی مسجد تشریف لے جاتے تھے، وہیل چیئر آٹو میٹک، خوبصورت اور نہایت آرام دہ تھی، حضرتؒ اس کو خود چلایا کرتے تھے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی اور حضرتؒ کو اُسے چلانے کی بہت مہارت بھی ہوگئی تھی، دیوبند میں قیام کے دوران اکثر اس گاڑی کے ساتھ مولوی محسن صاحب زادہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم بطور خادم ساتھ رہا کرتے تھے، آخری دنوں میں سفر میں بھائی مودود مدنی اور عابد نام کے ایک خادم، جو بڑے نیک اور مخلص تھے اور غالباً مظفر نگر یا میرٹھ کے رہنے والے تھے، ہمیشہ ساتھ رہا کرتے تھے خواہ وہ سفر ٹرین کا ہو یا ہوائی جہاز کا۔

۲۷؍ویں شب میں حضرت امیر الہندؒ کے معمولات:

۲۷؍ویں شب میں حضرت امیر الہندؒ کا معمول یہ تھا کہ خانقاہ میں باہر سے آئے ہوئے معتکفین میں کچھ مخصوص علمائے کرام کے درمیان حضرتؒ اپنی بیاض جو شیخ الاسلام حضرت مدنی کی اپنی خاص بیاض تھی، تقسیم فرما دیتے اور پوری رات سحری تک اس کو یہ حضرات سیکڑوں کی تعداد میں نقل فرماتے۔

واضح ہو کہ یہ بیاض دراصل تعویذ کا ایک مجموعہ تھا، جسے حضرتؒ اہتمام کے ساتھ سفر میں رکھا کرتے اور حسب ضرورت لوگوں کی طلب پر دے دیا کرتے، زندگی کے آخری سفر میں حضرتؒ نے ایک مرتبہ نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ: ''اصل بیاض جو شیخ الاسلامؒ کے پاس تھا سفر میں کہیں غائب ہو گیا''، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ: ''اس کی نقل میرے پاس موجود ہے''۔